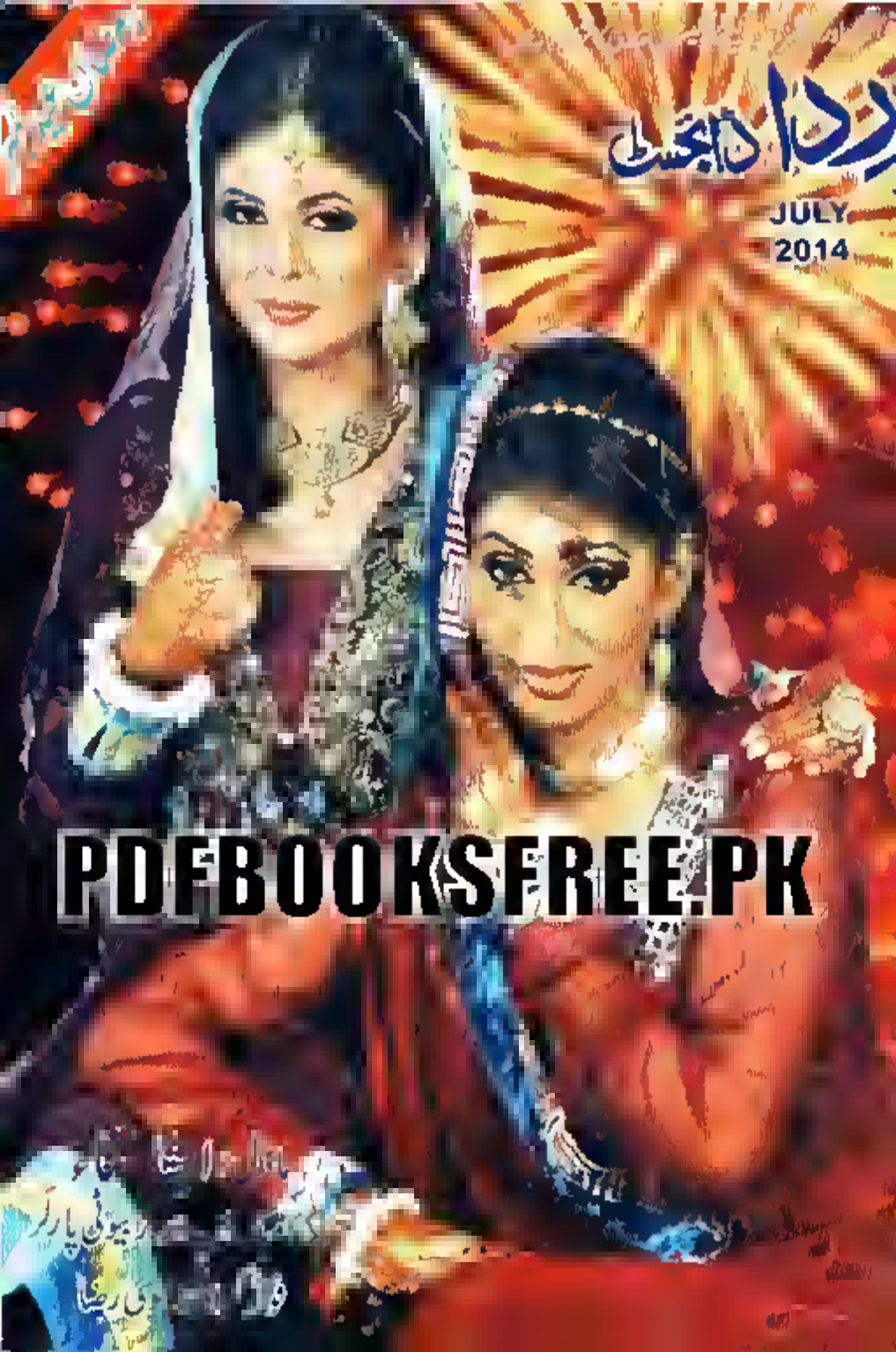
JULY
2014
PDFBOOKSFREE.PK

ردا ڈائجسٹ

چیف ایڈیٹر

صالحہ محمود

ایڈیٹرز

سندس محمود جعفری

نائلہ نورین، فراز جعفری

E-Mail: ridadigest@gmail.com

نائلہ ناز، عبیر عسکری جعفری

E-Mail: ridadigest@gmail.com

مینیجنگ ایڈیٹر: آصف خان

سلسلے وار ناول

تیرے پیار کی خوشبو — قمروش شہک — ۳۴
تجھ سے مانگوں میں تجھ کو — شازیہ مصطفیٰ عمران — ۷۶
جو عشق میں بیتی وہ عشق ہی جانے — نائلہ طارق — ۱۰۸
بند قبا کھلنے لگی — سعدیہ عابد — ۱۶۸

ناولٹ

یہ عید اور تیرا ساتھ — امبر افگن — ۵۴
ساجنا کے سنگ عید — دانیہ آفرین — ۹۰

افسانے

میری عید آج ہے — کائنات غزل — ۲۶
کوہ انا کی برف — ایقان علی — ۷۰
[illegible] کے جگنو — فرح ناز رفیق — ۱۰۴
[illegible] والوں کی رانی — جویریہ بانو — ۱۳۴
[illegible] تمنا ہو — عائشہ ذوالفقار — ۴۸
عید [illegible] — فریدہ فرید — ۱۵۸

مکمل ناول

حادی حدی اور عید — مصباح مسکان
اعتبار بھی آ ہی جائے گا — سباس گل — ۱۲۰

Digest.pk

جولائی 2014ء
جلد نمبر 19 شمارہ نمبر 7
قیمت 60 روپے

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری
720 روپے
34535726

ہیلشر وابڈیٹر ماہنامہ ماہنامہ نے ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔
مقام اشاعت ۱۲۹ ڈی بلاک 2۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی، کراچی

انتباہ۔
[illegible] ماہنامہ انگلیسٹ میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ذریعے کی نقل یا دوبارہ ترجمہ کی بھی صورت کی اشاعت یا ادارہ چوری کی الف آئی آر درج کرا سکتا ہے۔ اس کے لئے ہمارے [illegible]

مستقل سلسلے

ردائے جنت — صالحہ محمود — ۷
ردا کی ڈائری — صدف سعد — ۱۷۷
ذرا پھر سے کہنا — شہلا مشائق — ۱۸۸
خوشبو — نورین ملک — ۱۸۴
اس ماہ میں — نورین ملک — ۱۸۱
عید سروے — صالحہ محمود — ۱۹۶
سندیسے — ۱۹۲
کچن — ثریا اقبال — ۲۲۱
سنگھار — شہلا مشائق — ۲۲۵
اشعار — نورین ملک — ۱۷۹
دوستوں کے نام — عائشہ حمد — ۲۱۶
مہندی کے ڈیزائن — ادارہ — ۲۱۹

قارئین! نعمت خداوندی ایک بار پھر مہمت کرآئی کہ حدیث شجر بول اٹھے اللہ تعالیٰ نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے سال کے شروع سے سال کے آنے تک رمضان کے لیے جنت کو سجایا جاتا ہے۔ انسان کے زبان، دل اور عمل ان تینوں کے ذریعے احکام خداوندی کی تشکیل ہوتی ہے ان تینوں اہم ستونوں کے درمیان سچ کا رشتہ قائم ہوتا ہے زبان کی سچائی یہ ہے کہ انسان ہمیشہ سچ بولے اس پر جھوٹ کا سایہ بھی نہ پڑے، دل کی سچائی یہ ہے کہ اس کے اندر نفاق کا ذرا سا شبہ بھی پیدا نہ ہو، عمل کی سچائی یہ ہے کہ اس کا عمل ضمیر کے مطابق ہو۔ روزہ انسان کے اندر یہ تینوں اوصاف پیدا کرتا ہے اس کی زبان اس کے دل اور عمل میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر روزہ نہیں ہے روزہ انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر کامل طور پر عمل کیا جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹی بات بنانا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

(روزہ کا مقصد تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اگر روزہ سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا یعنی روزے میں بھی جھوٹ اور غیبت کو نہیں چھوڑتا تو پھر روزہ محض بھوک اور پیاس ہوگی اور اس سے اس کا مقصد حاصل نہیں ہوگا)۔ (سنن ابی داؤد شریف 'باب الغیبۃ للصائم)

قارئین! رمضان اور عید سروے ہم ایک ساتھ دے رہے ہیں یقیناً [illegible] کے ہاتھ میں ہوگا رمضان کی بابرکت ساعتوں میں عید کی خوشیاں بھی شامل ہوں گی آپ نے [illegible] سے روانہ پھر ایک بار سجایا ہے ہم بے حد مشکور ہیں ہماری کوشش ہے کہ نئے لکھنے والوں کو بھی ہم رمضان اور عید کی خوشیوں میں شامل رکھیں، خاص طور پر اس بات کو اہمیت دی گئی ہے فرسٹ کم فرسٹ لہٰذا جو تحاریر شامل اشاعت نہیں ہوسکیں وہ عید نمبر 2 اگست میں جو ردا کا سالگرہ نمبر اور عید نمبر دونوں ہوگا اس میں شامل ہوں گی اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ ہم پورے سال کی کارکردگی کا جائزہ لیتے ہیں آپ کی پسند ناپسند کا خیال رکھتے ہیں لہٰذا جو بھی تحریر کسی مصنفہ کی آپ کو پسند آئی ہے اس کا پیراگراف آپ بھیج سکتی ہیں، ہماری طرف سے آپ سب کو رمضان کے ساتھ ساتھ عید کی خوشیاں مبارک ہوں، اپنے ملک کو دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اپنے ملک کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں یہ بے حد اہم ہے یہ میرا پیغام ہے آپ سب کے لیے۔

آپی

السلام علیکم!

صوبہ پنجاب کے ایجنٹ حضرات متوجہ ہوں، ادارہ ماہنامہ "روداد ڈائجسٹ" نے فوجی فلیٹ سنگھ کے نیوز ایجنٹ حاجی محمد یاسین طاہر کو صوبہ پنجاب بالخصوص فیصل آباد، ڈیرہ غازی خان و گردونواح کے شہروں میں ماہنامہ "روداد ڈائجسٹ" کی سرکیولیشن (سپلائی کے لیے) مسئول ڈسٹری بیوٹر مقرر کیا ہے ان شہروں کے ایجنٹ حضرات محمد یاسین طاہر سے موبائل نمبر 0321-7531597 پر رابطہ قائم کریں۔

Digest.pk

صائمہ محمود

ردائے رمضان

روزے کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابن آدم ہر عمل (کے ثواب) میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا بلکہ (اس سے بھی زیادہ) جتنا اللہ چاہے ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مگر روزہ (اس قانون سے مستثنیٰ ہے) کیونکہ وہ (خالصتاً) میرے لیے ہوتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ بندہ میری خاطر اپنی خواہشات اور کھانا ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں (ایک تب) روزہ کھولتے وقت (حاصل ہوتی ہے) اور ایک (تب) اپنے رب سے ملاقات کے وقت (حاصل ہوگی) اللہ کے ہاں روزہ دار کے منہ کی بو کستوری کی مہک سے بھی زیادہ عمدہ ہے۔''

فوائد ومسائل

یہ بندوں پر اللہ کا خاص فضل ہے کہ بندہ اس کی توفیق سے جو نیکی کرتا ہے اس کا ثواب صرف ایک نیکی کے برابر دینے کے بجائے بہت زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ترجمہ: ''جو شخص نیکی لے کر حاضر ہوا اس کے لیے اس کا دس گنا ہے۔'' (الانعام 1606)

حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی بیان کردہ یہ مقدار کم از کم ہے۔ ثواب اس سے کہیں زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔

2۔ ثواب کی کثرت کا دارومدار حسن نیت، اخلاص اور اتباع سنت پر ہے۔ صحابہ کرام کا ایمان اس قدر عظیم الشان تھا کہ ان کا اللہ کی راہ میں لٹایا ہوا آدھ سیر غلہ بعد والوں کے احد پہاڑ برابر سونا خرچ کرنے سے افضل ہے۔ اس لیے ہر شخص کے حالات وکیفیات کے مطابق نیکی کا ثواب سیکڑوں گنا تک پہنچ سکتا ہے۔

3۔ عمل وہی قبول ہوتا ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لیے کیا گیا ہو۔ ریا اور دکھاوے کی غرض سے کیا جانے والا عمل اللہ کے ہاں ناقابل قبول ہے۔ چونکہ روزے کا تعلق نیت سے ہوتا ہے اور دوسرے ظاہری اعمال مثلاً نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی نسبت روزہ پوشیدہ ہوتا ہے اور اس میں ریا کا شائبہ بھی کم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے اجر کو بھی پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

4۔ روزے کا اصل فائدہ تب ہی حاصل ہوتا ہے جب انسان دل کی غلط خواہشات پوری کرنے سے پرہیز کرے، یعنی جس طرح کھانا کھانے سے پرہیز کرتا ہے اسی طرح جھوٹ اور غیبت وغیرہ سے بھی اجتناب کرے۔

5۔ روزہ کھولتے وقت اس بات کی خوشی ہوتی ہے کہ اللہ کے فضل سے ایک نیک کام مکمل کرنے کی توفیق ملی۔

6۔ قیامت کو خوشی اس لیے ہوگی کہ روزے کا ثواب اس کی توقع سے بڑھ کر ملے گا اور اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔

7۔ منہ کی بو سے وہ بو مراد ہے، جو پیٹ خالی رہنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، چونکہ یہ اللہ کی اطاعت کا ایک کام کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے، اس لیے اللہ کو بہت محبوب ہے۔

8۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ روزے کی حالت میں شام کے وقت مسواک کرنے سے بچنا چاہیے۔ تاکہ اللہ کی پسندیدہ بو ختم نہ ہوجائے، لیکن یہ درست

نہیں، کیونکہ مسواک سے وہ بو ختم ہوتی ہے، جو منہ کی صفائی نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والی بو دوسری ہے، اس کا مسواک کرنے یا نہ کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔

روزہ ڈھال ہے

حضرت مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ جو قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ سے تھے، انہا سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفیؓ نے انھیں پلانے کے لیے، دودھ طلب فرمایا۔

مطرف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ "میں روزے سے ہوں۔"

حضرت عثمان ثقفی نے فرمایا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔

"روزہ جہنم سے بچانے والی ڈھال ہے جس طرح لڑائی میں تم میں سے کوئی ڈھال ہوتی ہے۔"

فوائد و مسائل

1۔ مہمان کو کھانے پینے کی چیز پیش کرنا افضل اعمال عالیہ میں شامل ہے۔

2۔ اگر کھانے پینے کی دعوت دی جائے تو نفلی روزہ کھول کر دعوت قبول کرنا ضروری نہیں۔

3۔ اگر کسی موقع پر اپنی کوئی نیکی ظاہر کرنا پڑ جائے تو یہ ریا میں شامل نہیں۔

4۔ روزہ دوزخ سے بچاتا ہے، ایک تو اس لیے کہ یہ ایک بڑی نیکی ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، دوسرے اس لیے کہ روزے کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ جن کے ارتکاب کی صورت میں وہ جہنم میں جا سکتا ہے۔ گناہوں سے اجتناب اور نیک عمل کی انجام دہی دونوں چیزیں جنت میں لے جانے والی اور جہنم سے بچانے والی ہیں۔

روزہ کا اجر

"جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ریان کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن آواز دی جائے گی۔ کہا جائے گا "روزے رکھنے والے کہاں ہیں؟" چنانچہ جو شخص روزہ رکھنے والوں میں سے ہوگا وہ اس (دروازے) میں داخل ہو جائے گا اور جو اس میں داخل ہوگا، اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

1۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جو مختلف نیکیوں کی طرف منسوب ہیں۔ مثلاً باب الصلوٰۃ (نماز کا دروازہ) باب الجہاد (جہاد کا دروازہ) باب الصدقہ (صدقہ کا دروازہ)

2۔ ایک شخص جس نیکی کو زیادہ اہمیت دیتا ہے اور اس کی ادائیگی کی زیادہ کوشش کرتا ہے، وہ اس نیکی سے منسوب دروازے سے جنت میں داخل ہوگا۔ اگر زیادہ صفات کا حامل ہو تو ایک سے زیادہ دروازوں سے بلایا جائے گا۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کو آٹھوں دروازوں سے بلایا جائے گا۔

3۔ "ریان" کا مطلب سیراب ہے۔ روزہ دار [illegible] پیاس برداشت کرتا ہے اور پیاس کا [illegible] کرنا بھوک کی نسبت مشکل ہوتا ہے۔ اس [illegible] کے لیے جو دروازہ مقرر ہے اسے [illegible] قرار دیا گیا ہے۔

[illegible] کا ثواب

حضرت ابوہریرہ قرشی الدوسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"جو شخص ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے، اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔"

فائدہ

1۔ اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے۔ کبیرہ گناہ تو بہ سے معاف ہوتے ہیں اور حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک انھیں ادا نہ کر دیا جائے الا یہ کہ صاحب حق معاف کر دے۔

☆ ☆ ☆

Digestpk

Freedom to live happily!
Digest
freed
freedom
Freedom®

مصباح مسکان رؤف

حادی، احمدی اور عید

"یہ ایک جمہوری ملک ہے، یہاں آمریت نہیں چلے گی، ہم جمہوریت پسند قوم اس آمریت کو قطعاً برداشت نہیں کریں گے۔" حدی نے جذباتی نعرہ لگایا مگر کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔

"کھانا کھانا ہے تو کھا ورنہ ایسے ہی سو جاؤ۔" فاطمہ بیگم نے اس کے واویلے کو نظر انداز کرتے ہوئے بے نیازی سے کہا اور دوبارہ سے کاموں میں گم ہو گئیں، وہ آج بہت مصروف تھیں اور ان کے پاس حدی کے ڈرامے دیکھنے کا

کو اپنے حلق سے اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔'' اس نے'' بے چارے'' بولتے ہوئے اپنی طرف اشارہ کیا اور سالن کے ڈونگے کو کینہ توز نظروں سے گھورا۔

''اچھا اب بس کرو عدی! اور خاموشی سے کھانا کھاؤ، مجھے دوبارہ تنگ مت کرنا۔'' فاطمہ بیگم نے اسے گھورا اور جانے کے لیے پلٹیں۔

''ایک ٹائم ہو تو بندہ جیسے تیسے کھا بھی لے مگر... توبہ اللہ معاف کرے، صبح مولی والے پراٹھے، دن کو کریلے گوشت اور اب رات میں پھر گوبھی آلو... مما! اگر آپ کا مشق ستم یوں ہی جاری رہا تو دیکھ لیجیے گا، ایک دن میں نے بھی انسان سے سبزی میں کنورٹ ہو جانا ہے، پھر مجھے بھی پکا کے کھا جائیے گا، آپ مزے لے لے کے۔'' اس بار کی تقریر طویل تھی مگر بے اثر ثابت ہوئی اور فاطمہ بیگم نے اس بار اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا، انھیں کرنے کے ڈھیروں کام تھے اور اس کام چور کو مستیاں سوجھی ہوئی تھیں، یہ نہیں کہ اٹھ کے ماں کے ساتھ کام کروائے، اس کے اپنے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے تھے۔

''ٹھیک ہے، کل سے میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی نیم چڑھا کریلا۔'' تھوڑی دیر بعد فاطمہ بیگم باہر آئیں تو اسے اسی پوزیشن میں ڈونگے کو گھورتے دیکھ کر سرزنش سے بولیں اور برتن سمیٹنے لگیں۔

''میری کچی ہے آپ سے۔'' اس نے منہ پھلا کر کہا اور ٹی وی آن کر کے رخ موڑ لیا، اس کی اس حرکت پر وہ مسکراتی ہوئیں کچن میں چلی آئیں، پھر کریلے نیم چڑھے کر کے لیے پاستا بنانے۔

''سبزی سبزی کھا کے نی میں تے پیو بنی ہوئی ہاں۔'' عدی کے گنگنانے کی آواز کچن تک آ رہی تھی۔

☆

''جمہوری ملک میں آمریت، یہ تو کھلا تضاد ہے، ہم اسے کبھی بھی قابل قبول نہیں ہے، ہم اس آمریت کے خلاف دھرنا ڈال رہے ہیں، ہماری مانگیں پوری کرو۔'' عادی نے ٹی وی پر چلتی ہوئی تقریر کی مگر اس تقریر کی مقابل پر خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔

''خاتون! آپ کیوں مجھے ایک معصوم و شریف شہری کو بلاوجہ [illegible] پر مجبور کر رہی ہیں؟'' عادی نے سکینہ بیگم کے مسکراتے چہرے کو دیکھتے ہوئے پھر احتجاج کیا۔

''عادی! بکواس بند کرو، کھانا کھانا ہے تو کھاؤ نہیں تو نہ سہی مگر مجھے تنگ مت کرو۔''

''بٹ دس از ناٹ فیئر!'' عادی نے منہ بنایا تو سکینہ بیگم نے خفگی سے سر جھٹکا۔

''کیوں بھری جوانی میں مجھ مسکین کو یہ سبزیاں کھلا کھلا کر مارنے کا ارادہ ہے آپ کا، اگر مجھے کچھ ہوا تو اس میں سراسر آپ کا ہاتھ ہوگا، میری بے چین روح اس گھر میں بھٹکتی رہے گی اور خواب میں سبزیاں بن کر آپ کو ڈرائے گی۔'' جذباتی جملے اس بار تھوڑے پر اثر ثابت ہوئے۔

''عادی! آخر تکلیف کیا ہے تمہیں سبزی کھانے میں؟'' سکینہ خاتون نے اسے گھورا۔

''سبزی بھی کوئی کھانے کی چیز ہے اماں! اوپر سے آپ ہر سبزی کے ساتھ بے چارے آلو کو قربانی کا بکرا بنا دیتی ہیں، جب دیکھو آلو پالک، آلو مٹر، آلو گوبھی، آلو بینگن، ٹھینک گاڈ! کہ آلو کا بھنڈی اور کریلے کے ساتھ کوئی اچھا کامبینیشن نہیں، ورنہ آپ تو اس میں بھی آلو ملا لیتیں، پھر مجھ معصوم کا کیا بنتا؟''

''تمہارے تو ہمیشہ یہی ڈرامے ہوتے ہیں سبزی کو دیکھ کے، ہفتے میں ایک بار سبزی کیا پک گئی ہم نے تو جینا محال کر دیا ہے میرا۔'' وہ غصے میں بڑبڑاتے ہوئے کچن میں چلی گئیں، ان کو اتنے کام کرنے تھے ابھی اور عادی کے

بالکل بھی ٹائم نہیں تھا، کیونکہ کل صبح ان کی پیاری لاڈلی، پردیسی بیٹی شادی کے چار سال بعد پہلی مرتبہ پاکستان آ رہی تھی۔

"وس از ناٹ فیئر۔" حدی نے منہ بنا کر احتجاج کیا۔

"ایوری تھنگ از فیئر ان لو اینڈ وار۔" فاطمہ بیگم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو اسے تپ چڑھ گئی۔

"ٹھیک ہے پھر میری بھی بھوک ہڑتال ہے، جب تک آپ کا یہ ظلم ختم نہیں ہوگا، میری ہڑتال جاری رہے گی، بھلے اس بھوک ہڑتال میں، میں مر ہی جاؤں، آپ کو کون سا فرق پڑے گا۔" حدی نے سنجیدہ شکل بناتے ہوئے جذباتی وار کیا تو فاطمہ بیگم ہاتھ میں ڈوئی تھامے کچن سے باہر آ گئیں۔

"بس کرو یہ فضول ناٹک بازی، حد ہو گئی ہے حدی! آخر تکلیف کیا ہے تمہیں سبزی سے؟ کیا کہتی ہیں یہ معصوم سی سبزیاں تمہیں؟"

"معصوم ..؟" حدی نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے ایک بار سامنے ڈونگے میں براجمان آلو گوبھی کے سالن کو دیکھا اور ایک بار اپنی ظالم ماں کو۔

"مما! آپ کو یہ [illegible] کیا معصوم بھی نظر آتی ہے، اور کیسے آتی ہے؟ معصوم تو وہ بے چارے ہوتے ہیں جو ان

ڈرامے ہی ختم نہیں ہو رہے تھے، صبح ان کے لاڈلے سپوت صاحب ہمعہ بہو پاکستان آ رہے تھے، اور وہ تیاریوں میں مگن تھیں، مگر یہ کام چور، مسلسل ٹک کر کے سکون محال کیا ہوا تھا اس نے، یہ نہیں کہ اٹھ کے ماں کے ساتھ کام ہی کروا دے۔

''ایک بار... خاتون اوّل درخواست فرما لیجیے گا کہ ہفتے میں ایک بار مگر دن میں 3 ٹائم پکتی ہے سبزی، اب کون اتنے جگرے والا ہو جو صبح گوبھی کے پراٹھے، دن کو آلو پالک اور رات میں مکس سبزی یعنی سارے دن کا نچوڑ، جو کچھ دو ٹائم نہیں پکا سکے دو سب رات میں اکٹھا پکا دو، اف توبہ!'' حادی نے بولتے بولتے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

''میں تو تنگ آ گئی ہوں تمہارے ڈراموں سے۔'' وہ برتن سمیٹتے ہوئے بڑبڑائیں۔

''دیکھیے گا سبزی کھا کھا کے ایک دن میری شکل بھی آپ کی کسی من پسند لاڈلی سبزی جیسی ہو جائے گی، پھر مجھے بھی ہانڈی میں پکا کے ایک ٹائم کا کھانا بنا لیجیے گا۔'' اس نے نروٹھے لہجے میں کہتے ہوئے رخ پھیر لیا۔

''دیکھو ذرا سبزیاں اچھی نہیں لگتیں اور بھنڈی جیسی شکل بنائی ہوئی ہے، ناراض الّو نے۔'' اس کے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھ کر مسکراہٹ دبائے وہ کچن کی طرف بڑھیں، اپنے ناراض الّو کے لیے پاستا بنانے۔

''سبزی سبزی سدو کی... آ کے کوئی۔'' حادی کے گنگنانے کی آواز کچن تک آ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

''آپی! آپ نے یہ پرشتوں والی سبزی کا کام کب سے شروع کر دیا ہے؟'' حدی نے ٹی وی دیکھتے ہوئے شرارت سے اپنی آپی سے پوچھا جو اس سے صرف 3 سال بڑی مگر پھول کے نمبر 2 بننے کے بعد اب اس سے 5,6 سال بڑی لگتی تھیں۔

''اس میں ماسی کی کیا بات ہے، میں کون سا ساری دنیا کے رشتے کروا رہی ہوں، وہ تو مجھے یہ رشتہ اچھا لگا تمہارے لیے، اس لیے میں نے امی سے ذکر کر دیا۔'' آپی کے ہاتھ پھوپی بیٹی کو فیڈر پلاتے ہوئے وضاحت دی تو حدی کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

''آپ نے صرف ذکر کیا اور ہماری والدہ محترمہ فاطمہ خاتون [illegible] کے گھر کا کر دیا۔'' حدی نے منہ بناتے ہوئے اپنا دکھڑا سنایا۔

''ہاں تو ٹھیک کیا ہے امی نے، اتنے اچھے لوگ ہیں، شریف اور خاندانی، اور [illegible] ہی ادھر کیا ہے، انکار کی تو کوئی وجہ بھی نہیں، اچھے رشتے مشکل سے ہی ملتے ہیں آج کل، جا ہے لڑکا [illegible]'' آپی نے امی کی سائیڈ لی اور رشتے کی تعریفیں کرنے لگیں۔

''مگر آپی! اس طرح کیسے ہو سکتا ہے، بے شک میں نے یہ چوائس آپ لوگوں پر چھوڑی ہوئی ہے، مگر کم از کم مجھے اس کی تصویر ہی دکھا دیں۔'' حدی نے احتجاج کیا تو آپی نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''سوری، یہ تو ممکن نہیں ہے۔''

''کیوں ممکن نہیں ہے آخر؟ شادیاں ایسے تھوڑے ہوتی ہیں بغیر دیکھے، بندے نے جس کے ساتھ ساری زندگی گزارنی ہو، اس کو دیکھے بنا اس کے ساتھ کے لیے کیسے حامی بھر سکتا ہے بھلا؟'' حادی کو تو بھابی کے جواب نے تپا ہی دیا تھا۔

''Listen حادی! ٹرائے ٹو انڈر اسٹینڈ! امی، بابا نے اسے پسند کیا ہے اور اس کے پیرنٹس نے تمہیں، دونوں طرف سے پوری تسلی کے بعد ہاں ہوئی ہے، پھر تمہیں کس چیز کی ٹینشن ہے؟'' بھابی نے اسے سمجھایا اور نارمل کرنے

کی کوشش کی۔

''میں نے تو نہیں دیکھا ناں اسے، اور نہ ہی اس نے مجھے دیکھا ہے، زندگی ہم دونوں نے گزارنی ہے، اور پسند پیرنٹس نے کیا ہے، اور نہیں تو کم از کم اس کی ایک تصویر تو دے سکتے تھے ناں وہ لوگ؟''

''جب ہم نے تمہاری تصویر نہیں دی تو وہ اس کی تصویر کیسے دے سکتے ہیں؟''

''آخر یہ لوگ اچانک دریافت کہاں سے ہو گئے؟'' حادی نے جھنجلا کر اپنے ہونے والے سسرالیوں کا پوچھا تو بھابی مسکرا دیں۔

''تمہارے بھیا کے کالج فرینڈ ہیں اس کے بہنوئی، رہتے تو وہ لوگ فرانس میں ہیں، مگر لندن میں ان کا سسرال ہے، اس لیے وہ لوگ جب چھوٹی عید پر لندن آئے تو ہماری مال میں ان سے ملاقات ہوئی تھی، دونوں اتنے عرصے بعد مل کے اتنے خوش ہوئے تھے کہ وہیں کھڑے کھڑے ڈھیروں باتیں کر ڈالیں، وہ تو میں نے کہا کہ کہیں بیٹھ جاتے ہیں، ورنہ ان کا تو کھڑے کھڑے ہی ساری باتیں کرنے کا ارادہ تھا۔''

''تو انھوں نے بیٹھ جانا کیا کہا؟'' حادی نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا تو بھابی نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

''آئی مین، اتنے عرصے بعد دونوں، کالج فرینڈز تھے اور کالج ٹائم میں تو بھیا کافی اسمارٹ ہوتے تھے، مگر اب تو کافی...؟'' حادی نے ''کافی'' کو لمبا کھینچ کر ادا کرتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑا تو بھابی مسکرا دیں۔

''خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے، ہاں ذرا ویٹ گین کیا ہے، اس لیے تھوڑے ویک تھے بٹ اب تو ماشاء اللہ Healthy ہو گئے ہیں۔'' بھابی کی بات پر حادی نے اپنے قہقہے کو روکنے کی کوشش نہیں کی، بھابی نے اس کے یوں قہقہہ لگانے پر مسکراتے ہوئے تاسف سے سر ہلایا۔

''تم کبھی نہ سدھرنا، چاہے ساری دنیا بدل جائے۔''

''ہم نہ بدلیں گے وقت کی رفتار کے ساتھ فرق
جب بھی ملیں گے پہلے ہی ہوں گے ہم پہلا سا''

حادی نے مسکراتے ہوئے شعر پڑھا۔

☆---☆---☆

اگلے ہفتے حادی اور ہدی کی منگنی کر دی گئی، دو بھی یوں کہ لڑکے کی والدہ نے لڑکی کو انگوٹھی پہنائی اور پھر لڑکی کی والدہ نے لڑکے کو۔ وہ دونوں ہی اپنے والدین کی اکلوتی اولادیں یعنی حادی اپنے امی بابا کی اکلوتی دختر نیک اختر اور اپنے بھیا کی اکلوتی لاڈلی بہن تھی، جبکہ ہدی اپنے مما بابا کا اکلوتا سپوت اور اپنی آپی کا لاڈلا بھائی تھا، ہدی نے تو بہت اصرار کیا کہ وہ بھی ساتھ جائے گا اور انگوٹھی خود پہنائے گا، مگر آپی نے بمشکل اسے سمجھایا کہ حادی کے والد کچھ پرانے خیالات کے ہیں، یہ بات انھیں بہت بری لگتی ہے، وہ پرانی روایات کو ساتھ لے کر چلنے والے لوگ ہیں، اسی لیے انھوں نے حادی کی تصویر بھی نہیں دی۔ طوعاً و کرہاً ہدی نے، ان کی بات مان کے خاموشی اختیار کر لی مگر روز شکوہ ضرور کرتا، آپی اور مما سے، عید کے پہلے دن نکاح کی تاریخ پکی ہو گئی تو ہدی نے فوراً سب پر واضح کر دیا۔

''نکاح پر وہ خود اسے رنگ پہنائے گا، خبردار جو کسی نے اعتراض کیا تو۔'' جواباً آپی نے ہنس کر کہا۔

''تمہارے سسر صاحب وہیں موجود ہوں گے، ان سے پوچھ لینا۔'' دوسری طرف حادی بھی ناراض ناراض اور منہ سوجے رہتی، امی اور بھائی سے سیدھی طرح بات تک نہ کرتی تھی، حادیہ کے لیے ایک دکھ تو یہ تھا کہ جس کے

ساتھ دو منسوب کی گئی تھی اس کی شکل تک سے ناواقف تھی، صرف نام بتایا تھا بھائی نے، وہ بھی اس نے غصے میں دھیان سے نہیں سنا اور اب تو ذہن میں بھی نہیں رہا، مگر حادی نے بھی پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔
دوسرا دکھ تو اس سے بھی بڑا تھا کہ منگنی کی تصاویر بھی نہیں بنائی گئی تھیں، اب اپنی فرینڈز کو کیا بتائے گی، کم از کم تصویریں ہوتیں تو وہ ان میں ہی اپنے فیانسی کو دیکھ لیتی، جس کو اس کے والدین سات پردوں میں چھپا کے رکھ رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

آج شروع کے دو پیریڈ آف تھے، اس لیے وہ گراؤنڈ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی، اس کی دونوں فرینڈز زینش اور ماہم دغا دے گئی تھیں، اس کے یونیورسٹی آنے کے بعد اسے پتا چلا کہ وہ دونوں آج نہیں آئیں تو اسے ان دونوں پر شدید غصہ آیا، پھر وہ بھی غصے میں یونیورسٹی ہی رہی۔
''انھیں میری فکر نہیں تو میں کیوں ان کے لیے ٹائم ویسٹ کروں، میں بھی جلدی گھر نہیں جاؤں گی، ساری کلاسز لوں گی اور لیکچرز کا ایک الگ نوٹس بناؤں گی، ان کمینیوں کو، سمجھا کیا ہے آخر دونوں نے اپنے آپ کو۔'' وہ غصے میں کھولتے ہوئے کینٹین کی طرف چل دی، اندر میں دونوں کو گالیوں سے نوازتی چاٹ کی پلیٹ تھامے تیز قدموں سے چلتی کینٹین سے دائیں مڑی تو اندر آنے والے سے ٹکرا گئی، مقابل بھی اس تصادم کے لیے تیار نہ تھا لہٰذا اس کے ہاتھ میں موجود بلس اور حادی کے ہاتھ میں پکڑی چاٹ کی پلیٹ اس ٹکراؤ سے متاثر ہوئے اور چاٹ مقابل کی آف وائٹ شرٹ پر نقش و نگار بناتی قدم بوس ہو گئی۔
''اوہ... سوری!'' اس اچانک افتاد پر حادی بوکھلا گئی، ساتھ ہی سامنے والے کا حال دیکھ کر شرمندہ ہو گئی، مقابل کے لب اپنی شرٹ کو دیکھ کر کچھ کہنے کے لیے وا ہوئے، پھر حادی پر نظر پڑتے ہی سمٹ گئے۔
''آئی ایم ویری ویری سوری، دراصل میں نے دیکھا نہیں تھا اور...'' حادی اس کی خاموشی سے غصے کے معانی اخذ کرتے ہوئے فوراً صفائی پیش کرنے لگی۔
''اٹس اوکے!'' حادی کا وضاحتی جملہ کاٹتے ہوئے مقابل نے مختصر سا جواب دیا، ساتھ ہی ٹشو نکالا اور شرٹ پر لگے داغ صاف کرنے لگا، حادی نے ایک نظر اپنی شرٹ اور ایک گہری نظر شرمندگی حادی پر ڈال کے آگے بڑھ گیا، جبکہ حادی وہاں کھڑی رہ گئی، یعنی وہ تو اس سے کسی سخت قسم کے ری ایکشن کی توقع کر رہی تھی، مگر وہ تو مسکرا کے چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

واش روم سے سیدھا وہ اپنے بچپن کے دوست اپنے جگری یار کے پاس پہنچا۔
''اتنی دیر کیوں لگا دی اور یہ کیا... خالی ہاتھ؟ تمہیں کس کام پر بھیجا تھا میں نے؟'' اسے آتا دیکھ کر اس کا جگری دوست غصے سے چلایا، اسے خالی ہاتھ دیکھ کر اس کا غصہ دوگنا ہو گیا تھا اور بھوک بھی۔
''پہلی بار تمہیں یہ ذمے داری سونپی اور تم یوں منہ لٹکائے خالی ہاتھ آ گئے۔'' وہ غصے سے شروع ہو گیا، دراصل ہمیشہ کینٹین سے کھانے پینے کے لوازمات لانے کا کام حدی (حمید) کے ذمے تھا، آج ذرا اس کا موڈ نہیں تھا تو اس نے اپنے جگری یار حدی (حدید) کو اپنی جگہ کینٹین بھیجا تھا مگر وہ خالی ہاتھ آیا تھا۔
''یار! وہ یہیں ہے۔'' حدی نے اس کے سوالوں کو جیسے سنا ہی نہیں تھا۔
''کون وہ؟'' حمید نے خفگی سے پوچھا۔
''وہی جس کے بارے میں میں نے تمہیں بتایا بھی تھا یار!'' حدی حد سے زیادہ ایکسائیٹڈ تھا۔

"اوہ... اللہ کے بندے! کیوں پہیلیاں بجھوا رہے ہو، سیدھی طرح بتادو کون یہاں ہے؟ کس کی بات کر رہے ہو، اور یہ شرٹ کیوں گیلی کی ہوئی ہے تم نے؟" حمید کو شدید غصہ آ رہا تھا حدی کے انداز پر۔

"ارے یار! وہی جس کو پہلی بار دیکھ کر ہی میرے دل نے دعا دے دیا تھا اور پھر میں نے تمہیں بتایا بھی تھا کہ میں اسے تمہاری بھابی بناؤں گا۔" حدی نے تھوڑی وضاحت کی تو حمید کو وہ یاد آ گئی جبکہ حماد ہونقوں کی طرح ان دونوں کی مکالمہ بازی سن رہا تھا، اور اپنی بھوک ضبط کیے بیٹھا تھا۔

حدی نے اس کو پہلی بار یونیورسٹی کے باہر دیکھا تھا اور اپنا دل ہار بیٹھا تھا، یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے؟ اس یونیورسٹی میں پڑھتی بھی ہے کہ نہیں؟ پھر اس روز کے بعد وہ نفر بار روز اس کو دیکھنے کا منتظر رہتا تھا، مگر اس کا انتظار آج ختم ہو گیا اور ساتھ ہی وہ یہ بھی جان گیا کہ وہ اسی یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔

"گڈ... بہت ویری سیڈ، بلکہ Bad، اب خوش فہمی کہیں یا بدقسمتی کہ تم اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر ہو بلکہ تم تو کیا میں بھی اب کبھی اور نہ دیکھنے کا پابند ہو چکا ہوں، کیونکہ ہمارے گھر والوں نے ہمیں کسی اور کے ساتھ منسوب کر [illegible] دیا ہے، اور ہم دونوں اپنے گھر کے واحد چشم و چراغ ہونے کی بدولت ان کے فیصلے سے روگردانی [illegible] نہیں ہو سکتے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اس کو آپ یہیں بھول جائیں اور اپنی اگلوتی فیا کسی کو ہی یاد رکھیں جناب۔"

"یار! میں نے تو اسے دیکھا بھی نہیں ہے۔" حدی نے حسرت بھرے لہجے میں اپنی پوشیدہ منگیتر کے بارے میں بتایا۔

"تو ادھر کون سا صبح، دوپہر شام فون پہ باتیں [illegible]، میں نے بھی تیری بھابی کو نہیں دیکھا ابھی تک یار!" حمید نے بھی اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"لگتا ہے ہمارے ناموں کے ساتھ ہمارے نصیب [illegible] ہی ہیں، لوگ منگنیوں کے بعد خوش ہوتے ہیں اور ایک ہماری منگنیاں ہیں، جنھوں نے ہمارے لبوں سے [illegible] ہے۔"

"یار! میں نے کل آپی سے کہا کہ اس کی کوئی تصویر ہی [illegible] دیں، مگر انکار کر دیا۔"

"مجھے بھی آپی نے چٹا سفید انکار دے مارا تھا بار [illegible] کبھی۔"

"بعد میں بھی تو ہم نے دیکھنا ہی ہے ناں، اگر ایک بار پہلے بھی دیکھ لیں تو کیا [illegible]؟"

"مگر ہمارے گھر والے کہتے ہیں کہ بعد میں بھی تو ساری زندگی تم نے ہی دیکھنا ہے ناں، اگر ایک بار پہلے نہ بھی دیکھو تو کیا ہو جائے گا آخر؟"

"میں نے تو گھر میں آپی سے بائیکاٹ کیا ہوا ہے، بالکل بھی بات نہیں کرتا ان سے۔"

"میں بھی یہی کر رہا ہوں، حد ہو گئی کہ ایک تو بغیر بتائے، بغیر دکھائے ہاں کر دی، پھر منگنی بھی کر دی اور نکاح کی ڈیٹ بھی فکس کر دی، اوپر سے اب تصویر بھی نہیں دکھاتے، اتنی بھی کیا پردے داری آخر؟" بے پناہ شکوے بھرا انداز تھا۔

"اگر دونوں کے دل کی بھڑاس نکل گئی ہو تو کچھ تناول کرنا پسند کریں گے، قسم سے میرے تو پیٹ کے چوہے بھی دوڑ دوڑ کے تھک ہار کے اب سو چکے ہیں۔" ان دونوں کے لٹکے منہ دیکھ کر حماد نے بے چارگی سے التجا کی تو دونوں نے اسے گھورا۔

"اب مجھے یوں مت گھورو پلیز، پہلے ہی بھوک سے نقاہت اور کمزوری ہو رہی ہے، میری کمزور و ناتواں جان تم

دونوں مجنوؤں کی تیز نگاہوں کی تاب نہیں لا سکتی۔ حماد نے منہ بنا کر معصومیت سے شرارتی انداز میں کہا تو دونوں کے سنجیدہ چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی، وہ ایسا ہی تھا سب کو خوش رکھنے والا، اس لیے وہ اسے بھی "حدی" پکارتے تھے، کیونکہ خود ان دونوں کا بک نیم "حدی" ہی تھا۔ یونیورسٹی میں ان کا گروپ "حدی ٹرائی اینگل" کہلاتا تھا بہت کم ہی کوئی ان کا پورا نام جانتا تھا سوائے قریبی دوستوں کے۔

☆ . ☆ . ☆

وہ کتابیں کھولے بلکہ اپنے اردگرد پھیلائے بڑھ رہا تھا یا شاید پڑھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب تب ہوتا جب اس کا دھیان اس طرف ہوتا، پڑھائی تو جیسے اور یکسوئی مانگتی ہے اور وہ ہی اس وقت مفقود تھی، اس کے حواسوں پہ تو بس ایک ہی صورت چھائی ہوئی تھی اور یاد جو کوشش کے بھی وہ اس کے خیالات سے چھٹکارا نہ پا سکا تھا، ایسے میں پڑھائی میں یکسوئی کیا خاک ہوتی۔

"حدی! کیا بات ہے؟ تم آج کل کچھ چپ چپ سے ہو، کوئی پریشانی ہے کیا؟" آپی کس وقت کمرے میں آئیں اسے پتا ہی نہ چلا تھا۔

"نہیں تو۔" اسے اچانک ہی اپنا بریک اپ یاد آیا تو اس نے مختصر سا جواب دے کر کتاب سامنے کر لی۔

"اچھا تو پھر کوئی ناراضی۔"

"نہیں۔" پھر مختصر جواب دیتا کتابیں کتاب۔ یوں جمی تھیں جیسے بڑی دلچسپ کتاب ہو، آپی نے بغور حدی کی شکل دیکھی، موٹی موٹی کتابوں کے پیچھے خفا خفا صورت بنائے بیٹھا حدی، آپی کو ہنسی آ گئی۔

"اچھا اگر کوئی ناراضی نہیں ہے تو پھر یہ کیا منہ پھلایا ہوا ہے، چلو منہ سیدھا کرو اور بوجھو میں کیا لائی ہوں؟" آپی نے اس کے آگے سے کتابیں دوستانہ انداز اپنایا تو اس نے منہ بنایا۔

"لائی ہوں گی اپنی لاڈلی بھابی کے لیے کچھ۔ حدی نے اور کچھ چیلنجنگ انداز میں طنز کیا، تو وہ مسکرائیں۔

"ارے نہیں بھئی لاڈلی بھابی کے لیے نہیں بلکہ اپنے بھائی کے لیے لائی ہوں، بھلا پوچھو کیا؟" آپی نے مسکراتے ہوئے پیار سے حدی کے بال بکھیرتے ہوئے۔

"کیا؟" اس نے بے دلی سے پوچھا۔

"اپنی بھابی کی تصویر۔" آپی نے خاکی لفافہ اس کے سامنے کیا۔

"اب اس تصویر کا کیا کروں، جب دل میں کسی اور کی تصویر نقش ہو چکی ہے" اس نے دل میں سوچا مگر کہا کچھ نہیں۔

"اس کی کیا ضرورت تھی؟" حدی سپاٹ انداز میں بولا تو آپی ہنسیں۔

"اچھا اگر ضرورت نہیں تھی تو پھر کیوں اداس بنے پھر رہے ہو اتنے دنوں سے؟" اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا یا آپی خود ہی لفافے میں سے تصویر باہر نکالتیں، بھائی کی کال آ گئی۔

"میں ذرا آتی ہوں، یہ پڑا ہے لفافہ دیکھ لینا تصویر۔" اور وہ باہر چلی گئیں۔ حدی نے بے دلی سے لفافہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ڈال دیا کہ اب کیا فائدہ، کون سا اس کے دیکھنے سے لڑکی بدل جائے گی۔

☆ . . ☆ . . ☆

"حادی جان! ذرا بوجھو میرے پاس تمہارے لیے کیا ہے؟" حادیہ صحن میں بیٹھی لہسن چھیل رہی تھی جب بھابی اس کے قریب آ کے بیٹھیں اور مسکراتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

''مجھے کیا پتا؟'' حادی کا موڈ سخت آف تھا، کیونکہ سکینہ خاتون مکس سبزی بنا رہی تھیں اور آج تو انھوں نے حادی کو سختی سے کہہ دیا تھا کہ وہ بھی سبزی ہی کھائے گی اور ان کی طرف سے کسی بھی قسم کی کوئی رعایت نہیں ملے گی، ان کے اسی حکم نے اس کا موڈ خراب کر دیا تھا، اسے اس وقت کسی کی بھی موجودگی گوارا نہ تھی اور نہ ہی کسی بات میں دلچسپی تھی۔

''اوہو... تو کر دو نا!'' بھابی مصر تھیں کہ وہ بولے۔

''بھابی پلیز! مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' اس نے بے دلی سے انھیں ٹالنا چاہا۔

''بھئی! اب تم چاہو نہ چاہو، ورتو ہے ہی صرف تمہارا۔'' بھابی نے اس کے روکھے جواب کو خاطر میں لائے بغیر شرارت سے کہا تو ورچونکی۔

''کون؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے انھیں دیکھا۔

''حدی۔'' وہ شرارت سے مسکرائیں۔

''اس کا یہاں کیا ذکر؟''

''ذکر نہیں تصویر... اس کی تصویر ہے میرے پاس۔'' بھابی نے ڈرامائی انداز میں سسپنس پھیلایا۔

''اب تصویر کہاں سے آ گئی؟'' ور طنزیہ بولی۔ پہلے جب ور مانگ رہی تھی تو جواب ملا تھا کہ۔

''اس کے گھر والوں نے تصویر نہیں دی تو ہم کیسے مانگیں اور اب!'' اس نے دل میں سوچا مگر کہا نہیں۔

''میں لائی ہوں تمہارے لیے۔'' بھابی نے بتایا ہے اس کی آپی کی کال آئی تھی وہ کہہ رہی تھیں کہ انھیں تمہاری تصویر چاہیے، حدی نے دیکھنی ہے تو میں نے بھی کہا کہ میں بھی حدی کی تصویر رکھانا چاہتی ہوں مگر اباجی کے سامنے یہ خواہش ظاہر نہیں کر سکتی تو ور کہنے لگیں کہ ہم یہ تصویر ور رکھ کے تصویریں ایکسچینج کر لیتے ہیں، میں نے ہاں کہہ دی اور اب دیکھو تمہاری تصویر یہاں اور حدی کی تصویر تمہارے پاس آ گئی ہے، اب کہاں رکھنا ہے اسے؟'' بھابی نے تفصیل سنانے کے بعد اس سے سوال کیا۔

''اگر بابا کو پتا چل گیا تو؟'' ور پریشان ہو گئی۔

''ارے نہیں بھئی! انھیں پتا چلے گا، اب وہ تو بتانے سے رہے ہونگے پہلے انھوں نے کی ہے اور نہ میں نے بتا کر اپنی شامت بلانی ہے، باقی رہ گئے تم اور حدی، تو تم دونوں نے [illegible] کیا ہے، پھر بھلا کیسے پتا چلے گا کسی کو؟'' بھابی نے سمجھایا تو اس نے سکون کا سانس لیا، کچھ دیر کے لیے ہی سہی مکس سبزی کا غصہ ذہن سے ہٹ گیا تھا۔

''کرن بیٹا! زین کا فون آیا تھا وہ کہہ رہا ہے کہ ور پہنچنے والا ہے، تم تیار رہو۔'' اس سے پہلے کہ حادیہ کوئی جواب دیتی، اندر سے امی کی آواز آئی تو بھابی اٹھ کھڑی ہوئیں، بھائی کے دوست کی شادی کا نائٹ فنکشن تھا، جس پہ وہ انوائیٹڈ تھے۔

''میں اسے کہاں رکھوں؟'' بھابی نے پھر سوال دوہرایا۔

''میرے روم میں کچھ بکس بیگ سے باہر پڑی ہوئی ہیں، ان میں رکھ دیں، میں فارغ ہو کر کچھ کر سنبھال لوں گی۔'' اسے فوراً وہی جگہ ذہن میں آئی، بھابی نے جلدی سے جا کر تصویر رکھی اور تیار ہونے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

وہ نہا دھو کر فارغ ہوئی تو مغرب کی اذان ہو گئی، نماز پڑھنے کے بعد اباجی نے اسے اپنے کمرے میں بٹھا لیا اور کافی دیر وہ دونوں باتیں کرتے رہے، پھر جیسے تیسے اس نے مکس سبزی کو حلق سے اتارا، اباجی بھی سامنے بیٹھے تھے،

سو وہ انکار کر بھی نہیں سکتی تھی، پھر بعد میں عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وہ پڑھنے بیٹھ گئی، تصویر بالکل بھی ذہن سے نکل گئی وہ صبح ریزے جاگی اور جلدی جلدی تیار ہو کے بغیر ناشتے کے یونیورسٹی چلی گئی۔

یونیورسٹی میں اپنی فرینڈز زینش اور نائمہ کی باتوں سے اسے ایک دم تصویر یاد آئی، اس نے اپنی ساری بکس باری باری چیک کیں مگر تصویر ندارد۔ اسے فکر لاحق ہوگئی کہ کہیں تصویر بک سے گر نہ گئی ہو، اگر گھر میں کسی کے ہاتھ لگ گئی تو... پھر باقی سارا ٹائم وہ پریشان ہی رہی، نہ جانے بھابی نے کون سی بک میں رکھی تھی تصویر؟ گھر آ کر اس نے بھابی سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ ٹیبل پر اس کے بیگ کے ساتھ رکھی بکس میں سے ایک میں تصویر رکھی تھی انھوں نے، تب حارہ کو یاد آیا کہ ٹیبل پہ تو اس کی یونیورسٹی کی بکس کے علاوہ بھی کچھ فالتو بکس پڑی تھیں، جو کل ہی اس نے الگ کی تھیں، وہ فوراً کمرے میں گئی مگر ٹیبل کو خالی پا کر مزید پریشان ہوگئی۔

''امی! میری اسٹڈی ٹیبل پہ کچھ بکس پڑی تھیں۔'' اس نے فوراً امی کے پاس جا کر ان سے پوچھا۔

''کون سی بکس؟''

''وہ میرے ٹیبل پہ پڑی تھیں، ہماری صفائی کے دوران الگ کی تھیں۔'' اس نے امی کو یاد دلایا کہ صفائی کے دوران انھوں نے کہیں اسے نہ دے دی ہوں۔

''اچھا وہ بکس... وہ تو میں نے ردی میں دے دیں۔'' امی کو یاد آیا تو انھوں نے بتایا۔

''ردی میں...؟'' حارہ کو جیسے کرنٹ چھو گیا۔

''ہاں ردی میں، ہم نے کہا تھا ناں کہ فالتو کتابیں نکالی ہیں ردی کے لیے آج اتفاق سے آ گیا تھا ردی والا تو میں نے فوراً دے دیں، مگر تم پریشان کیوں ہو رہی ہو؟'' امی پوچھتے ہوئے آخر میں بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

''کچھ نہیں... وہ کچھ نوٹس نہیں مل رہے شاید ان کتابوں کے ساتھ ہی ردی میں...!'' وہ منہ لٹکائے آہستگی سے بڑبڑاتی اندر چلی گئی۔

''اوخ آ... بھابی کی اتنی محنت سے تصویر بنی تھی، کیا بنا ہوا تھا اگر میں کل ہی دیکھ لیتی، کاش! میں اس وقت لہسن نہ چھیل رہی ہوتی۔'' وہ سوچ رہی تھی رات کو بھابی اکیلے میں ان کے پاس آ گیا۔

''جی جناب! کیسا لگا حدی، ہماری گڑیا کو؟'' بھابی نے شرارتی انداز میں سوال کیا۔

''آ... ٹھیک ہے۔'' اسے سمجھ نہ آیا کہ انھیں کیا جواب دے۔

''صرف ٹھیک...؟'' بھابی کو حیرانگی ہوئی اس کے جواب پہ۔

''جب دیکھا ہی نہیں تو کیا بتاؤں کہ کیسا ہے؟'' اس نے دل ہی دل میں حسرت سے سوچا مگر بولی کچھ نہیں۔

''اوہو... یعنی ابھی سے شرم آ رہی ہے۔'' بھابی نے اس کی خاموشی کو شرم کے معنی پہنائے۔

''وہ صرف ظاہری ہی نہیں، دل کا بھی بہت اچھا ہے، میری ملاقات ہوئی ہے اس سے، ڈونٹ وری ڈیئر وہ بہت اچھا لائف پارٹنر ثابت ہوگا۔'' بھابی نے شفقت و محبت سے اس کے بال سنوارے اور اٹھ کے چلی گئیں۔

''ہائے حارہ بی بی! اب حوصلہ رکھو، ایک ہی بار نکاح کے بعد لائیو دیکھنا حدی صاحب کو۔'' اس نے اپنے دل کو تھپک کر سلایا۔

تصویر کی پریشانی میں اسے بالکل بھی یاد نہ رہا کہ اس نے رات کو ردی کے لیے نکالی گئی کتابوں میں سے ایک بک واپس الماری میں رکھی تھی جو کہ غلطی سے نکل آئی تھی۔

☆---☆---☆

حادی کینٹین میں بیٹھی تھی جب اسے اپنے پیچھے "حدی" نام کی پکار سنائی دی تو اس نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا، قریب ہی ٹیبل پر دو لڑکے بیٹھے تھے، آواز ان میں سے ایک نے دی تھی، چونکہ بھائی نے بتایا تھا کہ حدی اس کی یونیورسٹی میں ہی پڑھتا ہے تو وہ سوچتی تھی شاید کبھی ملاقات ہو جائے وہ سیدھی ہو کر بیٹھی، کان پیچھے ان دونوں کی طرف ہی لگے تھے تاکہ ان کی باتوں سے کچھ اندازہ ہو سکے کہ کون حدی ہے مگر بے سود۔ وہ دونوں پتا نہیں کون سی ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے۔

"پتہ ہے حدی! آج میرا یونیورسٹی آنے کا بالکل بھی دل نہیں کر رہا تھا۔" وہ بے دلی و مایوسی سے اٹھنے لگی تھی کہ اچانک اس جملے نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا، اس نے اٹھنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے کان پیچھے کی طرف پھر لگائے، کیونکہ اس آواز کا مخاطب کوئی "حدی" تھا۔

"یار حدی! آج کل میرا بھی آنے کا دل نہیں چاہتا، عجیب بے زار سا موڈ ہو جاتا ہے، صبح کے وقت۔" اس آواز کا مخاطب بھی حدی تھا، حادی تو پریشان ہی ہو گئی کہ دو الگ الگ مگر ہم نام ایک ہی۔

"عجیب مصیبت ہے، اب کیسے پتا چلے کہ ان میں سے "وہ" حدی کون ہے؟" حادی سخت کوفت زدہ ہوئی۔

"کاش میں نے اس وقت تصویر سنبھال لی ہوتی۔" اسے اب پچھتاوا ہونے لگا اپنی حماقت پر، مگر اب پچھتاوے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت (ردی نے لڑی تصویر کو)۔ وہ بے دلی سے اٹھ کے اپنے ڈپارٹمنٹ کی جانب بڑھ گئی۔

لاسٹ کلاس اٹینڈ کرنے کے لیے وہ سیڑھیاں اترتی نیچے آ رہی تھی، جب اوپر چڑھتے حدید سے ٹکرا گئی اور دونوں کی بکس بھی گر گئیں۔

"اوہ... سوری!" اس نے فوراً معذرت کی۔

"اٹس اوکے!" حدید نے مسکرا کر جواب دیا اس کی کالی آنکھیں چمک اٹھیں، وہ دونوں بکس اٹھانے لگے، حادیہ کی بکس میں کچھ نوٹس بھی تھے جو کہ [illegible] تھے، حدید نے فوراً انہیں اکٹھا کیا اور لا کر حادیہ کو تھمایا، اس دوران ایک نظر اس کی سن موہنی صورت پر بھی ڈالی، جو اس کے دل کا سکون لے اڑی تھی۔

"آپ کی کوئی فرینڈ نہیں ہے؟" اس کے ہاتھ سے اپنی [illegible] لیتے ہوئے حدید نے بے اختیار سوال کیا، جس پر اس نے چونک کے اسے دیکھا۔

"کیوں؟" اس نے حیرانگی سے اس کے سوال کا مقصد پوچھا۔

"وہ دراصل جب بھی آپ کو دیکھا، آپ اکیلی ہی ہوتی ہیں ناں اس لیے۔" اس نے اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں وضاحت دی۔

"دراصل ہماری کلاسز الگ الگ ہیں، اس لیے جب میں فری ہوں تو وہ بزی ہوتی ہیں۔" حادیہ نے جواب دیتے ہوئے اس کی طرف دیکھا، اس کی پرشوق نگاہیں مسلسل اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں، حادیہ نے گھڑی پر بندھی گھڑی دیکھی وہ کلاس کے لیے لیٹ ہو رہی تھی۔

"ایکسکیوزمی!" وہ بولتے ہوئے سیڑھی کا ایک اسٹیپ اتری۔

"اوہ... سوری!" اس کے ایکسکیوزمی کہنے پر اسے احساس ہوا کہ وہ اس کے راستے میں کھڑا ہے، سیڑھیاں چونکہ تنگ تھیں اس لیے ان پر سے ایک وقت میں ایک ہی بندہ با آسانی اتر سکتا تھا، وہ بے چارہ شرمندہ ہوتے ہوئے سائیڈ پر ہوا تو وہ جلدی سے آگے بڑھی۔

"آ... سنیے!" وہ دو ہی سیڑھیاں اتری تھی، جب عدیدے نے اسے پکارا۔
"جی؟" اس نے پلٹ کر دیکھا۔
"آپ فیئر ویل پارٹی میں آئیں گی ناں؟" وہ آنکھیں پھیلا کر پوچھتا گویا اس کے آنے کی تصدیق چاہ رہا تھا، جیسے وہ دونوں بچپن کے گہرے دوست ہوں، ہنستر لگا ہیں اس کے چہرے پر ہی لگی تھیں۔
"جی... مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" عادیہ کے جواب پر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں، وہ اپنی خوشی پر قابو پاتا بمشکل بولا۔
"آ... بس... ایسے ہی... جنرلی پوچھ رہا تھا، اوکے سی یو سون!" وہ مسکرا کر بولتا پلٹ گیا، اور وہ اس عجیب وغریب لڑکے کو دیکھتی ہی رہ گئی۔
"عجیب انسان ہے، بات بات پر مسکراتا ہے۔" وہ اس کو جاتا دیکھ کر سوچتے ہوئے خود ہی مسکرائی، پھر آگے بڑھ گئی۔

☆---☆---☆

پھر دو دن بعد ہی وہ لڑکا دوبارہ نظر آیا، وہ کینٹین میں بیٹھی اپنی فرینڈز کا ویٹ کرتے ہوئے چائے کھا رہی تھی، جب وہ اپنے دوست کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے آ کر قریبی ٹیبل پر بیٹھا، اس کی نظر اس پر نہیں پڑی تھی۔
"آج وہ نہیں آیا، یعنی آج بھی اس کا یہ حسرت بھرا جملہ سننے سے بچ گئے ہیں۔" وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے آگے کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھے۔
"کاش... میری بھی تم لوگوں کی طرح ایک گرل فرینڈ ہوتی، جس کے نہ مجھے اور نہ میں نے اسے دیکھا ہوتا، اور عید پر ہمارا نکاح فکس ہوتا، کتنا مزہ آتا یار! مجھے تو سوچ سوچ کر ہی اتنی ایکسائٹمنٹ ہو رہی ہے اور تم دونوں ایسے ہی بوگی شکلیں بنائے رکھتے ہو۔" حمدی نے حماد کے اندار دھمکیاں کی تھی، اسی اثنا میں عادیہ نے اس کے حسرت بھرے انداز پر چونک کر اسے دیکھا، ان دونوں کا رخ سامنے کی طرف تھا۔
"مطلب یہ ابھی سنگل ہے، اصلی حمدی شاید باقی دونوں میں سے کوئی ہے، مگر کون؟" عادیہ پریشان ہو گئی۔
"اسی لیے تو کہتے ہیں کہ شادی موتی چور کا لڈو ہے، کھانے والا بھی پچھتائے اور نہ کھانے والا بھی۔" حمید نے مسکراتے ہوئے اس حسرت بھرے جملے پر چوٹ کی۔
اس لمحے عادیہ کو کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا، یہ جان کر کہ اس سے کترانے والا لڑکا اور اس کا منگیتر حمدی کوئی اور ہے، کچھ مایوسی سی ہوئی، پھر بڑی بے دلی سے باقی چائے کھا کر وہ وہاں سے اٹھ گئی۔

☆---☆---☆

ان کی فیئر ویل پارٹی میں صرف ایک ہفتہ ہی رہ گیا تھا، اور اس ایک ہفتے میں تین چار بار ان دونوں کا آمنا سامنا ہوا، اور ہر بار اس کی آنکھوں میں سے آنے والی مسرت بھری چمک اور ہونٹوں پر بکھرنے والی مسکراہٹ اسے عجیب سی کیفیت سے دوچار کر دیتی، وہ نا سمجھ تو تھی نہیں کہ ان آنکھوں کا پیغام نہ سمجھ پاتی، وہ پوری کوشش کرتی کہ دوبارہ اس سے سامنا نہ ہو کیونکہ وہ کسی لاحاصل سفر کا حصہ بننا نہیں چاہتی تھی، اور اسی ارادے کے زیر اثر اس نے فیئر ویل میں آنے کا ارادہ بھی منسوخ کر دیا، اس کی فرینڈز ریمنڈ اور عاصمہ تو اس کا انتظار کرتے ہی تھک پا ہو گئیں اور اسے خوب کھری کھری سنا کے اسے سنائے بغیر قطع کلام کر گئیں، اس سے پہلے ہمیشہ وہ اس کو اصرار کر کے ہر بات منوا لیتی تھیں مگر اس بار انھوں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا، انھیں غصہ آیا کہ بھلا فیئر ویل بھی کوئی چھوڑنے کا فنکشن ہے؟

اب صبح فیئر ریل تھا مگر نائمہ یا بینش میں سے نہ کسی نے کوئی ایس ایم ایس کیا نہ ہی کوئی کال، جبکہ اس بار سخت بائیکاٹ تھا اس کے انکار پر، مگر جب اس کی بھابی کو پتا چلا کہ وہ نہیں جا رہی تو وہ بہت حیران ہوئیں اور کچھ پریشان بھی۔

"عادیہ! تم تو اتنی ایکسائیٹڈ تھیں، اس دن کے لیے پھر اب کیا ہوا؟" وہ حیران تھیں کہ عادیہ نے تو اسپیشل نیا ڈریس بنوایا تھا اور ساری تیاری مکمل کی تھی پھر اب وہ کیوں نہیں جا رہی؟

"پتا نہیں بھابی! دل نہیں کر رہا۔" اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا، اب انھیں کیا بتاتی کہ وہ اس کی وجہ سے نہیں جا رہی۔

"نہیں عادی! یو آر ڈوئنگ رانگ، یہی تو لائف کا گولڈن پیریڈ ہوتا ہے، بے فکری اور آزادی کا ٹائم اور فیئر ویل ایک یادگار دن، یہ دن ہمیشہ اپنی یادوں کے ساتھ تم سب کے دل میں سیف رہے گا، کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کے بعد تم فرینڈز دوبارہ کب ملو گی؟ بھی مل پاؤ گی یا نہیں، دیکھو لڑکے تو شادی کے بعد بھی دوستوں سے مل لیتے ہیں، ان کے ساتھ انجوائے کر لیتے ہیں مگر لڑکیاں، اور تو صرف اپنی دو دوستوں کے ساتھ گزارے اچھے وقت کو یاد ہی کر سکتی ہیں، ان کے لیے شادی کے بعد اور پہلے کی طرح انجوائے کرنا امپاسبل ہوتا ہے، رئیلٹی کانٹ امیجن کہ کتنی ڈفرنٹ لائف ہو جاتی ہے، جس میں ہماری دوستیاں بہت پیچھے کہیں رہ جاتی ہیں۔" بھابی بول رہی تھیں اور وہ چپ چاپ سر جھکائے انھیں سن رہی تھی۔

"عید پر تمہارا نکاح ہے، اس کے بعد کب وہ لوگ رخصتی کی ڈیٹ مانگ لیں، کوئی پتا نہیں، سو پلیز انجوائے یور سیلف یار!" بھابی نے پیار سے سمجھایا، وہ چاہتی تھیں کہ عادی اپنا فیئر ویل مس نہ کرے اور یہ یادگار دن ضرور اپنی فرینڈز کے ساتھ گزارے۔

"چلو شاباش، اٹھو اور سب فرینڈز کو انفارم کرو آج آ رہی ہو۔" بھابی نے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے مسکرا کر کہا اور پیار سے اس کے بال سنوار کے باہر چلی گئیں۔ بھابی کی [illegible] نے اسے بھی سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ ایک انجان کی وجہ سے اپنا پروگرام خراب کر رہی ہے اور اپنی اتنی اچھی [illegible] کر رہی ہے، اس شخص کی وجہ سے جس کے بارے میں وہ صرف اتنا جانتی ہے کہ وہ اس کا یونیورسٹی فیلو رہا [illegible] ہے۔

"وہ کیوں اس سے ڈر رہی ہے، کیا بگاڑ لے گا وہ اس کا، [illegible] کہتا تو نہیں ہے پھر میں کیوں ایسا کر رہی ہوں؟"

مگر اس کی آنکھیں؟ ان آنکھوں میں اسے دیکھ کر جو مسرت بکھر جاتی ہے اور [illegible] یہی متبسم نگاہیں اور لب اسے نظریں چرانے اور کترانے پر مجبور کر دیتے تھے۔

"دیکھتا رہے ... مجھے کیا، میں جاؤں گی ضرور۔" آخر عادیہ نے مضبوط دل کے ساتھ تہیہ کیا اور اپنی وارڈ روب سے کپڑے نکالنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی، اس نے سوچا کہ نائمہ اور بینش کو نہیں بتائے گی اور اچانک ان کے سامنے جا کر انھیں سرپرائز دے گی۔

"کتنا خوش ہوں گی ناں دونوں، غصہ بھی کریں گی، مگر خیر ہے ان کا غصہ بھی قبول ہے، آخر کو ہیں تو میری سہیلیاں، جن کے ساتھ میں نے اپنے اسکول، کالج پھر یونیورسٹی کے سب ہی سنہری پل گزارے ہیں، ان کا دل تو نہیں توڑ سکتی ناں۔" وہ دل ہی دل میں سوچتی مسکراتے ہوئے اپنی چیزیں نکالنے لگی۔

☆... ☆... ☆

سی گرین ڈریس میں بالوں کا نفیس سا جوڑا بنائے، ہلکے پھلکے سے میک اپ میں وہ بے حد خوبصورت لگ رہی تھی، اسے سامنے پا کے جیسے اس کی سہیلیاں خوشی سے اس کی طرف لپکیں اور ان کے چہروں پر رونق در آئی، عادیہ نے بے اختیار سوچا کہ وہ آج نہ آ کر ان کو کس قدر ہرٹ کرنے والی تھی، اس کی یہ پیاری سہیلیاں جو اسے دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھی تھیں اور اس کے انکار کے باوجود بھی شدت سے اس کی منتظر تھیں۔

منتظر تو کوئی اور بھی تھا، بڑی شدت و بے چینی سے، باوجود اپنے دل و دماغ کے مابین چھڑی جنگ کے، وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا صرف ایک بار، شاید آخری بار، اس کے بعد نہ جانے کبھی ملاقات ہو نہ ہو، وہ آج اسے جی بھر کے دیکھنا چاہتا تھا، وہ جو سوچ رہا تھا کہ اس کی سادگی میں اتنا حسن ہے اگر وہ تیار ہو تو کیسی لگے گی، اور اب اسے دیکھ کر اس کی نظریں تو گویا اس پر سے ہٹنا بھول گئیں اور وہ پلکیں جھپکنا ہی بھول گیا، وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھڑی کسی بات پر مسکرائی تو وہ اسے مسکراتا دیکھ کر مسکرایا۔

گنگناتے آویزوں سے اس کا خوبصورت چہرہ دمک رہا تھا، وہ تو شاید ایک ٹک اسے ہی دیکھتا رہتا، اگر وہ وہاں سے ہٹ نہ جاتی، اچانک پیچھے سے کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر پلٹا، حمید اور حماد کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"ابھی ہے، بہت سوٹ بھی کرے گی تمہارے ساتھ، بٹ صرف خوابوں میں ہی، یو آر انگیجڈ بار! اس رئیلیٹی کو مت بھولو۔" حمید کی بات پر حماد مسکرایا، اس کی بات مکمل ہوتے ہی اس کی شکل ایسی بن گئی جیسے منہ میں کڑوا بادام آ گیا ہو۔

"حقیقت کڑوی ہی ہوتی ہے ڈیئر، مگر اسے قبول کرنا ہی عقلمندی ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے اسے سمجھایا تو وہ خاموشی سے اردگرد دیکھنے لگا، وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

"چل یار حمدی! ایسا کر، آج جتنا دیکھنا ہے اسے دیکھ لے، پھر بھول جانا۔" حماد نے مشورہ دیا تو اس کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆.....☆

"ویسے ایک بات ہے، تم ہو بڑی کمینی۔" عادیہ بمشکل دانیہ کو منا کے آ رہی تھی کہ نائلہ بولی، ساتھ ہی بینش نے بھی سر ہلا کر اس کی تائید کی، وہ دونوں اسے [illegible] گلے ملنے کے بعد منہ بنا کے ناراض ہو کے آگے چل پڑیں اور وہ پیچھے پیچھے ابھی انہیں منا کے لائی تھی کہ نائلہ کی بات پر حیران ہوئی۔

"کیوں، میں نے کیا کیا ہے؟"

"ابھی تک ہمیں ہمارے دولہا بھائی کا نام تک نہیں بتایا تم نے ایڈیٹ! ہمیشہ ہی ٹال جاتی ہو۔"

"شرم آتی ہے ناں بے بی کو۔" نائلہ ہنسی۔

"اب بھلا نام بتانے میں کیسی شرم؟" بینش نے طنز کیا۔

"ارے نہیں بھئی! ایسی کوئی بات نہیں ہے یار! وہ اچھو ٹیلی، جب منگنی ہوئی تھی تو مجھے بہت غصہ تھا سب پر، اسی غصے میں، میں نے اس کا نام بھی دھیان سے نہیں سنا، اور نہ ہی دوبارہ امی یا بھابی سے پوچھا، تو مجھے نہیں پتا اس کا نام۔" اس نے بے چارگی سے اپنی داستانِ غم سنائی تو دونوں کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا۔

"اوہ مائی گاڈ! جس کے ساتھ تم انگیج ہو اور کچھ دنوں تک جو نام تمہارے نام کے ساتھ جڑنے والا ہے، تمہیں وہ نام ہی معلوم نہیں، ہاؤ ایڈیٹ یو آر حادی!" بینش کو اس پر بے تحاشا غصہ آیا۔

''پلیز درستگی فرمائیں، کچھ دن نہیں پورا رمضان ابھی پڑا ہوا ہے۔'' نائمہ نے اس کی درستگی کی تو وہ ہنسی۔
''تو رمضان کون سا دور ہے، ہفتے بعد شروع ہو جائے گا اور پھر دن جیسے پر لگا کر اڑیں گے، رمضان ختم! عید بھی آجائے گی اور پتہ بھی نہیں چلنا جناب!'' بینش نے خفگی سے کہا اور پھر حادیہ کو گھورا۔
''مجھے اتنا پتہ ہے کہ اس کا نک نیم 'حادی' ہے اور وہ اسی یونیورسٹی میں ایم بی اے کا اسٹوڈنٹ ہے۔'' حادیہ جو بینش کے گھورنے پر سہم گئی تھی، اچانک یاد آنے پر جلدی سے بولی۔
''حدی... سنا ہوا لگتا ہے یہ نام۔'' بینش نے ذہن پر زور دیا۔
''وہ حدی برائی ا... گروپ ہے MBA ڈپارٹمنٹ میں۔'' نائمہ نے بتایا۔
''اوہ... یعنی ان میں سے کوئی ہے تمہارا فیانسی۔'' بینش پرجوش ہوئی۔
''مجھے کیا پتا؟'' حادیہ نے بے چاری سی شکل بنائی۔
''ان میں سے ایک نام حماد ہے اور باقی دو انجیئر ہیں۔'' نائمہ نے مفید معلومات فراہم کیں۔
''ہاں تو چلو... چل کے ابھی پوچھ لیتے ہیں ناں، ان سے کہ تمہارا والا حدی کون ہے؟'' بینش فوراً کھڑی ہو گئی۔
''ارے نہیں نہیں، مجھے نہیں لگتا، کیا سوچیں گے وہ ہمارے بارے میں۔'' نائمہ اور حادیہ نے بمشکل اسے روکا اور واپس بٹھایا، پھر انہیں تصویر والا قصہ بھی سنایا، جسے سن کر بینش نے سر پکڑ لیا۔
''اف... اللہ کیا... تم لوگ پہلے یہ نہیں سنا، اب تصویر بھی گمادی، کیا بنے گا تمہارا حادی؟''
''ویسے یار! ایک بات ہے۔'' نائمہ نے سنجیدہ انداز میں لب کشائی کی تو وہ دونوں بھی متوجہ ہو گئیں۔
''کیا بات؟''
''اگر اس کی آپی حادی کی تصویر لے کر گئی تھیں تو اسے وہی تو ہو گی اور اس نے دیکھی بھی ضرور ہو گی، اور اگر ان تینوں میں سے کوئی اس کا حدی ہے، تو اس نے مجھ سے کوئی بات کیوں نہیں کی؟'' نائمہ کی بات پر وہ دونوں بھی سوچنے لگیں۔
''کیا پتہ وہ کسی اور کو پسند کرتا ہو، اور یہ منگنی اس کی مرضی کے بغیر ہوئی ہو، جب ہی اسے کوئی فرق نہیں پڑا، میرے یہاں ہونے سے۔'' حادیہ نے اداس لہجے میں اپنا خدشہ ظاہر کیا، جسے سن کر وہ دونوں کا لگایا۔
''تم بھی نمونہ ہی ہو، جب بھی سوچنا الٹا ہی سوچنا، یار! بندہ Positive بھی سوچ لیتا ہے ناں، جیسے کہ اس نے تصویر دیکھی ہی نہ ہو، جیسے اس کی تصویر تمہارے پاس آئی مگر تم نے نہیں دیکھی، ہے نا؟ اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہو۔'' بینش نے تصویر کا دوسرا رخ دکھانا چاہا تو نائمہ نے بھی تائید میں سر ہلایا۔
''ہاں ہو بھی سکتا ہے، اور نہیں بھی۔''
''آج کیا باتوں سے ہی پیٹ بھرنے کا ارادہ ہے؟ چلو ناں چل کر کچھ کھائیں۔'' نائمہ نے معصوم شکل بنا کر پوچھا تو وہ دونوں ہنستی ہوئیں کینٹین جانے کے لیے اٹھیں۔
''تم چل کے بیٹھو، ہم دونوں کچھ کھانے کو لاتے ہیں۔'' وہ دونوں بولتی ہوئیں اندر کینٹین کی طرف بڑھیں اور حادی کرسیوں کی سمت آئی، اپنے دھیان میں ادھر ادھر خالی کرسیوں کی تلاش میں وہ اچانک کسی سے ٹکرائی۔
''ہماری ملاقات ہمیشہ شاید ٹکروں میں ہی لکھی ہے۔'' مقابل نے مسکراتے ہوئے لب کشائی کی تو حادی نے اس کی طرف دیکھا۔
''سوری میں نے دیکھا نہیں تھا۔'' حادیہ نے اکلسکیوز کیا تو وہ مسکرایا۔

"اٹس اوکے آئیں، بٹ یو آل ویز ویلکم!" اس نے گہری نظروں سے حادی کو دیکھتے ہوئے معنی جواب دیا تو حادیہ نے شپٹا کے نظریں پھیر لیں۔
"ایکسکیوزمی!" وہ جانے کے لیے پلٹی۔
"تھینک یو!" پیچھے سے اس کی دھیمی آواز آئی تو اس نے پلٹ کر اسے دیکھا۔
"فار واٹ؟" حادیہ نے حیرانگی سے استفسار کیا۔
"آپ کے آج آنے کا۔" اس نے حسب معمول مسکراتے ہوئے جواب دیا تو حادیہ کی بھنویں تن گئیں۔
"ایکسکیوزمی، میں اپنی مرضی سے، اپنی یونیورسٹی میں، اپنی فرینڈز کے لیے آئی ہوں، آپ کے کہنے سے نہیں۔"
حادیہ نے سنجیدگی سے دوٹوک جواب دیا تو وہ نچلا لب دانتوں تلے دبا کے مسکرایا۔
"کیا میں آپ کا نام جان سکتا ہوں؟" اس نے پھر سوال کیا تو وہ جاتے جاتے رکی۔
"نجانے اس کے ساتھ کیا مسئلہ ہے؟" حادی نے دل ہی دل میں سوچا اور خفگی سے اسے دیکھا، اس سے پہلے کہ وہ کچھ جواب دیتی، بینش اور عائمہ آ گئیں۔
"حدے یار حد ہو گئی ہے، ہم تمہیں ساری طرف ڈھونڈ کے آ رہے ہیں۔" اچانک ہی پیچھے سے اس کے دوست بھی اس کو ڈھونڈتے آ پہنچے تھے، حمید نے تو اسے دیکھتے ہی بولنا شروع کر دیا۔
"ہائے!" حماد نے عائمہ کو دیکھ کے کہا تو جواباً عائمہ نے بھی اس کو "ہیلو" کہا۔
"انجوائنگ وداٹ فرینڈز آر؟" بینش اور اس نے ہاتھ میں پکڑی چاٹ کی پلیٹوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
"جی۔" عائمہ مسکرائی، وہ اس کا محلے دار تھا، کبھی کبھی وہاں سے کہیں بھی ملتا تو سلام دعا ہو جاتی تھی۔
"ہم بھی اسی لیے اس کو ڈھونڈ رہے تھے، چلیں کچھ کھا پی جا ہو جائے، یہ میرا دوست حمید ہے اور یہ۔۔۔؟" حماد نے حمید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس کا تعارف کروانا چاہا، اس سے پہلے کہ وہ حدی کا بھی تعارف کرواتا، بینش کو کسی نے پیچھے سے پکارا اور پھر وہ تینوں ایکسکیوز کرتی وہاں سے چلی گئیں۔
"میرا انٹروڈیوس رہ ہی گیا۔" ان کے یوں اچانک چلے جانے پر حدی نے منہ بنایا۔
"اچھا ہے، ضرورت بھی نہیں تھی۔" حمید کے جواب پر حدی نے گھورا۔
"اس کو ہی یاد رکھ جس کے ساتھ عید پر نکاح ہے، ادھر ادھر دیکھنا بھول جا میرے یار۔" حمید نے اس کے شانے پر بازو پھیلا کر سنجیدہ سے لہجے میں کہا، تو حدی لمبی سانس لے کر رہ گیا۔
باقی سارا ٹائم حادیہ کو اپنا آپ مسلسل دو آنکھوں کے پرتپش حصار میں محسوس ہوتا رہا، اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ آنکھیں کس کی ہیں۔

☆ ☆ ☆

بینش کا کہا درست ثابت ہوا، ماہ رمضان کا آغاز ہوا تو جس تیزی سے وقت گزرا، پتا ہی نہیں چلا کہ کب پہلا، دوسرا عشرہ اختتام پذیر ہوا، اور اب آخری عشرہ بھی مکمل ہونے کو تھا، آج متوقع چاند رات تھی، سب کہہ رہے تھے کہ چاند نظر آ جائے گا، وہ بھی چاند کی منتظر تھی اور ساتھ میں کل کے لیے پریشان و فکرمند بھی۔
رات کے کھانے کے بعد برتن دھوتے ہوئے بھی وہ مسلسل خاموش تھی، امی نے بھی کھانے کے دوران اور اس کے بعد بھی اس کی خاموشی کو نوٹ کیا، مگر کہا کچھ نہیں، کیونکہ وہ اس کے جذبات کو سمجھ سکتی تھیں، یہ وقت ہی ایسا تھا، کل کا دن وہ دن تھا، جس میں اس کے نام کے ساتھ اس کے والد کے نام کی جگہ کسی اور کا نام لگنے والا تھا۔

"چاند رات مبارک ہو عادی جان!" اچانک دروازے سے بھابی کی پرجوش آواز آئی تو وہ چونک کر اپنے خیالات سے باہر آئی۔

"آپ کو بھی مبارک ہو بھابی جان!" وہ مسکراتے ہوئے جواباً ان ہی کے انداز میں بولی تو بھابی ہنسیں۔

"اچھا تو پھر یہ چاند رات دم سب کے ساتھ اور اس گھر میں تمہاری آخری چاند رات ہے۔" ہنستے ہنستے بھابی ایک دم سنجیدہ ہو گئیں۔

"کیا مطلب؟" وہ پریشان نظروں سے بھابی کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"مطلب یہ کہ اس کے بعد اللہ خیر کرے تمہاری اگلی چاند رات تو تمہارے سسرال میں ہوگی ناں تمہارے اپنے گھر میں میری گڑیا!" بھابی نے شرارت سے اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیتے ہوئے وضاحت دی تو وہ شرما گئی۔

"اس چاند رات کو تو اسپیشل ہونا چاہیے ناں، کچھ یادگار سا، ہے ناں؟" بھابی کی بات پر وہ مسکرا دی۔

"تم تو شرماتی ہی ہو گی، ایسا کرتے ہیں کہ باہر چلتے ہیں، تم ظہیر میں تمہارے بھیا سے ابھی بات کرتی ہوں۔" بھابی نے فوراً پلان کیا اور وہ بھی اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے نکل پڑیں۔

اس سے پہلے وہ [illegible] چاند رات منائی تھی، اس بار وہ پہلی مرتبہ بھیا اور بھابی کے ساتھ چاند رات منانے گھر سے باہر جا رہی تھی۔ امی ابو سفر پر ہی رہے اور وہ تینوں باہر آ گئے۔ بھیا نے پہلے انھیں چاٹ کھلائی پھر ان دونوں کو چوڑیاں لے کر دیں۔

شادی کے بعد پاکستان میں یہ پہلی چاند رات تھی، سو وہ تو بہت خوش تھیں اور خوب انجوائے بھی کر رہی تھیں، مگر حادیہ کی یہ آخری چاند رات تھی ان لوگوں کے ساتھ، سو وہ کچھ اداس بھی تھی مگر چہرے پر مسکراہٹ سجا کے اپنی اداسی کو چھپانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

بھابی نے مہندی کے اسٹال سے مہندی لگوائی اور اسے بھی آفر کی مگر اس نے ان کی خوشی کی خاطر خاموشی سے بیٹھ گئی، بھابی نے اس کے دونوں ہاتھوں کی دونوں سائیڈوں پر مہندی لگوائی اور اصرار کر کر دی، حادیہ نے اس سے پہلے کبھی اتنی فل مہندی نہیں لگوائی تھی، سو اسے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔

یہاں سے فارغ ہو کر انھوں نے کافی ویرائٹی شاپنگ کی، عید کی شاپنگ تو پہلے ہی مکمل ہو چکی تھی، بھابی اسے مشورے دیتی رہیں کہ وہ شادی کے لیے ایسا ڈریس بنوائے اور ولیمے کے لیے ویسا، وہ خاموشی سے مسکراتی رہی، بھیا کو ایک جیولری شاپ پر ایک نیکلس بہت پسند آیا، انھوں نے فوراً اسی ڈیزائن کا ایک اور منگوایا اور دونوں خرید لیے۔

"یہ میری طرف سے تم دونوں کے لیے۔" بھیا نے جیولری باکس ان دونوں کی طرف بڑھائے، وہ ان دونوں کو گاڑی میں بٹھا کر خود اندر گئے تھے، اس لیے وہ نہیں جانتی تھیں کہ یہ کیا ہے، باکس کھولا تو وہ دونوں حیران رہ گئیں۔ نازک سی سلور چین پر جگمگ کرتے ڈائمنڈ لگے ہوئے تھے۔

"اس کی کیا ضرورت تھی بھیا؟" حادیہ نے سیٹ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ارے کیوں ضرورت نہیں تھی، مجھے اچھے لگے میں نے لے لیے۔" بھیا نے جیولری باکس بند کر کے شاپنگ بیگ میں ڈالے اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

"بٹ یہ تو بہت Expensive ہیں، اتنی فضول خرچی کی بھلا کیا ضرورت تھی؟" بھابی نے بھی پوچھا تو بھیا

ایک دم پلٹے۔
"حد ہے بھئی! میں نے گفٹ کیا، بجائے شکریہ کے تم دونوں اعتراض کر رہی ہو، میرے لیے تم لوگوں سے بڑھ کر کچھ Expensive نہیں ہے۔" بھیا خفا خفا سے بولے اور گاڑی آگے بڑھائی، حادیہ اور بھابی نے بے چارگی سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ایک ساتھ بولیں۔
"سوری پلیز!" بھیا نے کوئی جواب نہیں دیا اور گاڑی کی اسپیڈ تیز کردی اور پھر آئس کریم پارلر کے سامنے ہی روکی۔ وہ دونوں اتر کر اندر فیملی کیبن کی طرف بڑھیں، کچھ دیر بعد بھیا ٹرے میں مینگو آئس کریم کے 3 کپ رکھے آ گئے، خاموشی سے ان دونوں کے سامنے کپ رکھے اور خود سامنے کی کرسی پر بیٹھ گئے۔ مینگو آئس کریم حادیہ کی فیورٹ تھی، اسی لیے بھیا یہی لائے تھے۔
"بھیا! ہم کھائیں گے کیسے؟" حادیہ نے دونوں ہاتھ بھیا کے سامنے کرتے ہوئے معصومیت سے پوچھا تو فوراً ہی بھابی نے بھی اپنے ہاتھ سامنے کرتے ہوئے معصوم صورت بنالی، بھیا نے دونوں کی مہندی دیکھ کر مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور پھر آگے بڑھے اور خود ہی آئس کریم کھلانا شروع کی۔
سین کچھ یوں ہوا کہ پہلے وہ ایک چمچ حادیہ کو کھلاتے پھر دوسری بھابی کو، آخر میں اپنے منہ میں ڈالتے، بھیا کا غصہ اڑ چکا تھا، ان دونوں نے پھر سوری کیا، ساتھ میں نیکسس اور آئس کریم کے لیے تھینکس بھی، یوں تینوں نے ہنستے ہنستے آئس کریم ختم کی اور گھر واپس آ گئے۔
گھر پہنچ کر بھابی نے تو ہاتھ دھو لیے کہ انھیں امی کے ساتھ صبح کے لیے کچھ کام کروانے تھے، مگر حادیہ کو انھوں نے منع کردیا کہ وہ ابھی مہندی لگی رہنے دے تاکہ اچھا رنگ آئے گا۔
وہ خاموشی سے کمرے میں آ گئی، ابھی مہندی اتنی گیلی تھی، وہ کچھ دیر ادھر ادھر ٹہلتی رہی، پھر تھک کر بیڈ پر دراز ہوگئی، مگر آنکھیں موندتے ہی ایک چہرہ سامنے آ گیا، اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں۔
"یا اللہ! یہ کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔" وہ جھلی سے بڑبڑاتے ہوئے اٹھ بیٹھی، ایک عجیب سی کیفیت اسے گھیرے ہوئے تھی، جیسے وہ کوئی نام نہ دے پا رہی تھی، کل جس کے ساتھ عمر بھر کا تعلق جڑنے والا تھا، وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی، نجانے وہ کیسا تھا، کیسے مزاج اور عادتوں کا تھا۔
"پتا نہیں میں اسے کیسی لگی ہوں گی۔" وغیرہ جیسے سوالات اس کے دل کو بے چین کر رہے تھے، جو اس کا سب کچھ بننے والا تھا، اس کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتی تھی، کتنی عجیب بات تھی نا، اسے اپنی حالت پر ہنسی آئی۔
ان ہی سوچوں میں ڈوبے جانے کب آنسو آنکھوں سے بہہ کر گالوں پر پھیلے، حادیہ کو پتا ہی نہ چلا، اس نے دائیں کندھے سے آنسو پونچھے، ہاتھوں پر مہندی جو تھی، پھر بیڈ سے اٹھ کر کرسی پر جا بیٹھی، غیندا آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔
وہ سر جھٹک کر اٹھی اور فراغت سے چھٹکارے کے لیے بک ریک کی طرف بڑھی، بک نکالنے سے پہلے اس نے ایک نظر ہاتھوں کی مہندی پر ڈالی، انگلیوں کی جگہ سے سوکھ چکی تھی، جبکہ ہتھیلی پر کہیں کہیں ابھی گیلی تھی، اسی غور و خوض میں حادی کی نظر مہندی کے ڈیزائن میں بنے دل پر پڑی جس میں نفاست سے دو "H" بنے ہوئے تھے، وہ مسکرائی، یہ بھابی کی شرارت تھی، انھوں نے اس کی عدم دلچسپی سے فائدہ اٹھا کے مہندی لگانے والی لڑکی کو یہ ہدایت دی تھی۔
بک ریک میں پڑی بکس کو آگے پیچھے کر کے ایک بک نکالتے ہوئے اچانک ایک خاکی لفافہ نیچے گرا، وہ اٹھانے کے لیے جھکی۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے بٹوے لفافے کو الٹ پلٹ کے دیکھا، کچھ لکھا بھی نہیں تھا لفافے کے باہر۔ اس نے لفافے کے اندر جھانکا تو وہ کوئی تصویر تھی، اس نے تصویر باہر نکالی تو سامنے کی طرف اس کی پشت تھی جس پر "حدید" لکھا ہوا تھا، عادیہ کا دل زور سے دھڑکا۔

"یہ یہاں کیسی اور میں سمجھ رہی تھی کہ ردی میں چلی گئی ہے۔" عادیہ نے دل ہی دل میں سوچا اور دھڑکتے دل کے ساتھ تصویر پلٹی تو گویا آنکھیں جھپکنا ہی بھول گئی، تصویر میں وہی چہرہ تھا جو یونیورسٹی میں اسے دیکھ کر مسکرا اٹھتا تھا، وہ حیران ہوئی، پھر فوراً سر جھٹکتے ہوئے خود کو سرزنش کی۔

"اف ...ایک تو یہ میرے حواسوں پر چھا گیا ہے، اب حدید کی تصویر میں بھی یہ نظر آ رہا ہے۔" عادیہ نے بڑبڑاتے ہوئے تصویر بک ریک پر رکھی اور پلٹ کر ٹیبل پر رکھے جگ میں سے گلاس میں پانی انڈیلا اور وہیں ٹیبل پر بیٹھ کر پیا، پھر کچھ لمحوں بعد پھر بک ریک کی طرف بڑھی اور تصویر اٹھا کر دیکھی، مگر یہ کیا اس بار بھی وہاں "وہی" تھا، عادیہ کچھ دیر اسے یک ٹک دیکھتی رہی وہ جو تصویر میں بھی اسی دلکشی سے مسکرا رہا تھا، یہ معمہ عادیہ کے لیے ناقابل فہم تھا کہ حدید کی تصویر میں "وہ" کیسے اور کیوں نظر آ رہا تھا۔

"تو کیا یہی حدید ہے؟" عادیہ نے گویا خود سے سوال کیا اور پھر اس انکشاف پر مسکرائی، یونیورسٹی میں ہونے والے اپنے اور اس کے ٹکراؤ یاد آئے۔

"اچھا تو اسی لیے مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چپک جاتی تھی۔" وہ سوچتے ہوئے زیر لب مسکرائی اور تصویر کو اپنی الماری میں رکھے بیگز کی طرف بڑھ گئی، جانے کا ارادہ تھا مگر فی الحال تو گویا بھاگ گئی تھی، اسے تو گویا بہت اہم کا خزانہ مل گیا تھا، ساری بے چینی اور الجھنیں خود بخود ختم ہو گئی تھیں۔ وہ بے اختیار اسے سوچنے لگی۔ دل پر سکون ہوا تو نیند خود بخود آنکھوں کے کنارے اتر آئی اور عادیہ کو کون آغوش میں لے لیا۔

☆ ☆ ☆

عید کی صبح بہت خوبصورت اور دلکش تھی، ہلکی ہلکی [illegible] بادلوں نے آسمان پر ڈیرا ڈالا ہوا تھا۔ کہتے ہیں ناں کہ دل کا موسم اچھا ہو تو باہر کا موسم بھی اچھا لگتا ہے، عادیہ کا دل خوش تھا، اس لیے اسے ہر چیز اچھی لگ رہی تھی، موسم پہلے ہی خوشگوار تھا، مگر عادیہ کو تو خاص طور پر [illegible] ہر چیز مسکراتا ہوا اور خوش محسوس ہو رہا تھا۔

ابو اور بھائی عید کی نماز پڑھ کر آئے تو وہ فوراً ان کی طرف بڑھی، عید ملنے کے بعد ان کے سامنے ہتھیلی پھیلا کے عیدی مانگی تو ابو اور بھائی بے ساختہ اس کے بچکانہ انداز پر مسکرائے، ابو نے بے اختیار اسے اپنے ساتھ لگا کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

یہ منظر دیکھ کر کمرے سے نکلتی امی کی بھی آنکھیں بھر آئیں، ان کی لاڈوں پلی بیٹی، اس گھر کی رونق پرائی ہونے والی تھی، بھابی نے قریب آ کر امی کے کندھے پر بازو پھیلائے تو امی نے فوراً آنسو صاف کیے اور مسکرائیں۔ کچھ دیر میں دو لوگ آنے والے تھے، نکاح کے لیے دونوں طرف سے قریبی چند رشتے داروں کو ہی مدعو کیا گیا تھا، کیونکہ بڑا فنکشن تو ان دونوں کے امتحانوں کے بعد رخصتی کا ہونا تھا، جس پر سب رشتے داروں کو مدعو کیا جانا تھا۔ ان کے قریبی رشتے دار بھی آنا شروع ہو گئے، ظہر کے بعد نکاح ہونا تھا، بینش اور نائمہ بھی آ گئیں اور عادیہ کو خوب تنگ کیا دونوں نے، اس کی کزنز کے ساتھ مل کے، اس کے بتانے پر کہ حدید کی تصویر اس کی بک میں سے ملی ہے تو نائمہ اور بینش نے اسے خوب ستائیں، جواباً وہ مسکراتی رہی۔

وہ لوگ جب پہنچے تو ہما اور بینش اس کی کزنز کے ساتھ پھولوں کی پلیٹیں تھامے ان کے استقبال کے لیے لان میں کھڑی تھیں، باقی سب بھی نیچے تھے جبکہ حادیہ اوپر کمرے میں تھی اور اس کے پاس اس کی کزن رملہ تھی، جو یہاں خاموشی میں اپنی بیٹی کو سلانے آئی تھی۔

"حادی! آؤ ہم ٹیرس سے دیکھتے ہیں۔" رملہ، حادیہ کا ہاتھ تھامے ٹیرس کی طرف بڑھی۔

"نہیں آپی! کسی نے دیکھ لیا تو؟" حادی گھبرائی۔

"کوئی نہیں دیکھتا، نیچے سب بزی ہیں، ویسے بھی کسی کو کیا پتہ چلے گا کہ اوپر سے کوئی دیکھ رہا ہے یا نہیں؟" رملہ نے اسے مطمئن کیا اور دونوں ٹیرس پر آگئیں اور ذرا سا ریلنگ سے نیچے جھانکا۔ سب لڑکیاں پھول نچھاور کر رہی تھیں، اور ملنے ملانے کا سین جاری تھا۔ وائٹ شلوار قمیص کے بلیو کرتا پہنے، گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے حسب معمول دلکش مسکراہٹ لبوں پر سجائے حدید سب سے مل رہا تھا، حادی اسے دیکھ کر مسکرائی، اسی لمحے حدید نے سر اٹھایا اور اس کی نظر ریلنگ سے جھانکتے چہرے پر پڑی، حادی پر نظر پڑتے ہی اس کے مسکراتے لب جس تیزی سے سمٹے، اسی تیزی سے حادیہ مسکراتے ہوئے اندر کی طرف لپکی، حادیہ کی اس حرکت پر رملہ خوب ہنسی۔

"اف اللہ حادی! تم دونوں بہنیں جیسے کرنٹ لگا ہو، وہ تو اتفاق سے اس نے اوپر دیکھ لیا اور تم ہو کہ۔" رملہ مسلسل ہنسے ہوئے بول رہی تھی اور حادیہ اپنے دھڑکتے بے قابو ہوتے دل کو سنبھالتے ہوئے مسکرا رہی تھی، مگر دل تھا کہ تیز تیز دھڑکے ہی جا رہا تھا۔ اس کی ایک جھلک حدید کا تو سکون لے گئی، وہ جو بمشکل مسکراہٹ کے اپنے سسرالی رشتے داروں سے مل رہا تھا، اسے ارد گرد کے لوگوں سے کوفت ہونے لگی۔

"وہ یہاں ہے یعنی وہ میری سسرال کی رشتے دار ہے۔" حدید نے بے بسی سے سوچا۔

"ایسا بھی ہونا تھا میرے ساتھ، پہلے کیا کم تماشا تھی، جواب یہ نئی آزمائش؟" وہ مسلسل سوچے جا رہا تھا کہ قسمت نے اس کے ساتھ یہ کیا کھیل کھیلا ہے، کس طرح اس نے بمشکل اپنے دل پر جبر کر کے خود کو اس نئے رشتے کے لیے آمادہ کیا تھا اور اب۔ وہ لوگ ڈرائنگ روم میں پہنچ کر صوفے پر بیٹھے، حمید اور حماد اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

"حدی...! آر یو اوکے؟" وہ دونوں مسلسل اس کے ساتھ باتیں کر رہے تھے مگر اس کی طرف سے کوئی سپانس نہ پا کے حماد نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے تشویش سے پوچھا تو وہ چونکا اور خیالوں کے بھنور سے باہر آیا۔

"ہاں۔" حدید نے سوالیہ نظروں سے حماد کو دیکھا تو اس کے اس انداز پر حمید اور حماد نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کیا بات ہے حدی! کوئی پریشانی ہے کیا؟" اب کے حمید نے پوچھا تو حدی نے نفی میں سر ہلایا مگر بولا کچھ نہیں۔

"نہیں، کوئی تو بات ضرور ہے، کیا ہمیں بھی نہیں بتاؤ گے؟" حماد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس کے اپنائیت بھرے انداز پر حدی نے بے بسی سے لمبی سانس لی، وہ دونوں اس کے بچپن کے دوست تھے اور آج تک بھی کوئی بات حدی ان سے نہ چھپا سکا تھا، نہ ہی اب چھپا سکتا تھا، اس کا کوئی بھائی نہیں تھا، یہی تو دو یار دار دم گسار تھے اس کے۔

"یار! وہ..... وہ یہاں بھی ہے۔" حدید کے انداز پر انہیں سمجھنے میں دیر نہ لگی، کہ حدی کس کی بات کر رہا ہے، ان دونوں نے بے چارگی سے ایک نظر اپنے دوست کو پھر ایک دوسرے کو دیکھا، انہیں اس کے دکھ کا اندازہ تھا مگر وہ کیا کر سکتے تھے۔

''یار! ایک بات کہوں، وہ لڑکی ہی ہے ہاں، کوئی اور مخلوق تو نہیں، ہر جگہ پہلے سے موجود ہوتی ہے۔'' حماد نے حدی کا دھیان بٹانے اور اس کا موڈ بدلنے کی خاطر شرارت سے پوچھا تو وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سامنے دیکھنے لگا، اس سے پہلے کہ وہ دونوں مزید کچھ کہتے، حدید کے اکلوتے سالے صاحب اس طرف آ گئے، اور حدید سے باتیں کرنے لگے، جس سے حدید کا دھیان کچھ دیر کے لیے بٹ گیا۔

ظہر کی نماز کے بعد نکاح کی رسم ادا کی گئی، حماد اور حمید، حدید کے ساتھ ہی بیٹھے رہے، حدید نے دل پر پتھر رکھ کے نکاح نامے پر دستخط کر دیے مگر دل کچھ بوجھل سا محسوس ہونے لگا، حماد اور حمید مسلسل اس کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگا کے اس کا دھیان بٹا رہے تھے، انھیں اپنے دوست کی حالت سے تکلیف ہو رہی تھی، مگر مجبوری یہ تھی کہ وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے، اس کے چہرے پہ مسکراہٹ لانے کے لیے۔

نکاح کے بعد مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا اور کھانے کے بعد آہستہ آہستہ کر کے رشتے دار واپس جانا شروع ہو گئے اور ڈرائنگ روم میں صرف دونوں گھروں کے افراد رہ گئے، سب اپنی اپنی دلچسپی کے موضوع پر بات چیت کر رہے تھے، ان دونوں کے سمجھانے پر حدید تھوڑا بہت مسکرا بھی رہا تھا، ان کی باتوں پر مگر یہ مسکراہٹ کس قدر مشکل سے اس کے لبوں پر آ رہی تھی اس کا اندازہ ان دونوں کو تھا۔

حدید سر جھکائے [illegible] ہو کر بیٹھا کارپٹ کو دیکھ رہا تھا، جب حدید کی آپی اور حاریہ کی بھابی حادیہ کو لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں [illegible] حمید حادیہ کو دیکھ کر پہلے تو حیران رہ گئے پھر خوشی سے مسکراتے ہوئے حماد نے سر جھکائے پرانی فلموں کے ادا [illegible] جیسے شکل بنائے، حدید کو کہنی ماری، حدید نے چونک کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''سامنے دیکھ یار!'' حمید نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو حدی نے نا سمجھی میں سامنے دیکھا، تو حیرت سے فوراً سیدھا ہوا۔

حاریہ بے بی پنک کلر کے نفیس کام والے فراک میں [illegible] میک اپ اور میچنگ جیولری پہنے اپنی بھابی اور حدی کی آپی کی معیت میں سر جھکائے دھیرے دھیرے چلتی [illegible] آ رہی تھی، حدی نے حماد کی طرف دیکھا جیسے اس سے تصدیق چاہ رہا ہو کہ جو وہ دیکھ رہا ہے وہ سچ ہے؟

''یہ... یہ...!'' حدید کو سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ بولے کیا، سامنے [illegible] تھا جو کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

''یہ ہماری بھابی ہیں یار!'' حمید شرارتی انداز میں بولا تو اس نے پھر سامنے دیکھا، [illegible] حادیہ کو ساتھ والے صوفے پر مما کے ساتھ بٹھا چکی تھیں۔

''میرا مشورہ مان تو اسے بھول جا، ہماری بھابی کسی سے کم نہیں ہیں۔'' حماد نے اسے پرسکون دیکھ کر شرارتی لہجے میں مشورہ دیا تو وہ کھل کے مسکرایا، اس کے یوں مسکرانے پر ان دونوں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اتنے دنوں بعد وہ دل کی رضامندی سے مسکرایا تھا، اس کی مسکراہٹ اس کی خوشی اور سرشاری کی غماز تھی، وہ دونوں بھی خوش ہو گئے، حدید مسکراتے ہوئے ذرا سا ترچھا ہو کر یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا، کہ حمید نے اسے ٹہوکا دیا۔

''بس کر یار! تیرے سسرالی یہیں بیٹھے ہیں، بعد میں دیکھ لینا بھابی کو، ابھی حوصلہ رکھ۔'' حمید کی بات پر وہ جھینپ گیا۔

''ویسے ہوئی بڑی زیادتی ہے تیرے ساتھ، مجھے بڑی ہمدردی ہے۔'' حماد نے سنجیدگی سے کہا تو دونوں نے

حیرانگی سے اسے دیکھا۔
"دیکھو ناں، بھابی کا نکاح تم سے ہوا ہے، انھیں یہاں بٹھانا چاہیے تھا ناں، لے جا کے وہاں آنٹی کے ساتھ بٹھا دیا، دس از ناٹ فیئر، ہے ناں حمید؟" حماد کی بات پر وہ دونوں ہنسے، حدید کو یوں لگا جیسے دل سے بھاری بوجھ ہٹ گیا ہو۔

☆.....☆.....☆

ہماری خوش بختی کا عالم تو دیکھو
ہوا دیدار اس کا جسے کھو دینے کا یقین ہو چلا تھا

حدی نے مسکراتے ہوئے شعر پڑھا تو وہ دونوں مسکرائے۔
"واہ، واہ کیا بات ہے، عشق نے شاعر بنا دیا۔" حمید نے چھیڑا وہ تینوں لان میں بیٹھے تھے، ذین انھیں یہاں بٹھا کے خود کسی کام سے اندر گیا تھا۔
"حدی! تم کچھ مس کر رہے ہو آج کے دن کے حوالے سے۔" وہ تینوں باتیں کر رہے تھے، جب سیما آپی آ کے حدی سے مخاطب ہوئیں۔
"ہمس... کیا چیز؟" حدی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔
"کوئی رنگ وغیرہ؟" آپی نے مسکراتے ہوئے مختصر سا اشارہ دیا تو وہ چونکا۔
"اوہ... میں تو بھول ہی گیا، حدی کو یاد آیا کہ منگنی پر اس نے کہا تھا کہ نکاح پر وہ خود حادیہ کو رنگ پہنائے گا، وہ سر پکڑ کے بیٹھ گیا۔
"بٹ ڈونٹ وری ڈیئر... میں ہوں نا۔" آپی نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے تسلی دی، تو حدی نے سوالیہ نظروں سے انھیں دیکھا، اتنے میں سعد بھائی آ گئے۔ [illegible]
"یس بیگم! آپ کا کام ہو گیا۔" سعد بھائی نے ایک چھوٹی سی مخملی ڈبیا پاکٹ سے نکال کر آپی کو تھمائی۔
"تھینک یو ڈیئر! یہ لو حدی! سنبھالو اسے۔" آپی نے مسکرا کر شکریہ ادا کرتے ہوئے ڈبیا حدی کو دی، تو وہ مسکرایا۔
"اوہ... آپی! یو آر سو سویٹ، لو یو!" حدی نے پیار سے آپی کے گلے میں بانہیں ڈال کر ان کے سر کے ساتھ سر جوڑا۔
"اچھا، اچھا ٹھیک ہے، اب ہٹو کر دیہ ہٹرنگ، مجھے ایک ہزار ضروری کام ہیں۔" آپی مسکرا کر اس کے بال بکھیرتے ہوئے اندر کی طرف بڑھیں۔
حادیہ کے بابا نے حادیہ کے سسرال والوں کو رات کے کھانے کے لیے روک لیا، حماد اور حمید کو بھی کہا مگر وہ معذرت کر کے چلے گئے، حمید کے گھر سے کال آ گئی تھی، داور حماد بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ کرن بھابی بچن میں تھیں، سیما آپی نے ان کے کان میں کچھ کہا تو وہ مسکراتے ہوئے اندر کمرے میں گئیں اور حادیہ کو ساتھ لے آئیں۔
"حادیہ! آؤ لان میں چلتے ہیں۔" سیما آپی نے حادیہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے لے کر گھر کے پچھلے لان میں چلی آئیں۔
"آج موسم بہت نائس ہے ناں؟" آپی نے آسمان پر جا بجا پھیلے بادلوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو حادیہ نے بھی ان کی تائید کی۔

"تم یہاں ٹھہرو، میں ایک منٹ میں آتی ہوں۔" آپی مسکرا کر بلتی اندر چلی گئیں۔ ٹھنڈی ہوا تیز ہو گئی تھی، یوں لگ رہا تھا کہ جیسے بادل برسنے کو بے تاب ہیں، بڑے زور و شور سے گرج رہے تھے، حادیہ کچھ دیر بادلوں سے ڈھکے آسمان کو دیکھتی رہی پھر اچانک پلٹی تو کسی سے ٹکرا گئی۔

"یوں ہی ٹکراتے ٹکراتے بالآخر ہم یہاں تک پہنچ آئے۔" مقابل نے حسب معمول مسکرا کے کہتے ہوئے گہری نظر حادیہ کی جاذب دلکش صورت پر ڈالی، وہ اس کی تھی یا احساس ہی دلفریب تھا۔

"سو۔ سوری!" حادیہ نے اس ٹکراؤ پر شرمندگی سے معذرت کی۔

"سوری نہیں تھینک یو!"

"جی۔" حادیہ نے حیران نظروں سے اسے دیکھا جو اپنے انداز سے ہمیشہ ہی اسے حیران کرتا تھا۔

"جی، آپ نے ٹکرا ٹکرا کے اپنا اتنا یا بند کر دیا ہے کہ آپ کے علاوہ نظر اب کہیں اور ٹھہرتی ہی نہیں۔" حادیہ کے چہرے کو نظروں کے حصار میں لیے حدید تبصر لہجے میں بولا تو حادیہ نے بے اختیار نظریں چرائیں، گالوں پر شفق کی لالی حیا بن کے سمٹ آئی تو حدید کے لب کھل اٹھے۔

"ایک بات پوچھوں حادیہ؟" حدید نے دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"جی پوچھیں۔" حادیہ نے آہستگی سے کہا۔

"یونیورسٹی میں میرے ساتھ آپ کا ایٹی ٹیوڈ کچھ سمجھ نہیں آیا، کبھی ٹھیک سے بات نہیں کی آپ نے؟" حدید نے اس الجھی تھی کو سلجھانے کا ارادہ کیا تو حادیہ سے رہا نہ گیا تھی کرتی تھی۔

"میں Unknown لوگوں سے ساتھ دوستی نہیں ہوتی۔" حادیہ نے سادگی سے جواب دیا اور قریبی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"Unknown...؟" مگر ہماری انگیجمنٹ ہو چکی ہے اب بھی بولتا ہوا سامنے کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اور آپی نے تصویر بھی دی تھی میری۔" اس نے جواب [illegible] سے حادیہ کو دیکھا۔

"وہ تصویر تو مجھ سے کھو گئی تھی، کل رات کو ملی ہے۔" حادیہ نے سر جھکائے آہستہ سے بتایا تو وہ ہنسا، حادیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"یعنی یہ حدید ہم دونوں کے لیے سرپرائز لائی ہے۔" وہ مسکرا کے [illegible] بولا تو حادیہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"ایکچوئلی، میں نے تصویر نہیں دیکھی، مجھے غصہ تھا کہ میری مرضی کے بغیر، بنا پوچھے دکھائے منگنی کر دی، سو میں نے بھی بائیکاٹ کر لیا تھا، آپ کی تصویر تو ابھی بھی میری دراز میں پڑی ہے۔" حدید نے اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں خود ہی وضاحت کی۔

"تو پھر آپ مجھے دیکھ کر مسکراتے کیوں تھے؟" حادیہ نے حیرانگی سے پوچھا، وہ تو سمجھی تھی کہ وہ جانتا ہے اسی لیے مسکراتا ہے۔

"دلی مراد پوری ہو تو دل خوش ہو جاتا ہے اور دل کے خوش ہونے سے مسکراہٹ اپنے آپ ہی لبوں پر بسیرا کر لیتی ہے۔" حدید کے جواب پر اس نے شرما کے پلکیں جھکا لیں۔

"اف...!" اچانک حدید نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا تو وہ چونکی۔

"کیا ہوا؟" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"عید مبارک!" حدید مسکراتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا تو حادیہ بھی مسکرائی، باتوں کے دوران انھیں عید وش کرنا تو بھول ہی گیا تھا۔

"خیر مبارک! آپ کو بھی عید مبارک!" وہ مسکراتے ہوئے بولی تو حدید ہنسا۔

"واقعی یہ عید تو بہت ہی مبارک ہے، میری دلی مراد بر آئی، ورنہ کل تک تو میں بہت سیڈ تھا، تھینک گاڈ کہ میں نے مما پاپا کے فیصلے سے انکار نہیں کیا، مجھے کیا پتا تھا کہ میری خوشیوں کی Key مما کی فرمانبرداری میں Save ہے۔" حدید نے خوشی سے بولتے ہوئے کرتے کی جیب سے سرخ مخملی ڈبیا نکال کر کھولی تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ ڈبیا میں گولڈ کی رنگ میں ہارٹ شیپ ڈائمنڈ جگمگا رہا تھا، یہ وہی رنگ تھی جو کچھ دن پہلے آپی کے ساتھ جیولری کی شاپ پر حدی نے دیکھی تھی اور اسے اچھی لگی تھی۔

"یہ تمہارے لیے میری طرف سے، نکاح مبارک ہو!" حدی نے حادیہ کا ہاتھ تھام کر گولڈ کی رنگ اس کی مخروطی انگلی میں پہناتے ہوئے مسکرا کر کہا تو حادیہ نے نظریں جھکا لیں۔

"ایکسکیوزمی، ملاقات کا ٹائم مجھ دو ہے، پیار بھرا ڈسکشن ذرا مختصر کریں، کیونکہ لائٹ چلی گئی ہے اور سب باہر آ رہے ہیں۔" حادیہ کا ہاتھ تھامے حدید کی نظریں اس کے شرم سے جھکے چہرے پر تھیں جب اچانک پیچھے سے سیما آپی اور کون بھابی کی شرارت بھری آواز سنائی دی، تو وہ دونوں جھینپ گئے، ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

"حدید بیٹا! آپ کو سبزی پسند ہے، سب ڈنر کر رہے تھے، جب سکینہ بیگم نے پانی پیتے حدید سے سوال کیا تو جہاں حدید کا پانی پیتا ہاتھ رکا، وہیں سیما آپی کی ہنسی چھوٹ گئی، سب نے حیرانگی سے انھیں دیکھا۔

"آنٹی! یہ کیا پوچھ لیا آپ نے، ہمارے حدید صاحب کو تو "سبزی" سے اتنی چڑ ہے کہ اس کا نام بھی لینا پسند نہیں کرتے اور آپ کھانے کا پوچھ رہی ہیں۔" حدید کے کچھ بولنے سے پہلے ہی کون بھائی نے ہنستے ہوئے بتایا تو سب ہنسنے لگے جبکہ حدید جھینپ گیا۔

"یعنی خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔" کون بھابی کے اس بھائی کی بات پر شرارت سے حادیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے مسکراتے ہوئے سر جھکا لیا۔

"اچھا تو اس کا مطلب ہے کہ اب میں تسلی سے جب دل چاہے کوئی بھی سبزی بنا سکتی ہوں، پہلے تو یہ سوچ کے کبھی بھی سبزی پکاتی تھی کہ حدی نہیں کھائے گا اور اس کے لیے الگ کچھ بنانا پڑے گا، مگر اب حادیہ بنی جانے اور حدید صاحب جانیں، میرا تو ذمہ توش پوش ہے۔" فاطمہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تو حدید نے مسکراتے حادیہ کے مسکراتے چہرے کی طرف دیکھا، اس کی مسکراہٹ نے اسے مسرت و طمانیت کے احساس سے سرشار کر دیا۔

حدید ممما اور حادیہ کو مسکراتے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو والدین کی فرمانبرداری کے صلے میں حادیہ کی صورت میں ایسا انعام عطا کیا ہے، جو اس کی زندگی میں بہار کے خوشگوار جھونکے کی طرح آئی اور اس کے مشام جان مہکنے لگے ہیں، اس نے دل ہی دل میں اس نعمت کے شکرانے کے لیے شکرانے کے نوافل پڑھنے کا ارادہ کیا جس نے اس کی زندگی کو گل و گلزار اور اس کی عید کو خوشیوں کی نوید بنا دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

قمروش شہک

قسط نمبر 10

تیرے پیار کی خوشبو

"سوری ٹرائے بہنا!" سر کو جھکائے کان کو اس طرح پکڑے منہ کو لٹکائے وہ اس طرح کھڑا تھا کہ ٹرائے روتے روتے مسکرا دی تھی۔ ہنر آنکھوں میں آنسو لیے گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے یہ لڑکی زرمیل کے دل

میں اترتی چلی گئی تھی، دل شدت سے چاہا کہ اسے اپنے دل میں بٹھائے سب کی نظروں سے چھپائے دور کہیں بہت دور لے جائے۔ دل تو شدت سے یہ بھی چاہا تھا کہ زور سے عارفین کے گال پر ایک ہاتھ جڑ دے، مگر بمشکل خود کو قابو کیے دانتوں کو اتنی زور سے بھینچا کہ دماغ کی ساری رگیں غصے سے ابھری تھیں، عارفین کو ایک غصے کی نظر سے دیکھتا وہ رکا نہیں وہاں سے نکلتا ہی چلا گیا تھا۔

''اوہ... شٹ یار! زرمیل ناراض ہو گیا، اب اس کو بھی منانا پڑے گا۔'' عارفین نے بڑی بے چارگی سے کہا تھا۔

''مگر وہ کیوں؟'' آسیہ نے معصومیت سے عارفین سے سوال کیا تھا۔

''ارے بڑی امی! اثر لے کو جو رُلایا ہے۔''

''پھر تو وہ اپنی جگہ بالکل رائٹ ہیں، بلکہ میں تو کہتی ہوں زرمیل کو ایک ہاتھ تمہارے جڑنا ہی چاہیے۔'' رابعہ نے بھی ناراضی سے کہا تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے یہ سزا میں بھگت کے آتا ہوں، ورنہ آپ کے لاڈلے بھتیجے صاحب ڈنر کا سارا مزہ بدمزہ کردیں گے۔" وہ ژالے کے سر پر ہاتھ رکھتا وہاں سے چلا گیا تھا تاکہ زرمیل کو منا سکے۔

"اب یہ سب کچھ چھوڑو یہ ملازم صاف کرلیں گے، ہم چلو یہاں سے۔" آسیہ نے اس کا ہاتھ تھاما تھا جو کانچ صاف کرنے جھکتی جارہی تھی، اور پھر سب ڈائننگ ٹیبل پر آگئے تھے، عارفین نے بڑی مشکل سے زرمیل کو منالیا تھا۔

ماحول پہلے جیسا ہی خوشگوار ہوگیا تھا، فہیم احمر بھی آفس سے آگئے تھے، ڈائننگ ٹیبل پر سب کو اکٹھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے اور ژالے کی موجودگی پر تو نہایت خوشگوار حیرت بھی ہوئی تھی، ڈنر اچھے ماحول میں کھایا گیا تھا، ساری ڈشز ہی بہت لذیذ و مزیدار بنی تھیں، آسیہ نے آج خاص طور پر بہت اہتمام کیا تھا، کافی دیر گپ شپ لگانے کے بعد سب اپنے اپنے پورشن میں اپنے بیڈروم میں چلے گئے تھے۔

"آج کھانا بہت مزیدار بنایا ہے آپ نے، اور سب کو اکٹھے دیکھ کر تو اور خوشی ہوئی تھی۔" فہیم احمر بہت کم کھانے کی تعریف کرتے تھے مگر پھر بھی جو مل جاتا چپ چاپ کھا لیتے تھے۔

"جی آپ [illegible] ہے اور ژالے آئی مجھے تو اور زیادہ خوشی ہوئی ہے، اس کا مطلب ہے آگے کے حالات بہتر نظر آرہے ہیں۔" آسیہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے بیٹھی اپنی ہلکی پھلکی جیولری اتار رہی تھیں، اور وہ جن حالات کا ذکر کررہی تھیں فہیم احمر بھی سمجھ گئے تھے۔

"انشاءاللہ اور آپ [illegible] راہ راست پر آگئے ہیں، مگر ایک بات ذہن میں اور بھی رکھیے گا، حالات جیسے بھی رہیں بہرحال آخری فیصلہ تو ارشد ہی ہوگا، کیونکہ ہم نے اسے زبان دے دی ہے۔" فہیم احمر بیک کراؤن سے ٹیک لگائے لیپ ٹاپ پر [illegible] کام کررہے تھے۔

"نہیں فہیم صاحب! یہ تو سراسر ناانصافی بھی ہے اور [illegible] کے ساتھ زیادتی بھی، اور پھر آخری فیصلے کا اختیار تو ژالے کو ہی ملنا چاہیے ناں آخر کو وہ زرمیل کی بیوی ہے۔" آسیہ بیڈ پر فہیم احمر کے سامنے آکر بیٹھ گئی تھیں۔

"بیوی ہی بیوی جیسے زرمیل خود شادی کے دوسرے دن [illegible] اور [illegible] بھول لیے کہ اگر زرمیل ژالے کا شوہر ہے تو ارشد ژالے کا بھائی ہے، جو ارشد کہے گا وہ سب کو ماننا پڑے گا کیونکہ ہم نے ارشد کو زبان دی ہے۔" انھوں نے لیپ ٹاپ پر سے نظریں ہٹا کے سرد لہجے میں آسیہ سے کہا تھا۔

"مگر مجھے لگتا ہے زرمیل اور ژالے کے درمیان سب کچھ ٹھیک ہوگیا ہے۔" ان کے چہرے پر پریشانی ہویدا تھی۔

"بے شک ٹھیک ہوگیا ہو مگر ارشد آجائے پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے، دو سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا ہے آسیہ بیگم! ان دو سالوں میں ژالے نے جس قدر تکلیف اٹھائی ہے، اس سے سب ہی واقف ہیں ارشد ثمرین نے کس طرح اس معصوم سی بچی کو سنبھالا ہے سب جانتے ہیں، ژالے کے دکھ درد اس کی بگڑتی حالت کا ذمے دار صرف اور صرف زرمیل ہے، جسے ارشد نظرانداز نہ کرسکے۔"

"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم ارشد کو تحمل سے سمجھائیں؟"

"نہیں...!"

"مگر کیوں فہیم صاحب! آخر کو یہ ہمارے اکلوتے بیٹے زرمیل کی زندگی کا سوال ہے۔"

"آسیہ! ارشد اس وقت اس قدر غصے اور جذبات میں ہے کہ اگر انھیں سمجھائیں گے تو وہ مزید بگڑے گا، اس لیے سب کچھ حالات کے دھارے پر چھوڑ دو۔"

"ایک بات پوچھوں؟"

"ہوں۔۔!"

"کیا آپ بھی چاہتے ہیں کہ زرمیل کا بسا بسایا گھر ٹوٹ جائے؟"

"چاہا تو میں نے یہ بھی تھا کہ زرمیل اور ژالے کی شادی ہو جائے، مگر دیکھ لو اس زبردستی شادی کا رزلٹ آج سب کے سامنے ہے۔"

"مگر جو گزر گیا اور کل تھا، آج زرمیل اپنے کیے پر شرمندہ ہیں، پچھتا رہے ہیں اپنی غلطی کو سدھارنا چاہتے ہیں، اور آپ نے آج دیکھا نہیں کہ وہ کس قدر خوش تھے ان کی آنکھوں میں ژالے کے لیے کتنی چمک تھی۔"

"مجھے سب نظر آ رہا ہے مگر یہ کلطرفہ بھی تو ہو سکتا ہے، آپ کیسے کہہ سکتی ہیں کہ ژالے مان جائے گی؟"

"میرا دل کہتا ہے وہ زرمیل کو معاف کر چکی ہے۔" انھیں ژالے کی آنکھوں میں زرمیل کے لیے نرمی نظر آئی تھی۔

"یہ سب مفروضے ہیں، ہوں آ بھی ہیں اور اصل حقیقت یہ ہے کہ ارشد جو فیصلہ کریں گے سب کو ماننا پڑے گا، اب آپ جا کر سو جائیں مجھے کچھ دیر اور کام کرنا ہے۔" فہیم احمر نے ان کی آنکھوں میں آئی نمی کو اگنور کیے اپنی نظریں دوبارہ سے لیپ ٹاپ پر ٹکا لیں، آسیہ نے خاموشی سے کچھ لمحے انھیں دیکھا پھر اپنی نمی کو اپنے اندر دفن کرتی ہوئی اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئیں۔

"اس کا مطلب ہے ابھی سب سے بڑا امتحان دینا باقی ہے۔" آنکھوں کو بند کیے آسیہ نے دکھ سے سوچا تھا۔ فہیم احمر نے ایک افسوس بھری نظر اس ماں پر ڈالی، جو اپنے بیٹے کی خوشی چاہتی تھی، مگر وہ بھی کیا کریں، اس بار خود غرضانہ ہو کر نہیں سوچ سکتے تھے۔

☆---☆

مقسوم نے جیسے ہی اپنے بیڈ روم میں قدم رکھا، ٹی وی پر چلتے ہوئے [illegible] اس کا سواگت کیا تھا، اس نے بے ساختہ ہی نظر ٹی وی پر ڈال کر سامنے بیڈ پر شیم دراز عارفین پر ڈالی، جو کمرے میں نصرت فتح علی خان کی یہ قوالی اس کمرے کی گمبھیر خاموشی کو توڑ رہی تھی۔

میری آنکھوں کو آنکھوں کا کنارہ کون دے گا
سمندر کو سمندر میں سہارا کون دے گا

شاید آج اس کا موڈ سونے کا قطعی نہیں تھا، جب ہی اس قدر فل والیوم میں یہ غزل سن رہا تھا، ورنہ بھی فی الحال نیند کا ارادہ ترک کیے صوفے پر جا کر ٹک گئی، بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے عارفین نے ایک سرسری سی نگاہ غلط اس پر ڈالی پھر دوبارہ نگاہیں ٹی وی پر مرکوز کر دیں، اس وقت جانے کیوں یہ غزل اس کے دل کی عکاسی کر رہی تھی۔

مقسوم نے بے ساختہ ہی مڑ کے پیچھے عارفین کو دیکھا تھا، جو جانے کب سے بغور اسے ہی تک رہا تھا، ان نگاہوں میں اس قدر سوالات تھے کہ وہ ایک لمحے کے لیے جھینپ سی گئی، وہ جانتی تھی کہ وہ سوالات کیا ہیں، مگر وہ جان کر ان سوالات سے نگاہ چرا چکی تھی، عارفین اس کی نظریں چرانے پر ہولے سے مسکرا دیا تھا۔

کچھ ہی ٹائم لگا ہوگا کہ اس کا موبائل بجنے لگا تھا، مقسوم نے اپنا موبائل دیکھا جہاں اسکرین پر "سومی کالنگ" جگمگا رہا تھا مقسوم کا دل خوشگوار حالت میں دھڑکنے لگا، اس نے فوراً سے پیشتر موبائل کا بٹن پریس کر کے کان سے لگا لیا تھا۔

"ہیلو..!" وہ ایک کان پر ہاتھ رکھے دوسرے پر موبائل لگائے چیخ کر بولی تھی۔

"ہیلو ہیلو سومی... سومی! بولو"۔ عارفین کے تو چونکہ دھیان کے دھاگے اس وقت اسی سے جڑے تھے، اس کے لبوں سے "سومی" کا نام سن کر ٹی وی کا والیوم بند کر چکا تھا۔

"سومی!" صد افسوس کے لائن کٹ چکی تھی، وہ موبائل لیے خوشی خوشی عارفین کے پاس بھاگی چلی آئی اور بے ساختہ ہی کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر اس کے پاس بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"عارفین! دیکھیں سومی کا فون آیا ہے۔" مگر عارفین اسے سن کہاں رہا تھا وہ تو اس کے یوں اچانک نزدیک آ کر بیٹھنے پر کشمکش سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"لیکن کوئی بات نہیں، میں سومی میں لڑائی کرتی ہوں۔" وہ پھر سے کال بیک کرنے لگی تھی، مگر افسوس کے پاور آف ہونے کا میسج دیکھا تھا، اس کا چہرہ مرجھا کے رہ گیا۔

"اس کا مطلب ہے سومی بیٹری میں ہے۔" وہ مایوسی سے موبائل تکنے لگی تھی کہ کوئی بات نہیں ہو سکی تھی اس نے عارفین کو دیکھا جو اسے کافی دیر تک دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں، آپ کو بھی افسوس ہے نا کہ سومی سے بات نہیں ہو سکی، مگر آپ فکر مت کریں میں بھی لڑائی کروں گی، بلکہ بہت بار لڑائی کرتی ہوں۔" اس نے جیسے ہی کال بیک کرنی چاہی عارفین بول پڑا۔

"تمہیں لگتا ہے مجھے تمہاری سومی کی فکر کرنی چاہیے؟" اس سوال داغ کر اسے کنفیوژ کر گیا تھا، مگر بہت جلد اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"میرا تو خیال ہے آپ کو بالکل کرنی چاہیے۔"

"اچھا... مگر کیوں؟" سوال پھر کیا گیا تھا، اور مقسوم اس سے پہلے منہ کھولتی عارفین ٹوک گیا تھا۔

"لیکن اس "کیوں" کا بہت سوچ سمجھ کر جواب دینا۔" مقسوم اس کے سوال پر الجھ کر اسے دیکھنے لگی اور اس کے سوال پر غور بھی کرنے لگی تھی۔

"کیا ہوا؟" عارفین نے اس کے پرسوچ چہرے کے آگے ہاتھ لہرایا تھا۔

"عارفین! آپ نے تو مجھے بالکل ہی الجھا کے رکھ دیا ہے۔" عارفین دھیرے سے ہنس دیا تھا اور ہاتھ بڑھا کے اس کا رخسار تھپتھپا دیا تھا۔

"گڈ نائٹ!" پھر عارفین نے ریموٹ سے ٹی وی آف کر دیا اور بلینکٹ اوڑھے کروٹ بدل گیا، مقسوم اس کو الجھن بھری نظروں سے دیکھتی ہی رہ گئی تھی اور پھر خاموشی سے اٹھی اور لائٹ آف کر کے بیڈ کے دوسری سائیڈ پر آ کر لیٹ گئی تھی، مگر نیند جانے کیوں ان سیاہ آنکھوں سے روٹھ گئی تھی، اندر اس قدر سناٹا کیوں تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھی جانے کس پہ بوجھل پلکیں رخسار پر گریں اور نیند کی وادیوں میں کھوتی چلی گئیں۔

☆ ☆ ☆

اس کی ابھی آنکھ ہی لگی تھی محسوس ہوا جیسے کوئی وزنی شے اس کے اوپر ہو اور دھیرے دھیرے اس کے چہرے

پر کسی کی پرتپش لمس کی حدت اس قدر زور آور تھی کہ اس کی آنکھ کھل گئی تھی، نائٹ بلب کی روشنی میں زرمیل کا چہرہ بہت واضح ہوا تھا، ان خوفزدہ سبز آنکھوں میں زرمیل نے اپنے سر کی کاپی گاڑھ دیے تھے۔

''اس دفعہ مجھے بیٹی چاہیے جو بالکل تمہارے جیسی ہو۔'' اس قسوں بھری خاموشی میں نہایت دھیرے سے سرگوشی ہوئی تھی، ژالے کی تو جیسے جان مشکل میں پڑ گئی تھی، اس کا ایک ایک عضو کانپ رہا تھا، اس ٹھنڈک سے اس کی بے حد نزدیکی قربت سے اور اس پر اس کی بے باک گفتگو سے، ژالے نے تھوڑی ہمت کر کے اپنی ہتھیلی اس کے چوڑے سینے پر رکھ کر اسے ہٹانا چاہا مگر زرمیل نے اپنی مضبوط ہتھیلی میں اس کا نازک ہاتھ قید کر لیا تھا۔

''اوں... ہوں... اب یہ ناممکن ہے کہ تم سے ایک لمحے کے لیے بھی دور رہوں، مجھ جیسے ٹائیکون سخت جان کو تم نے محبت کی اتنی مضبوط زنجیر میں قید کر لیا ہے کہ نہ تو تم اس محبت سے چھٹکارا پا سکتی ہو اور نہ ہی میں یہ زنجیر توڑنا چاہوں گا۔'' اس نے ہولے سے اپنے لب اس کے ہاتھ کی پشت پر رکھ دیے تھے، ژالے کی تو سٹی گم ہو گئی اس نے تو تصور بھی نہیں کیا تھا کہ زرمیل اس کے بیڈ روم میں اس کے بیڈ پر اس کے اتنے بھی قریب آ سکتا ہے، اسی پل دروازے پر دستک دی جانے لگی تھی، وہ جیسے ہوش کی دنیا میں آئی تھی زرمیل سے اپنا ہاتھ چھڑانے لگی تھی۔

''دروازے پر کوئی ہے زرمیل! مجھے چھوڑیں مجھے۔'' اس نے اس کے پہاڑ جیسے وجود کو ہٹانا چاہا مگر اس میں تو معمولی سی بھی جنبش نہیں ہوئی تھی۔

''اف ہو یار! اس وقت کیوں (سر کے بال) زرمیل کے چہرے پر ہلکی سی بے زاری سی آئی تھی، وہ اس کے دوسرے سائیڈ پر لیٹا تھا، ژالے تیزی سے اٹھی تھی زرمیل نے اس کی کلائی تھام لی تھی، ژالے نے پلٹ کر دیکھا تھا۔

''جو بھی ہے جلدی فارغ کر واسے۔'' ژالے کچھ بول پاتی اس نے اپنی کلائی اس کے ہاتھ سے چھڑائی، کیونکہ اس دوران دستک زور زور سے دی جانے لگی تھی، وہ آگے بڑھی اور دروازہ کھولا تو وہاں ثمرن تھی۔

''جی... ثمرن... بھابی! کہیے؟'' وہ اس قدر ٹھنڈ میں بھی پسینے پسینے ہو گئی تھی، بیڈ روم میں زرمیل کی موجودگی نے اسے اندر تک سہلا دیا تھا۔

''ارے ژالے! تم اس قدر کانپ کیوں رہی ہو، سب خیریت تو ہے ناں؟'' ثمرن اس کی حالت پر گھبرا گئی تھی، اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا جو بالکل سرد ہو رہا تھا۔

''ژالے! کیا ہوا تمہیں، تم ٹھیک ہو ناں، مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ہے۔''

''ارے... نہیں ثمرن بھابی! اصل میں ٹھنڈ بھی تو بہت ہے ناں۔'' وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی، یہ ڈر بھی تھا کہ زرمیل کی موجودگی کا پتہ نہ چل جائے۔

''آر یو شیور کہ تم ٹھیک ہو؟'' ثمرن کو تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

''جی... میں بالکل ٹھیک ہوں، مگر آپ اس وقت کیوں... خیریت ہے ناں سب؟'' وہ جلد از جلد ثمرن کو فارغ کر کے زرمیل کو یہاں سے نکالنا چاہتی تھی، خدانخواستہ ارشد کو پتہ چل جاتا تو جانے کون سا طوفان آ جاتا۔

''ہاں دیکھو ذرا میرے ذہن سے بالکل ہی نکل گیا، میں یہاں رضا کی فیڈر لینے آئی تھی، وہ فیڈر کے لیے رو رہا ہے۔''

''وہ تو میں نے ماما کے بیڈ روم میں رکھ دی تھی۔''

''او کے میں لے لیتی ہوں، اب تم سو جاؤ۔'' وہ مسکراتی ہوئی اس کا گال تھپتھپا کے چلی گئیں، ژالے نے جلدی سے دروازہ بند کر کے لاک کیا اور دروازے سے ٹیک لگائے اپنے تیز دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھے آنکھوں کو سختی سے میچے اپنی غیر ہوتی حالت پر قابو پانے کی سعی کرنے لگی تھی، تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولیں تو سانسوں کی رفتار کچھ کم سی لگی، زرمیل جو اسے ہی بغور تک رہا تھا بیڈ سے نیچے اترا اور آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا بالکل اس کے نزدیک آ کر ٹھہر گیا تھا، دونوں ہاتھ اس کے دائیں بائیں لگا کر اس کے چہرے پر جھکتا چلا گیا تھا، ژالے کی پلکیں بری طرح کپکپانے لگی تھیں، سبز آنکھوں میں کبھی سی آ ٹھہری تھی، حد درجہ گوری رنگت میں سرخی سی گھلنے لگی تھی، گلابی ہونٹ الگ اس کے لمس سے تھرتھرا رہے تھے، سیاہ پلکوں کی بھالر لرزنے لگی تھی، زرمیل نے دل لوٹ لینے والا یہ منظر نہایت دلکشی سے دیکھا تھا اور پھر اس کی صاف شفاف گردن پر جھک کر اپنے دہکتے لب رکھ دیے، ژالے ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی تھی، زرمیل نے جھک کر اس کے نازک وجود کو کسی کانچ کی گڑیا کی طرح اپنے بازوؤں میں بھر لیا تھا، اور چلتا ہوا اسے بیڈ تک لا کر آرام سے لٹا دیا، وہ جو بیڈ روم میں معمولی سی بھی لیمپ کی روشنی تھی، وہ بھی اس نے گل کر دی تھی، ژالے کی ہر مزاحمت اس کی مضبوط بانہوں میں دم توڑتی چلی گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

فجر فجر کی نماز پڑھنے اٹھیں، ان کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا، سوچا پہلے چائے کا پانی رکھ دیں، نماز میں ابھی ٹائم باقی ہے جب تک وہ نماز ادا کریں گی، اتنی دیر میں چائے بھی تیار ہو جائے گی، وہ اپنے بیڈ روم سے باہر نکلیں، سامنے نظر اٹھی، زرمیل نے بلیک بار ہاتھ میں اپنے وائٹ کمل کے کرتے کے بٹن لگاتے تیزی سے سیڑھیاں عبور کر گیا تھا، انھیں ژالے کا خیال آیا تھا، اسی کے بیڈ روم سے نکلا تھا، وہ تیزی سے ژالے کے بیڈ روم کی سمت بڑھی تھیں، دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا تھا، نظر سیدھی بیڈ پر پڑی تھی بلینکٹ آدھا اوپر اور آدھا نیچے کارپٹ پر پڑا تھا، بیڈ کی چادر پر لاتعداد [illegible] تھیں، انھوں نے ادھر ادھر دیکھا ژالے کہیں نہیں تھی، واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی، [illegible] کے بہت سے سوچوں کے در کھل گئے تھے، وہ سمجھ گئی تھیں، ژالے کی بدلتی رنگت تو انھوں نے [illegible] کے بعد ہی نوٹ کر لی تھی، مگر وجہ یہ ہو گی ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا، مگر بہر حال جو بھی تھا اچھا تھا سیدھی نوید تھی، ان کے اندر ایک سکون سا تھا، ایک خوشگوار سا احساس پیدا ہوا تھا، وہ ہولے سے مسکرائیں دروازہ بند کیے کچن میں چلی آئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

گاڑی ایئر پورٹ کے لیے نکل گئی تھی، ریحان شیخ گاڑی ڈرائیو کرنے کے ساتھ ساتھ دانیہ سے باتیں بھی کر رہے تھے۔

''بابا! میں اب کبھی بھی پاکستان نہیں آؤں گی۔'' وہ ابھی تک خوفزدہ اور سہمی ہوئی تھی۔

''ہاں بیٹا والی! میرا بھی یہی خیال اور ارادہ ہے۔'' انھوں نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا تھا، راستے میں ہی بیکری پڑی تھی، ریحان شیخ نے گاڑی روک دی تھی۔

''میں ذرا کچھ اسنیکس اور کولڈ ڈرنک لے کر آتا ہوں آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا اور اپنے چکر میں مجھے بھی بھوکا رکھا ہوا ہے، فلائٹ میں ابھی دو گھنٹے باقی ہیں جب تک ہم کچھ کھا پی لیتے ہیں۔''

''او کے بابا! اب تو واقعی مجھے بھی بھوک ستا رہی ہے آپ لے کر آ جائیے۔'' اس نے چہرے پر صرف اپنے

Digest.pk

عزیز از جان بابا کی خاطر زبردستی کی مسکراہٹ سجائی تھی، ورنہ دل اندر سے بہت گھبرا رہا تھا، عجیب عجیب سے واہمات اسے ڈرا رہے تھے جنھیں وہ ظاہر کر کے مزید ریحان شیخ کو اور پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی، ریحان شیخ گاڑی سے اتر کر اندر بیکری میں جا چکے تھے۔

''کم آن ہیری اپ...!'' اس کی طرف کا دروازہ کسی نے زوردار جھٹکے سے کھولا تھا، وہ بری طرح ڈر کے سامنے دیکھنے لگی تھی اور پھر جس آسیب سے وہ چھٹکارا پا کر بہت دور جا رہی تھی، وہی آسیب اس کے سامنے اپنے شکنجے کھولے کھڑا تھا، کہ لمحہ بھر بھی نہ لگے اور وہ اپنے مضبوط شکنجے میں جکڑ لے گا۔ سامنے آفریدی کھڑا انتہائیت غصے سے اسے دیکھ رہا تھا، وانیہ نے کچھ دیر یقینی بے یقینی نظروں سے اسے دیکھا تھا، زبان تو ویسے ہی تالو سے جا چپکی تھی، اس نے رخ موڑ کے بیکری کی طرف دیکھا تھا کہ ریحان شیخ آ جائیں اور اسے اس آسیب سے بچا لیں۔

''جلدی کرو...!'' آہستہ سے دھاڑا تھا۔ لمبے چوڑے آفریدی کے آگے بھلا اس کا نازک وجود کیا معنی رکھتا تھا، وہ اپنا بچاؤ کیسے کر سکتی تھی۔

''اوپس... سوری میں تو بھول ہی گیا کہ تم ایک...!'' آفریدی نے جو اشارہ کیا تھا وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی، آفریدی نے جس طرح اس کی کمزوری کا مذاق اڑایا تھا، اس سے شدید ترین نفرت محسوس ہوئی تھی اور اس سے پہلے کہ وانیہ کوئی کارروائی کرتی آفریدی نے ہاتھ بڑھا کر اسے ایک جھٹکے سے کھینچا اور کسی موم کی گڑیا کی طرح وہ اس کے بازوؤں میں سما گئی تھی۔

''چھوڑو مجھے ... جنگلی وحشی جانور... چھوڑو مجھے!'' وہ خوب اس کو مکوں سے مار مار کے اس کو گالیوں سے نواز رہی تھی، آفریدی جس کے چہرے پر چٹانوں میں بھی کبھی وہاں معمولی سی مسکراہٹ در آئی تھی۔

''آج تمھیں اس جنگلی، وحشی جانور کا ثبوت دیتا ہوں...'' اسے اپنی گاڑی میں پٹخ کے اس کی طرف کا دروازہ لاکڈ کیے تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان ہوا اور گاڑی بھگا لے گیا تھا۔ ریحان شیخ کچھ شاپر ہاتھ میں لیے واپس آئے دیکھا گاڑی خالی تھی، پچھلی سیٹ پر وانیہ کی چادر بھی پڑی ہوئی تھی، مگر وانیہ گاڑی میں نہیں تھی شاپر ان کے ہاتھ سے گر گئے تھے، وہ صحیح معنوں میں پریشان ہو گئے تھے۔

''وانی... وانی بیٹی؟'' وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے، کئی آتے جاتے لوگوں سے پوچھا مگر سب نے لاعلمی کا اظہار کر دیا تھا، بالآخر ایک شخص نے بتایا۔

''کوئی آدمی آیا تھا لمبا چوڑا، گورا چٹا سا وہ آپ کی بیٹی کو زبردستی گاڑی سے اٹھا کے لے گیا ہے۔'' ریحان شیخ سیکنڈ میں سمجھ گئے کہ ہو نہ ہو وہ آفریدی ہی ہوگا، ان کے جسم میں لہو لاوا بن کر دوڑنے لگا تھا، بس نہیں چل رہا تھا کہ اس وقت آفریدی سامنے ہوا اور وہ اس کا ریشہ ریشہ الگ کر دیں، اس کے جسم کے اتنے ٹکڑے کریں کے کئی جنم لگ جائیں مگر وہ اپنے جسم کے ٹکڑے ہی نہ گن سکے، وہ بہت کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے گاڑی میں بیٹھے گاڑی اسٹارٹ کی اور تیزی سے وہاں سے نکلے تھے۔

وانیہ کی آنکھ کھلی تو خود کو کسی نرم گرم بستر میں پایا تھا، ملائم سا بلینکٹ اس کے اوپر تھا، اس نے اپنے اطراف کا جائزہ لیا تو کمرے میں اس کے علاوہ کوئی نہیں تھا، گزرا لمحہ اس کی کٹورا آنکھوں میں کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا، آخری منظر یاد آیا جب آفریدی نے اسے گاڑی میں ڈالا تھا تو وہ لاکڈ کو توڑنے کی کوشش کر رہی تھی آفریدی نے اسے اپنی جانب کھینچا تو اس کا سر اس کے چٹان جیسے مضبوط شانے سے لگا تھا، وہ تو پہلے ہی بھوکی تھی اوپر سے آفریدی نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ خود کو سنبھال ہی نہیں سکی تھی، اور عقل و حواس کھو بیٹھی تھی، بہت جلد

یہ احساس بھی ہو گیا کہ آفریدی نے اسے اغوا کر لیا ہے۔ اس نے تیزی سے ہیلمٹ کو خود سے دور پھینکا جیسے وہ کوئی اچھوت ہو بڑی مشکل سے وہ بیڈ سے نیچے اتری تھی۔ آج اس کے پاس اس کی بے ساکھی نہیں تھی، جس کا اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا، بیڈ کے سہارے سے کھڑی ہوئی اور ایک پیر کے سہارے سے گرتی پڑتی وہ کمرے سے باہر تو نکل ہی گئی تھی سامنے ہی پی ڈی لاؤنج تھا، فل اسکرین کالی ڈی آف تھا وہاں بھی کوئی نہیں تھا، اس نے ادھر ادھر گردن گھما کر نظریں دوڑائی تھیں، برابر میں ایک کمرہ تھا جس کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔

''کیا آفریدی وہاں ہوگا؟'' سب سے پہلا خیال یہی ذہن میں کوندا تھا اور اس خیال سے اس کے خون اس کی رگوں میں نفرت کی سنسنی لہر دوڑی تھی، دل نے شدت سے گواہی دی کہ آج اسے اس جہاں سے ختم ہی کر دے، وہ آہستگی سے چلتی ہوئی دیوار کا سہارا لیے ڈر و خوف کے زیر اثر اس کمرے تک پہنچی، ایک جستجو بھی تھی کہ آخر وہ اس کمرے میں کر کیا رہا ہے، اس کی نظر سائیڈ میں دیکھے آئرن سرر پر پڑی جہاں ایک بھاری سا سوٹ پیس رکھا ہوا تھا، وہ اس نے اٹھا لیا تھا تاکہ اپنے بچاؤ کے لیے کچھ تو کر سکے وہ سہارے سے چلتی ہوئی کمرے کے اندر آ گئی تھی، کمرے میں ہلکی سی روشنی تھی کمرہ خالی تھا مگر نہیں وہاں کوئی تھا، اور شاید نہیں یقیناً بیڈ پر کوئی تھا، وہ دیوار پکڑتی سیدھ میں بیڈ پر کوئی ہیلمٹ ڈالے سو رہا تھا، وانیہ نے بغور وہ چہرہ تکا تھا۔ چھوٹا سا ناز ک سا چہرہ تھا اور کسی زمانے میں [illegible] دلکش دلکشا ہوگا جسے آج وقت کی گرد و غبار نے کملا دیا تھا، وانیہ بہت غور سے یہ چہرہ تک رہی تھی [illegible] محسوس ہوا جسے وہ اپنا کل دیکھ رہی ہو، وہ چہرہ اس کے چہرے سے بہت مشابہت رکھتا تھا، اور سب سے حیرت انگیز بات اس کی صراحی دار گردن اور اس پر ایک کالا تل بالکل اسی جگہ تھا جہاں اس کے تھا وہ اور آگے بڑھی تھی اور اس [illegible] کہ وہ بیڈ پر بیٹھتی کسی نے اس کے منہ پر سختی سے اپنی ہتھیلی رکھ دی تھی، کہ اس کا سانس گھٹنے لگا تھا اس کے [illegible] گر گیا تھا، جس کی آواز کارپٹ کی وجہ سے دب گئی تھی، آفریدی، وانیہ کو گھسیٹتا ہوا اس کمرے سے نکال کر اپنے [illegible] کمرے میں لے آیا تھا اور نہایت جارحانہ انداز میں اسے فرش پر بچھے قالین پر پھینک دیا تھا۔ اسے غصے سے [illegible] کے بعد اس نے دروازہ بند کیا تھا، آج ان بلوریں آنکھوں میں اس نے پہلی بار انتقام کی ہوس [illegible] وہ اس سے ملا تھا اپنے لیے نفرت و حقارت کے سوا کچھ نہیں دیکھا تھا، مگر آج اس کا انداز [illegible] اسے طرح دھڑکنے لگا تھا، وہ پل بھر میں سمجھ گئی تھی کہ آفریدی کے کیا ارادے ہیں اس کے نین کٹورے [illegible] طرح آنسو پینے لگے تھے، اسے آج اپنی عزت محفوظ نہیں لگ رہی تھی۔

''نہیں خدا کے لیے مجھے جانے دو، میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں، تمہیں اللہ رسول کا واسطہ دیتی ہوں مجھے جانے دو۔'' وہ گڑگڑا کر فریاد کر رہی تھی، اپنی عزت و انسانیت کی بھیک مانگ رہی تھی، خود کو بچانے کے لیے وہ ہتھیلیوں کے بل سے پیچھے سرکتی جا رہی تھی، مگر آفریدی پر آج بدلہ لینے کا جنون سوار تھا، جس دہکتی آگ میں وہ برسوں سے جل رہا تھا، آج اس کی چنگاریوں سے اس کا وجود بھی خاکستر کر دینے کے درپے تھا، ہونٹوں پر خباثت سے بھرپور مسکراہٹ چہرے پر [illegible] چمک لیے وہ اس کے قریب بڑھ رہا تھا۔

''تمہیں کیا لگتا ہے تم مجھے اتنے واسطے دو گی اور میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔'' کتنی طنزیہ ہنسی تھی اس کی، کہ وہ اندر تک خوفزدہ ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کا پیر پکڑ کر اپنے نزدیک کھینچا تھا، وہ ٹھہری کمزور اپاہج بھلا کہاں اس دیو ہیکل مرد کا مقابلہ کر سکتی تھی، چیختی چلی آئی اور اس کے چٹان جیسے وجود سے بری طرح ٹکرائی تھی، محسوس تو یوں ہوا جیسے اس پہاڑ سے ٹکرا کر وہ خود پاش پاش ہو گئی ہو۔

"بھاگ رہی تھی ... مجھ سے بھاگ رہی تھی وہ بھی لندن۔ تمہیں کیا لگتا ہے یہ سب اتنا آسان ہے، مجھ سے چھٹکارا پانا بہت آسان ہے؟" آفریدی نے سختی سے اس کے بال اپنی مٹھی میں دبوچے تھے کہ وہ کراہ کے رہ گئی۔

"شہلا راپ ریحان شیخ ... اونہہ... وہ بزدل انسان جب میرا سامنا نہ کر سکا تو تمہیں لے کر لندن فرار ہو رہا تھا، وہ سمجھتا ہے آفریدی کوئی کمزور انسان ہے جو اس کی طرح گیدڑ بھبکیاں ہی دیتا ہے، مگر آج میں اسے سبق سکھاؤں گا کہ بدلے کی اس آگ میں جھلستا آفریدی کیا کر سکتا ہے۔" آفریدی نے موم کی گڑیا کی طرح اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا تھا اور اپنے جہازی سائز بیڈ پر نہایت ہی بری طرح پٹخ دیا تھا، وانیہ تکلیف سے بلبلا کے رہ گئی وہ اپنے بچاؤ کے لیے دوسری سائیڈ سے اترنے کے لیے آگے بڑھی، مگر اس سے پہلے ہی آفریدی نے اس کا بازو پکڑ کے پھر سے پیچھا تھا، اور اس کے سینے پر پڑے دوپٹے کو کھینچ کر پیچھے قالین پر پھینک دیا تھا، وانیہ کی تو جیسے جان ہی نکل گئی تھی، اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیے تھے۔

"نہیں خدا کے لیے ایسا مت کرو۔" وہ بلک بلک کر عاجزی سے بولی تھی۔

"گناہ...!" وہ ہنسا تو ہنستا ہی چلا گیا تھا۔

"شکر ادا کرو مسز آفریدی کہ یہ گناہ نہیں ہے۔" اور پھر مزید اس کی کچھ سنے زور سے اسے جو دھکا دیا تو وہ پیچھے کی سائیڈ پر گری تھی، سائیڈ ٹیبل پر رکھی تمام چیزیں اس کے ہاتھ مارنے سے نیچے گرتی چلی گئی تھیں، آفریدی اس پر جھکتا چلا گیا تھا، کتنی مزاحمت کی کہاں تک مقابلہ کرتی وہ چھوٹی سی موم کی گڑیا کانچ سے بنا نازک سا دل اس کے احساسات و جذبات سب اس کی ہوس کا نشانہ بن گئے تھے اور پھر چند ہی گھنٹوں میں سب کچھ ختم ہو گیا تھا، اس کا غرور وانا اس کا اعتماد اس کی عزت اور اس کی انسانیت سب کچھ یہاں تک کہ اس کا وجود بھی نہیں اس کی روح کو بھی آفریدی نے اپنے پیروں تلے بری طرح روند ڈالا تھا، اس کی ذات مجروح ہو کر رہ گئی تھی، وہ ٹوٹتی چلی گئی اس کا ایک ایک ریشہ بکھرتا چلا گیا تھا، وہ اب اس کے سامنے نظر اٹھا کر چلنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

"اے کاش.... اسی پل زمین پھٹتی اور وہ اس میں زندہ درگور ہو جاتی" آج اس کا مقصد انجام کو پہنچ گیا تھا، اس نے وانیہ کو بیڈ سے نیچے کسی کچرے کی طرح پھینک دیا تھا، جیسے اب اس کی کوئی حیثیت کوئی وقعت نہیں رہی تھی۔

"جاؤ جا کر اپنے باپ سے کہہ دینا کہ جس طرح تیس سال پہلے اس نے شہلا آفریدی کو توڑ پھوڑ کے پھینک دیا تھا، آج اس کی گڑیا بھی اسی طرح ٹوٹ کر بکھر گئی ہے۔" نفرت سے بھری ایک نظر اس پر ڈالتا وہ واش روم میں گھس گیا تھا، مگر وہ سن کہاں رہی تھی وہ اپنے حواسوں میں ہوتی تو سنتی، عقل و خرد سب گنوا چکی تھی، کمرے کی ہر شے وہ مندمل سی لگنے لگی تھی، سب کچھ جیسے گول گول گھوم رہا ہو، اور گھپ اندھیرے میں کھوتا چلا جا رہا ہو، ذہن کی اسکرین بالکل بلینک ہو چکی تھی، آنکھوں سے بھی سارے آنسو خشک ہو گئے تھے، گلا تو پہلے ہی چیخ چیخ کر دکھ گیا تھا، بلکہ شاید ورم بھی پڑ گئے تھے، دھیرے دھیرے آنکھیں بھی بند ہونے لگی تھیں، ہر شے سے بیگانہ وہ اپنے سارے ہوش و حواس کھوتی چلی گئی تھی، جسم سے لگتا تھا روح بھی پرواز کر گئی تھی، اس کی آتی جاتی سانس بھی رک گئی تھیں، دل دھڑکنا بند ہو گیا تھا، آنکھوں کی پتلیوں پر اگر کوئی عکس نمودار ہوا تھا تو وہ تھا اس کے چہیتے باپ ریحان شیخ کا۔ پھر وہ نہیں جانتی کہ آگے کیا ہوا اس کے ساتھ۔

☆ ☆ ☆

وہ صبح اٹھی برابر میں دیکھا عارفین کروٹ لیے بلینکٹ سر تک اوڑھے بے خبر نیند کے مزے لوٹ رہا تھا، وہ اٹھی تھی واش روم میں گئی منہ ہاتھ دھو کر وہ باہر نکلی عارفین ابھی تک اسی پوزیشن میں سو رہا تھا، ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالتی وہ باہر نکل آئی تھی، رابعہ کچن میں تھیں وہ وہیں چلی آئی، آج چونکہ سنڈے تھا وہ حلوہ پوری کا ناشتہ بنا رہی تھیں، آہٹ پر رابعہ نے پلٹ کر دیکھا تھا۔

''السلام علیکم!'' مقسوم آگے بڑھی اور ادب و احترام سے سلام کیا تھا۔

''وعلیکم السلام! جیتی رہو صدا سہاگن رہو۔'' انھوں نے مسکرا کے جواب کے ساتھ دعا دی تو مقسوم ان کی دعا پر جھینپ کے رہ گئی تھی۔

''کیا ہوا اچھی نہیں لگی میری دعا؟'' رابعہ نے اس کا جھینپا جھینپا سا چہرہ دیکھا تھا۔

''ارے نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ گڑبڑا کے رہ گئی، اب ظاہر سی بات تھی، عارفین اور اس کے درمیان کیا چل رہا تھا، وہ نہیں جانتی تھیں۔

''اچھا یہ بتاؤ آپ کیا کر رہی ہیں؟'' اس نے میدے سے بنے پیڑوں کو دیکھا جو رابعہ نے بنا کے رکھے تھے، چولہے پر آلو کی بھری ہوئی کڑاہی پر حلوہ چڑھایا ہوا تھا۔

''آج چونکہ سنڈے ہے اس لیے عارفین کا پسندیدہ ناشتہ بنا رہی ہوں، قیمے کی کچوری، سوجی کا حلوہ، چھولے آلو کا سالن اور میدے کی پھلکیاں۔''

''اف اللہ... اس قدر آئٹمز ناشتہ۔'' مقسوم نے حیرت سے ملی جلی کیفیت سے انھیں دیکھا تھا، اس کے انداز پر رابعہ ہولے سے مسکرا دیں۔

''تمہیں یہ سب نہیں پسند؟''

''سچ بولوں مائنڈ تو نہیں کریں گی؟'' ڈر بھی تھا کہ رابعہ [illegible]

''ہاں اپنے بچوں کی کسی بات کا برا نہیں مناتی، تم بولو!'' انھوں نے شفقت سے اسے دیکھا تھا۔

''ایکچوئلی میں اتنا ہیوی اور آئلی فوڈ نہیں کھاتی ہوں۔ [illegible] ڈرتے ڈرتے بتایا۔

''بس اتنی سی بات؟''

''جی...!'' اس نے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

''کوئی بات نہیں پہلے نہیں کھاتی تھیں، مگر اب کھانا پڑے گا، کیونکہ تمہیں اب ایک نسل کو پروان چڑھانا پڑے گا۔'' انھوں نے پیار سے اس کا گال تھپتھپایا تھا۔

''میں سمجھی نہیں۔''

''آ جائے گی سمجھ فی الحال تو یہ سب پلیٹ میں نکال کے ٹیبل پر رکھو اور عارفین کو بھی بلا لو۔''

''جی بہتر۔'' مقسوم نے جلدی جلدی سارا ناشتہ قرینے سے ٹیبل پر چن دیا تھا اور رابعہ کے کہنے پر دوبارہ بیڈ روم میں آئی تھی، عارفین اٹھ چکا تھا واش روم میں تھا پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی وہ نہا رہا تھا، وہ جب تک بیڈ پر پڑا بلینکٹ تہہ کرنے لگی تھی، اسی اثناء میں اس کا موبائل بجنے لگا تھا، مقسوم نے بلینکٹ کو چھوڑا اور موبائل اٹھایا جہاں اسکرین پر ''سوی کالنگ'' جگمگا رہا تھا، اس نے بے صبری سے موبائل آن کر کے کان سے لگایا تھا۔

''ہیلو سوی!'' اس نے بے تابی سے پکارا تھا۔

Digest.pk

"ہاں مقسوم! میں بات کر رہی ہوں سوی، کیسی ہو تم؟"
"میں بالکل ٹھیک ہوں، تم سناؤ تم کیسی ہو اور کہاں ہو؟" اس دوران عارفین بھی واش روم سے نکل کر آ گیا تھا، مقسوم پر نظر پڑی وہ موبائل پر کسی سے بات کر رہی تھی، بہت ایکسائٹڈ لگ رہی تھی، وہ سمجھ گیا تھا فون کے اس پار کون بات کر رہا ہوگا، وہ بے زاری شکل بنائے ٹاول سے بال رگڑتا ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آ ٹھہرا تھا۔
"میں بھی بہت خوش ہوں اور ٹھیک ہوں، یہیں پاکستان میں ہوں اور تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"
"ہاں سوی! مجھے بھی تم سے ملنا ہے بلکہ ایک کام کرو، تم میرے پاس آ جاؤ، مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں۔"
"آل رائٹ کہاں رکی ہو تم، مجھے ایڈریس بتاؤ میں آؤں گی۔"
"ایڈریس۔۔۔!" مقسوم نے ادھر ادھر دیکھا ڈریسنگ ٹیبل کے آگے عارفین کھڑا تھا۔
"جسٹ اے منٹ۔" وہ تیزی سے عارفین کے پاس آئی تھی، موبائل کے اسپیکر پر ہاتھ رکھا۔
"پلیز عارفین! اپنے گھر کا ایڈریس بتا دیں۔" عارفین نے پہلے بغور اس کے چہرے سے جھلکتی خوشی کو دیکھا پھر ایک سانس بھرتا ہوا والٹ میں سے وزیٹنگ کارڈ نکالی تھی اور اس کے ایک سادے کاغذ پر اس گھر کا ایڈریس گھسیٹا۔
"تھینک یو!" مقسوم اس کا سائٹ ورڈ دیکھے بغیر سوی کو ایڈریس سمجھانے لگی تھی۔
"ٹھیک ہے مقسوم! میں بہت جلد تم سے ملنے آؤں گی، میرا انتظار کرنا۔"
"او کے آئی ویٹ فار یو اینڈ یہ گڈ نیوز میں عارفین کو بھی سناتی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے موبائل آف کر دیا تھا، اس کے چہرے پر بے انتہا خوشی کے رنگ تھے، گالوں پر ڈمپل اس کی مسکراہٹ سے مزید گہرا ہو گیا تھا، عارفین کی نگاہیں تو ویسے بھی اس کے سراپے پر جمی ہوئی تھیں، مزید اس کا رل اس کے رخسار پر پڑتے ڈمپل میں کھو سا گیا تھا، دل نے شدت سے گواہی دی کہ کوئی ہلکی سی شرارت کی جائے، مگر اپنے نفس پر قابو پانا اسے آتا تھا۔
"عارفین! آپ کے لیے ایک خوشخبری ہے۔"
"رئیلی، تم مجھے خوشخبری سناؤ گی؟" عارفین دونوں ہاتھ سینے پر باندھے، پلکیں جھپکائے بغیر اسے تکنے لگا تھا، کیونکہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ سوی کا ذکر فی الحال اس وقت سن کر اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مقسوم پہلے تو نہیں سمجھی جب عارفین کی بات کا مطلب سمجھ میں آیا تو بری طرح جھینپ کر رہ گئی۔
"عارفین! میرا وہ مطلب نہیں تھا۔"
"تو پھر کیا مطلب تھا جان عارفین!" وہ ایک قدم اور آگے بڑھا تھا، اسے دیکھ کر اس پر شوخیاں سی سوار ہونے لگی تھیں۔
"دیکھیے آپ۔۔۔ مجھ سے اس طرح کی گفتگو مت کریں۔" وہ اس کے اس جملے سے حیا سے سرخ پڑ گئی تھی، شرم کے مارے گھنیری پلکیں بھی لرزنے لگی تھیں، رخسار پر ڈمپل مدھم پڑنے لگا تھا۔
"تو پھر کیسی گفتگو کروں تم ہی بتا دو۔" وہ ہولے سے مسکرا دیا۔
"میں آپ کو یہ بتانے والی ہوں کہ سوی آ رہی ہے۔" اس نے خائف نظروں سے عارفین کو دیکھا جو آنکھوں میں شوخیوں کا ایک جہاں آباد کیے اسے دیکھ رہا تھا۔
"اچھا۔۔۔!" عارفین نے "اچھا" کو ایک سانس بھر کر ذرا لمبا کھینچا تھا۔

''تو بالآخر ان چار ماہ کے عرصے میں محترمہ سوی صاحبہ کو آپ سے ملنے کا خیال آ ہی گیا۔'' ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ لیے وہ دلکشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''ہوسکتا ہے وہ کسی مجبوری میں پھنس گئی ہوگی۔'' وہ بے بے لفظوں میں اس کی وکالت کررہی تھی۔

''اور ویسے بھی ہمارے بیچ یہ طے ہوگیا تھا کہ سوی آجائے گی تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی کہ بہرحال آپ سوی کی امانت ہیں۔'' اس نے نگاہوں کا رخ ہی پھیر لیا تھا، جانے کیوں دل عجیب انداز میں دھڑکا تھا۔

''یہ تو اب سوی صاحبہ کے سامنے آنے پر ہی پتہ چلے گا کہ انہیں کون سی مجبوری تھی کہ نہ صرف اپنی شادی چھوڑ کے بھاگ گئی تھیں، بلکہ اپنے والدین کی عزت پر بھی نہ لگا گئی تھیں۔''

''پلیز آپ میری دوست کے لیے ایسے بے ہودہ الفاظ استعمال مت کریں۔'' وہ برا مان گئی تھی۔

''آفرین ہے ایک تم پر اور ایک تمہاری دوست پر۔'' وہ طنزاً اڑانے لگا تھا۔

''دیکھیے اب آپ زیادتی کررہے ہیں۔'' وہ غصے میں آ گئی تھی، اور اپنی انگشت شہادت اس کی طرف اٹھائی تھی، عارفین نے ان کو اپنی آنکھوں میں جھانکتا جہاں غصہ جھلک رہا تھا۔

''تم زیادتی کرنے کے لیے کہہ رہی ہو؟'' اس نے اس کی اٹھی انگلی پکڑ لی تھی۔

''آف...!'' وہ کراہ اٹھی تھی، غصہ سر پر چڑھ گیا تھا۔

''آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔'' اس نے ایک جھٹکے سے اپنی انگلی کھینچی اور پیر پٹخ کر جانے لگی کہ عارفین نے اس کی مرمریں کلائی تھام لی تھی، وہ اس کی ڈال کی طرح اس کے کسرتی بازو سے لگی تھی۔

''لگتا نہیں ہے کہ تم لندن جیسے آزاد ماحول میں پلی ہو۔'' نہایت ہولے سے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اس کی جھکی جھکی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

''کیا مطلب؟'' بمشکل پلکیں اوپر اٹھائی تھیں۔

''مطلب یہ کہ تمہاری کوئی بھی ناز و ادا لندن کے شہری نہیں دکھتیں۔'' عارفین کی گہری بات کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی اور بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے حصار سے چھڑایا تھا۔

''میں آپ سے سوی کی بات کررہی ہوں اور آپ بات کا رخ کہاں سے کہاں لے جارہے ہیں۔''

''یعنی کہ تم نے تہیہ کرلیا ہے کہ تمہیں میرا خوشگوار موڈ خراب کرنا ہے۔'' عارفین نے اس سے دو قدم پیچھے ہٹ کر سینے پر دونوں ہاتھ باندھے بغور اسے دیکھا تھا، مقسوم کچھ نہیں بولی تھی مگر خاموشی سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی، عارفین نے اس کی خاموشی پر ایک لمبی سانس کھینچی تھی۔

''اچھا چلو تم مجھے خود ہی بتا دو کہ جو لڑکی اپنی شادی کے عین ٹائم پر بھاگ جاتی ہے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے جسے نہ مہمانوں کا خیال تھا نہ ہی اپنے والدین کی عزت کا اور اس پر مہا کمال کہیں یا دیدہ دلیری کہ اپنی جگہ اپنی فرینڈ کو بٹھا دیتی ہے اور پھر زبردست بات یہ کہ وہ چار، پانچ بعد واپس بھی آرہی ہے تو تم مجھے بس اتنا سمجھا دو کہ اس میں خوشخبری کیا ہے؟''

''یہ کیا آپ بار بار ''بھاگ گئی بھاگ گئی'' کا لفظ استعمال کررہے ہیں آپ کو اس طرح میری دوست کی انسلٹ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔'' وہ خاصا برا مان گئی تھی بلکہ منہ بنا کر اس کی سمت سے رخ ہی پھیر گئی تھی، جس پر عارفین دھیرے سے ہنس دیا تھا۔ اتنے بڑے لیکچر میں اس نے صرف ''بھاگ گئی'' کے لفظ پر ہی غور کیا تھا۔

''بہت حیرت ہوتی ہے مجھے تم پر، بقول تمہارے ہی کہ تمہاری فرینڈ تمہیں یہاں پھنسا گئی ہے، پھر بھی تم اس

کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتی ہو۔"

"ہاں تو اس میں غلط کیا ہے اور آپ اسے اتفاق کہہ لیں یا پھر میری بدقسمتی کہ میں یہاں اس کی جگہ پر ہوں، مگر یہ بھی سچ ہے کہ اسے یقیناً کوئی بڑی مجبوری رہی ہوگی ورنہ کوئی بھی لڑکی اپنی شادی کے عین ٹائم پر نہیں جاتی ہے۔"

"خیر بدقسمتی تو نہیں مگر ہاں اتفاق ضرور کہہ سکتی ہو، ویسے وہ بھی حسین اتفاق خاص کر میرے لیے۔" اس نے جھک کر اس کے کان کے پاس آ کر کہا تھا، مقسوم بری طرح گھور کر دیکھنے لگی تھی۔

"اوکے بابا سوری! اس طرح گھور کر تو مت، نہایت کمزور دل واقع ہوا ہوں، ہارٹ اٹیک ہی نہ ہو جائے۔" صاف لگ رہا تھا وہ مکمل مذاق کے موڈ میں ہے سیریس بالکل نہیں ہے، مقسوم نے بھی کچھ کہنا بے وقوفی ہی سمجھا تھا اور گردن ادھر ادھر گھمانے میں کرتی وہاں سے ہٹ جانا ہی بہتر سمجھا تھا۔

"اچھا یار! سوری بول رہا ہوں ناں۔" عارفین اس کا ارادہ بھانپ کر تیزی سے اس کی راہ میں حائل ہو گیا تھا۔

"چلو سیریس ہوتے ہیں اب کچھ اول فول نہیں بولوں گا۔" اس نے باقاعدہ اپنے دونوں کان پکڑ لیے تھے۔

"میں تو سیریس ہی ہوں آپ کو ہی بلاوجہ کا مذاق سوجھ رہا ہے۔"

"اوکے بابا! کہا ناں اب میں بالکل سیریس ہوں، چلو بولو! کیا بول رہی تھیں تم؟" مقسوم اس کی اداکاری پر خائف نظروں سے دیکھنے لگی، جو عارفین نے نوٹ کر لیا تھا۔

"اوہ... شاید میں پھر کچھ غلط بول گیا یقیناً مجھے آپ جیسی ہستی کو عزت و احترام سے پوچھنا چاہیے تو...!" عارفین نے اپنا ایک ہاتھ پشت پر ایک ہاتھ سینے پر رکھا اور آنکھیں جھکا کر ادب سے اس کے آگے جھکا تھا۔

"مسز عارفین! آپ کی بیسٹ فرینڈ مقسوم اظہر عرف سوئی جو کہ آپ سے ملنے سے پہلے اپنی شادی کے عین ٹائم پر کسی بہت بڑی مجبوری کے تحت کہیں تشریف لے گئی تھیں، وہ اب واپس آ چکی ہیں اور آپ کے گھر میں آج پہلا قدم رنجہ فرمائیں گی، تو آپ مجھے حکم دیجیے کہ میں سوی صاحبہ کی کیا خاطر داری کر سکتا ہوں۔" اس کے طرز انداز پر اس کے اتنے گاڑھے جملوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی وہ منہ پر ہاتھ رکھے ہنسنے لگی تھی۔

"عارفین! آپ نہایت ہی برے ہیں آپ سے بات کرنا بہت فضول ہے۔" عارفین اس کی ہنسی پر سیدھا کھڑا ہو گیا تھا، اس کا مطلب تھا وہ ناراض نہیں تھی۔

"ارے مقسوم بیٹا! کہاں رہ گئے تم لوگ، ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" اتنے میں رابعہ کی آواز آ گئی تھی۔

"بس امی آ رہے ہیں۔" مقسوم نے دروازہ کھول کے آہستہ سے انھیں جواب دیا پھر پیچھے پلٹ کر عارفین کو دیکھا جو دلکشی سے بغور اسے مسکرا کے دیکھ رہا تھا۔

"ناشتے کے لیے بلانے آئی تھی جانے آپ نے مجھے کہاں الجھا دیا اب چلیے ناشتہ سارا ٹھنڈا ہو گیا ہوگا، میں پھر سے گرم کر دیتی ہوں۔" الٹا اسے مورد الزام ٹھہرا کے نورا کمرے سے باہر نکلی تھی، عارفین بھی اس کے پیچھے مسکراتا ہوا کوئی انگریزی دھن گنگناتا آ رہا تھا۔

"اتنی دیر کر دی تم دونوں نے، میں نے ناشتہ دوبارہ گرم کر کے رکھ دیا ہے، اب جلدی سے آ جاؤ۔" رابعہ اپنی چیئر سنبھال چکی تھیں۔

''امی! میں کردیتی آپ کو تکلیف اٹھانی پڑی۔'' مقسوم کو شرمندگی نے گھیر لیا۔

''کوئی بات نہیں اور تکلیف کیسی اپنی اولاد کا کام کرنا تکلیف تھوڑی ہوتی ہے۔'' انھوں نے محبت سے اسے دیکھا تھا، مقسوم ہولے سے مسکرادی تھی کبھی کبھی تو سوہی کی قسمت پر رشک کرتی تھی کہ وہ اتنی ساری پرخلوص محبتوں کی مالک ہے، پھر اداس بھی ہو جاتی کہ بہرحال اسے ایک نہ ایک دن یہاں سے چلے ہی جانا تھا، مگر وہ ان بہت ساری محبتوں کے سہارے اپنی زندگی گزار دے گی۔

''اب کیا سوچنے لگیں؟'' رابعہ نے اس کے پرسوچ چہرے کے آگے ہاتھ لہرایا تھا، عارفین نے بھی بغور دیکھا تھا اس کو، اور وہ جانتا تھا کہ مقسوم اس وقت کیا سوچ رہی ہے۔

اس جیسی بے وقوف اور معصوم لڑکی عارفین نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھی تھی، جو اپنا شوہر اپنی بیسٹ فرینڈ کی جھولی میں ڈالنے کے درپے ہے۔

''نہیں کچھ بھی تو نہیں۔'' وہ چونک کر رہ گئی۔

''تو پھر ناشتہ کریں۔''

''جی ...!'' اس نے [illegible] سے صرف ایک کپ چائے اور ڈبل روٹی کا ایک پیس اٹھایا تھا۔

''مقسوم بیٹا یہ جو آپ کا [illegible] نے بنایا ہے، کس کے لیے بنایا ہے؟'' رابعہ نے اس کو ڈبل روٹی پر مکھن کی ہلکی سی تہہ لگاتے دیکھا۔

''امی! اصل میں، میں واقعی اتنا [illegible] ایک فاسٹ نہیں کرسکتی۔'' وہ منمنائی تھی۔

''ایک بات تو بتاؤ وہاں لندن میں تم [illegible] تھا کہ نہیں؟'' عارفین نے پوری کا ایک نوالہ توڑ کر حلوے سے لگا کر منہ میں رکھتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

''وہاں میں صبح گرم کافی کے ساتھ ایک بار دو بسکٹ کھا لیتی تھی، پھر دوپہر میں نوڈلز یا برگر کھا لیا اور رات کا کھانا ویسے تو اکثر گول کر جاتی تھی، مگر جبھی مم دودھ کا ایک گلاس [illegible] لیتی تھی۔'' اس نے تفصیل سے اپنی روٹین بتائی تھی۔

''حیرت ہو رہی ہے کہ تم اب تک زندہ کیسے ہو؟'' عارفین نے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

''مطلب...؟''

''مطلب یہ کہ ایسی غذا لیتی تھیں اسی لیے تمہارا یہ حال ہے۔'' عارفین نے اس کے دھان پان سے وجود پر بھرپور نظر ڈالی تھی، مقسوم اس کے یوں دیکھنے پر پزل سی ہو گئی تھی۔

''اف .. اوہ عارفین! کنفیوژ کر دیا تم نے مقسوم کو۔'' رابعہ نے عارفین کو مزید بولنے سے پہلے ٹوکا اور ایک پلیٹ میں سالن نکال کر مقسوم کے آگے کیا، جبکہ عارفین اس کے آگے سے ڈبل روٹی اور چائے ہٹا کر سالن کی پلیٹ مزید آگے کر چکا تھا۔

''پہلے جو کھاتی تھیں وہ کھاتی تھیں مگر اب تمہیں ان سب کھانوں کی عادت نہ صرف ڈالنی ہے بلکہ بہت اچھی کوکنگ بھی سیکھنی چاہیے۔'' رابعہ نے ایک اور پلیٹ میں حلوہ نکال کر اسے تھمایا۔

''چلو اب شاباش اسے کھاؤ، آخر کو تم میرے عارفین کی نسل آگے بڑھاؤ گی، اور مجھے اپنے پوتے، پوتی صحت مند، گول مٹول سے چاہئیں، اس لیے جب ماں کی صحت اچھی ہو گی تو اولاد بھی اچھی ہو گی۔'' رابعہ تو اپنی دھن میں بس بولے جا رہی تھیں، مگر مقابل کی حالت کیا تھی، اس کی کوئی خبر نہیں تھی، ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم کا

Digest.pk

سارا الجھاؤ اس کے چہرے پر آ کر جم گیا ہو۔
''امی! آپ بالکل درست کہہ رہی ہیں، میں آپ کی بات سے سو فیصد متفق ہوں۔'' عارفین شوخی سے اسے دیکھنے لگا تھا۔
''تم تو چپ ہی کرو، اگر اتنے متفق ہوتے تو مجھ سے پہلے تمہیں مقسوم کا خیال رکھنا چاہیے تھا، عدہ ہو گئی خور نے تو اپنا آدھا ناشتہ کر لیا ہے، اور مقسوم نے ابھی تک ایک لقمہ بھی نہیں توڑا ہے۔'' رابعہ نے اسے بھی گھر کا، وہ ہولے سے مسکرا دیا۔
''او کے اگر آپ کا حکم ہو تو آپ کی بہو صاحبہ کو اپنے ہاتھ سے کھلا دوں؟'' عارفین نے اپنا ناشتہ مکمل کیے نیپکن سے ہاتھ صاف کیے اور رابعہ سے پوچھنے کے بعد مقسوم کو دیکھا جس نے ابھی تک ایک نوالہ بھی نہیں توڑا تھا۔
''دیکھو ذرا مقسوم نے ابھی تک ایک نوالہ بھی نہیں توڑا، مقسوم بیٹا اگر عارفین کے ہاتھ سے کھانے کی خواہش ہے تو میں نہیں دیکھوں گی، اس کے ہاتھ سے کھا لو۔'' رابعہ نے مسکرا کے مقسوم کو دیکھ کر چھیڑا تھا، مقسوم تو صحیح معنوں میں شپٹا گیا۔
''ارے نہیں امی! میں خود کھا لوں گا۔'' مقسوم نے جلدی سے پوری کا ایک نوالہ توڑا اور سالن سے لگا کر منہ میں رکھا، مبارا عارفین اپنے ہنسی ہی نہ کر لے، اس کے یوں منہ میں جلدی سے نوالہ رکھنے پر عارفین رابعہ سے ہنس دیا اور رابعہ مسکرا دیں، اپنی یہ معصوم سی شرمیلی شریمتی سی بہو بہت عزیز ہو گئی تھی۔

☆

تین رن بعد اسے ہوش آ گیا تھا، مگر اس وقت وہ دواؤں کے زیر اثر بے خبر سو رہی تھی، یہ تین رن تین راتیں ریحان شیخ نے کیسے پل پل مرتے جیتے گزاری تھیں، یہ صرف وہ ہی جانتے تھے یا ان کا رب، معصومی سی آنکھ تک نہیں جھپکی تھی انھوں نے۔
آخر کس گناہ کی سزا مل رہی ہے انھیں ان کی اکلوتی معصوم بیٹی کو، کیا بگاڑا تھا انھوں نے کسی کا، انھیں نہیں یاد پڑتا تھا کہ نادانستگی یا جان انجان کر بھی انھوں نے یا ان کی بیٹی نے کسی کو تکلیف بھی پہنچائی ہو گی، مگر آج وانیہ ایسی حالت میں کیوں ہے، وہ یہ دن بھی دیکھنے کے لیے زندہ تھے، انھیں موت کیوں نہیں آ گئی اپنی وانیہ کو ایسی حالت میں دیکھنے سے پہلے کیسا بے غیرت باپ ہوں میں کہ اپنی چہیتی اکلوتی بیٹی سے عزیز بیٹی کی ایسی اذیت ناک حالت دیکھ کر بھی میں زندہ کیوں ہوں؟ مگر ہاں شاید مجھے زندہ رہنا ہے کیونکہ جس طرح اذیت میں میری وانیہ ہے اس سے زیادہ آفریدی کو ایسی اذیت ناک موت ماروں گا کہ عبرت کا نشان بن کر رہ جائے گا، وانیہ کا بدلہ لیے بغیر میں آفریدی کو چھوڑوں گا نہیں، مسخ کر دوں گا اس کی ہستی اس کی کائنات، کہ اس کا نام و نشان تک باقی نہیں رہے گا، اس کی اگلی پچھلی ساری نسل خاک میں ملا دوں گا اس نے میری بیٹی کو اس حال تک پہنچایا ہے ناں، میں اس کو کہیں کا نہیں رہنے دوں گا۔'' اپنی بیٹی وانیہ کے پاس وہ کھڑے اس کا مرجھایا چہرہ دیکھ کر اذیت سے سوچ رہے تھے، انھوں نے بغور وانیہ کا چہرہ دیکھا تھا، ان گزرے تین رن میں وہ سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھی، جسم سے جیسے سارا خون نچوڑ لیا ہو، زندہ لاش بن کر رہ گئی تھی وہ۔
دروازے پر کسی نے دستک دی بلکہ وہ اندر بھی آ گیا تھا، ریحان شیخ نے پیچھے پلٹ کر دیکھا بلیک جینز پر لائٹ براؤن شرٹ پہنے کالر میں فینسی ٹائی لگائے ہاتھ میں موبائل اور گاڑی کی چابی لیے وہ قریب آ رہا تھا، اپنی بہی

چوڑی جسامت اور سرخ و سفید رنگت سے وہ کوئی پٹھان یا ڈیرہ لگ رہا تھا، مگر وہ تھا کون آج سے پہلے تو اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

''ہیلو مسٹر ریحان! کیسے ہو تم؟'' وہ ریحان شیخ کے مقابل آ ٹھہرا تھا۔

''آ فریدی.....!'' یہ آواز تو وہ لاکھوں میں بھی پہچان سکتے تھے، یہ وہی شخص تھا جس نے ان کی بیٹی کو اس حال تک پہنچایا تھا۔

''تم.....!'' آواز میں سانپ سے زیادہ زہریلی کاٹ تھی۔

''خاکسار کو آ فریدی کہتے ہیں، جو بدقسمتی سے تمہارا داماد، تمہاری بیٹی کا شوہر ہوتا ہے بلکہ.....!'' آ فریدی نے گردن کو ہلکے سے خم کر کے بیڈ پر بے خبر سوئی وانیہ کو دیکھا تھا۔

''تمہاری بیٹی کو اس حال تک پہنچانے والا بھی میں ہی ہوں۔'' اس قدر دیدہ دلیری اور بہادری سے وہ اپنا اقرار جرم قبول کر رہا تھا، بلا کسی ڈر و خوف کے اس کے انداز پر ہی نہیں اس کو دیکھ کر بھی ریحان شیخ کے اندر بہتا لاوا ابل پڑا تھا، انھوں نے غم و غصے کی شدت میں آ فریدی کا کالر اپنی دونوں ہتھیلیوں میں زور سے دبوچ لیا تھا۔

''کمینے، سور کی اولاد! میں تجھے چھوڑوں گا نہیں، تیرا وہ حشر کروں گا کہ تو ہی نہیں تیری اگلی پچھلی ساری نسلیں پناہ مانگیں گی، تو اس کے عبرت کا نشان بن جائے گا، وہ حال کروں گا تیرا کہ دوبارہ زندگی نہ ملنے کی بھیک مانگے، موت کو بدترین سزا تیرے لیے۔'' وہ ہذیانی ہو کر دبی دبی آواز میں اس پر چیخ رہے تھے۔

''فی الحال تو اپنی بیٹی کو دیکھو، خود اسے موت کی دعا مانگ رہی ہوگی۔'' آ فریدی نے ریحان شیخ کے دونوں ہاتھ اپنے کالر سے جھٹکے سے ہٹاتے تھے۔

''شٹ اپ.....!'' ریحان شیخ نے اس کے [illegible] اس پر ہاتھ اٹھایا مگر وہ ہوا میں ہی معلق ہو کر رہ گیا تھا، کیونکہ آ فریدی نے ریحان شیخ کا اٹھا ہاتھ پکڑ کے [illegible] جھٹک دیا تھا۔

''چہ..... چہ..... بہت افسوس ہو رہا ہے، مگر کیا کریں یہ سب کرنا بھی ضروری تھا۔'' ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ لیے وہ ریحان شیخ کو طنزیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا، [illegible] جلال غیض و غضب پر ہنس رہا ہو مذاق اڑا رہا ہو۔

''کیوں کیا تو نے میری بیٹی کے ساتھ اس طرح، خود کو دیکھا ہے بہت اچھی [illegible] بیٹی تجھ سے معصوم اور بے قصور تھی وہ۔''

''جیسے شہلا آ فریدی تھی۔'' آ فریدی غصے سے دھاڑا تھا کہ وانیہ جو بے خبر سو رہی تھی، آ فریدی کی چنگھاڑتی آواز پر اس کی نیند ٹوٹی تھی۔ ریحان شیخ نے نہایت چونک کر خاموشی سے اسے دیکھا تھا ''شہلا آ فریدی'' انھوں نے دھیرے سے یہ نام پکارا تھا۔ جبکہ ریحان شیخ کے برعکس وانیہ نہایت ڈری سہمی کسی خوفزدہ چڑیا کی طرح آ فریدی کو بغیر پلکیں جھپکائے دیکھ رہی تھی، وہ روح فرسا منظر اس کی آنکھوں کی پتلیوں پر کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا، اس کے دل کی حالت زیر و بم ہونے لگی تھی اندر ایک تلاطم ایک آندھی طوفان سا برپا تھا، جس میں وہ بہتی چلی جا رہی تھی کسی شیشے کی گڑیا کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئی تھی، اس کی انا، خود پسندی، نسوانیت، سب کچھ آ فریدی نے اپنے نفس تلے روند ڈالا تھا، بدلے کی انتقام کی آگ میں اس کا پورا وجود جھلسا دیا تھا، اسے کسی قابل نہیں چھوڑا تھا وہ تو پہلے ہی اپنی ٹانگ سے لاچار کمزور تھی، رہا سہا اعتماد بھی آ فریدی نے اپنے پیروں تلے کچل کر رکھ دیا تھا۔

Digest

"بابا..... بابا..... بابا!" وہ ہذیانی ہو کر چیخنے چلانے لگی تھی، آفریدی کی طرف ڈر کے مارے دیکھ نہیں رہی تھی، بس ریحان شیخ کو زور زور سے پکار رہی تھی، اس کی چیخ و پکار پر ریحان شیخ کا سکتہ ٹوٹا تھا، وہ آفریدی کو دیکھنے کے بعد وانیہ کی طرف تیزی سے بڑھے تھے، وانیہ نے جلدی سے ریحان شیخ کا بازو پکڑ لیا تھا اور تھوڑی سی ہمت کر کے ان کے اندر چھپنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، تکلیف کی شدت سے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"بابا..... مجھے بچالیں۔" زبان الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہی تھی، وہ بالکل سامنے ہی تو کھڑا تھا، آنکھوں میں خوف لیے اس نے ریحان شیخ کا بازو اپنے چہرے پر رکھ لیا تھا۔ آفریدی فتح مندی کی چال چلتا ہوا، ہونٹوں پر جیت کے نشے کی مسکراہٹ بلور میں آنکھوں میں انتقام کے پورے ہو جانے والا مقصد لیے وہ وانیہ کی طرف بڑھا تھا، اور چند قدموں کے فاصلے پر آ ٹھہرا تھا، بغور اس کا خوفزدہ چہرہ دیکھا تھا، جو ریحان شیخ کے بازو میں چھپا رہا تھا، بھرپور نظر اس کے سراپے پر ڈالی جو سفید چادر سے ڈھانپ رکھا تھا، وہ کسی خوفزدہ ہرنی کی طرح شکاری سے بچنے کے لیے ریحان شیخ کی پناہ گاہ میں چھپنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی، اس دوران ریحان شیخ بالکل چپ چاپ کسی بت کی طرح کھڑے تھے۔

"ریحان شیخ! تم اپنی بیٹی کو دیکھ کر اپنا گزرا وقت یاد کرنا، بہت تڑپ رہے ہو ناں اپنی پھولوں جیسی بیٹی کو اس حالت میں دیکھ کر، اب یہ تمہاری زندگی بھر کے لیے سزا ہے کہ جب جب سانس لینا "شہلا آفریدی" کو ضرور یاد کرنا، اور اب اپنی بیٹی کے لیے موت کی دعا مانگنا، جس کا خسارہ تمہاری بیٹی کے حصے میں آیا ہے۔" آفریدی استہزائیہ ہنسی ہنستا ہوا وانیہ سے پلٹا تھا، ایک دو قدم جا کر پھر رکا اور اپنی جیب سے ایک پیپر نکال کر وانیہ کے اوپر پھینکا تھا۔

"اور یہ لو یہ ہے نکاح نامہ جس کی ایک کاپی میرے پاس اور ایک کاپی میرے پاس رہے گی ریحان شیخ! تمہارے نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ نکاح ہوا ہے یا نہیں، شکر ادا کرو ریحان شیخ! کہ تمہاری طرح اتنا پستی میں نہیں گرا کہ ناجائز طریقے سے تمہاری بیٹی کو حاصل کرتا، اپنی مری ماں کی روح کو بے سکون کر دیتا، یہ بھی گوارا نہیں ہے، یہ نکاح صرف تمہاری بیٹی کو اپاہج دیکھ کر بھی کیا تھا [illegible] یہ نکاح نامہ کی کاپی دینے کا مقصد بھی یہی ہے کہ تم اور تمہاری بیٹی کے لیے یہ سزا بہت ہے کہ [illegible] پر بیٹھی رہے گی، پھر چاہے اسلام آباد میں رہے یا لندن جیسے آزاد شہر میں۔" پھر وہ رکا نہیں اس [illegible] نکلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔ وانیہ تو اس کو دیکھنے سے پھر سے اپنے سارے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی، ریحان شیخ وانیہ کی حالت دیکھ کر گھبرا گئے اور اس کا سر نرمی سے تکیے پر رکھا، پھر تیزی سے ڈاکٹر کو بلانے گئے تھے، تھوڑی دیر کی فرینٹنٹ کے بعد اس کی سانسیں پھر سے بحال ہونے لگی تھیں، مگر دل کی دھڑکن ہلکی ہلکی چل رہی تھی، ڈاکٹر نے اسے نیند کا انجکشن لگا دیا تھا، جس کے سبب وہ پھر سے پرسکون نیند کی وادیوں میں کھو چلی گئی تھی، ریحان شیخ نے بغور اس کا معصوم کملایا چہرہ دیکھا تھا، وہ چہرہ جس میں انھیں کسی کی شبیہ لگتی تھی، جسے وہ پہچان ہی نہیں پائے تھے، اپنے دل و دماغ کو جھٹک دیا کرتے تھے، مگر آج وہ چہرہ پورے طمطراق کے ساتھ جلوہ گر ہوا تھا۔

زندگی کے پیریڈ میں سے وہ یہ تکلیف دہ حصہ کیسے بھول گئے، وہ کوئی معمولی حادثہ تو نہیں تھا کہ بھلا دیا جاتا کسی کی پوری زندگی کا سوال تھا، اس کا مستقبل تھا جو ان کی بدولت تاریکی کی اتھاہ گہرائیوں کی نظر ہو گیا، جسے برباد کر کے وہ دوسرے دن اپنے دوستوں کے ساتھ جشن منایا تھا ریحان شیخ نے، اور پھر کتنی جلدی ڈالن کے پردے سے وہ سارا قصہ، وہ حادثہ فراموش بھی کر دیا جیسے اس کے لیے کوئی بات ہی نہیں، مگر انھوں نے جو کل کیا آج اس کا

خمیازہ کوئی اور نہیں ان کی اپنی سگی اکلوتی چہیتی بیٹی وانیہ بھگت رہی تھی، جو ان کی جان تھی ان کی زندگی ان کا کل سرمایہ وہ جسے یہ تک معلوم نہیں کہ پر شفقت باپ کے پیچھے ان کا کس قدر بھیانک ماضی چھپا ہوا تھا، کہ اگر وہ جان جائے تو شاید نفرت کرنے لگے اپنے باپ سے کراہیت آئے ان کے گزرے کل سے۔

☆ ☆ - - - ☆

''وہ دیکھو ریحان! وہ آ رہی شہلا آفریدی۔'' معید کے کہنے پر بیل چباتے ریحان نے اپنے سن گلاسز کے اوپر سے دیکھا تھا، وہ حقیقت میں حسن و جمال کا پیکر تھی، اس کے بارے میں جتنا سنا تھا وہ اس سے کہیں زیادہ حسین اور خوبصورت تھی، وہ یک ٹک اس کو دیکھتا ہی چلا گیا تھا۔

''کیوں میں نے کہا تھا ناں کہ اس جامعہ کی سب لڑکیوں کو ایک طرف اور شہلا آفریدی کو ایک طرف رکھ لے۔'' معید نے ہنستے ہوئے ریحان کو ٹوکا تھا۔

''واقعی یار! تو سچ بول رہا تھا، یہ میری سوچ سے زیادہ خوبصورت ہے۔'' ریحان نے بیل تھوکی اور ہاتھ جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا تھا، وہ وقت ضائع کرنے کا قائل نہیں تھا جو بھی خوبصورت حسین لڑکی دیکھی فوراً دوستی کا ہاتھ بڑھانے پہنچ جاتا تھا، ریحان کی شخصیت ہی کچھ ایسی سحر انگیز تھی کہ لڑکیاں اس کے ایک اشارے پر مرنے لگتی تھیں اور ان ہی لڑکیوں [illegible] پر چڑھا دیا تھا کہ دیکھتا تھا کہ دنیا کی جس لڑکی پر نظر ڈال لے اس کو ایک اشارہ کر دے وہ اپنا سب کچھ اس پر لٹا دے گی، مگر یہ بھی ریحان کی اپنی ٹیپر تھی کہ ہر لڑکی سے دوستی ضرور کرتا، مہنگے مہنگے گفٹس ضرور دیتا مگر کبھی [illegible] اپنے گھر کا [illegible] اپنے بیڈ روم کا راستہ دکھاتا تھا، جب دل بھر جاتا تو بے دردی سے اس لڑکی اس حسینہ کے جذبات [illegible] آگے بڑھ جاتا۔

کافی دن بھی ہو گئے تھے کوئی پری چہرہ [illegible] تھا، اس لیے اپنی بوریت مٹانے کے لیے لندن چلا گیا تھا، ایک ہفتے بعد جامعہ آیا تو معید اس کے دوست نے شہلا آفریدی کے حسن کے قصیدے پڑھنے شروع کر دیے تھے۔ اب اس کا مشن تھا کہ شہلا آفریدی سے دوستی [illegible] ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔

''ہائے ڈیئر! کیسی ہو؟'' ریحان نے جھک کر لوفرانہ انداز میں [illegible] شہلا آفریدی بری طرح گھبرا گئی تھی، اسے جامعہ میں آئے ابھی پندرہ بیس دن ہی ہوئے تھے [illegible] کے مزاج سے اس نے کسی سے بھی دوستی نہیں کی تھی، یہاں کا ماحول بہت الگ تھا، مگر وہ یہاں پڑھنے آئی تھی، جب تک اس ماحول کو دیکھ کر دوسرے دن ہی بھاگ جاتی، مگر اپنے بے انتہا شوق کے آگے مجبور تھی۔

اس کے مغرورانہ مزاج کو دیکھتے ہوئے کسی نے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا بھی نہیں جس کے لیے وہ صد شکر ادا کر رہی تھی، مگر جامعہ میں ان دو لڑکوں ریحان اور معید نے اس کا جینا حرام کر دیا تھا۔

شہلا آفریدی کا تعلق ایک پٹھان گھرانے سے تھا، جہاں عزت کی حفاظت اپنی جان سے بڑھ کر کی جاتی ہے۔ وہ یہی سوچ کر صبر کر جاتی کہ ان کی کسی بھی بات کا جواب نہیں دے گی، تو وہ خود ہی تھک ہار کے پیچھے ہٹ جائیں گے۔ اس وقت بھی ان دونوں کا کسی بھی بے ہودہ بات کا جواب دیئے بغیر وہ وہاں سے چپ چاپ سر جھکائے نکلتی چلی گئی تھی۔ کتنے ہی دن ہو گئے تھے ان دونوں کو شہلا آفریدی کا پیچھا کرتے ہوئے وہ پریشان ہونے کے ساتھ ساتھ تنگ بھی آ گئی تھی ان دونوں کی فضول حرکتوں سے، تعلیم کی جگہ کو بھی ایسے لوفر اور چیپ لڑکوں نے تفریحی مقام بنا لیا تھا، کبھی کبھی تو سوچتی کہ وہ چھوڑ دے تعلیم واپس کوئٹہ چلی جائے، کیونکہ یہاں ان جیسی ڈرپوک دبو اور خوفزدہ لڑکیوں کی کوئی جگہ نہیں تھی، ایسی لڑکیوں کو ایسے انا پرست مرد اپنی انا کا مسئلہ یا چیلنج بنا

لیتے تھے اور شہلا آفریدی اس کہانی کا حصہ نہیں بننا چاہتی تھی، اس نے اپنے فیصلے پر مہر ثبت کردی کہ وہ آگے نہیں پڑھے گی، چھ ماہ کے اس عرصے میں ریحان اور معید نے اسے اتنا تنگ اور عاجز کردیا تھا کہ وہ تہیہ کرچکی تھی کہ آگے تعلیم کو خیرباد کہہ دے، جس میں اس کی اس کے گھر کی عزت تھی، ورنہ وہ جانتی تھی اگر اس کے بھائی کو ذرا بھی ریحان اور معید کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ ان دونوں کو جان سے مار دیں گے۔

''یار ریحان! کافی ٹائم نہیں لے لیا شہلا آفریدی نے، نہ تو وہ تجھے گھاس ڈال رہی ہے اور نہ ہی میری باتوں میں آرہی ہے۔'' معید نے برگر کا ایک بائٹ لیتے ہوئے کہا تھا اس کی آنکھوں میں ایک پراسراری چمک تھی۔

''ٹھیک بول رہا ہے میرے خیال میں ہمیں اس کا پیچھا کرنا چھوڑ دینا چاہیے، جامعہ کی تیز طرار ناز و ادا دکھانے والی لڑکیوں سے متفر اور بالکل الگ ہے شہلا آفریدی۔'' ریحان نے کولڈ ڈرنک کا ایک سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔

''اور تُو نے دیکھا نہیں کہ وہ کس قدر بڑی سی چادر میں خود کو ڈھانپ کے رکھتی ہے، سچ مجھے تو اس قدر وحشت ہوتی ہے اس کی 10 گز کی چادر سے، اور تُو تو جانتا ہے کہ لڑکیاں میرے ایک اشارے پر جان چھڑکتی ہیں، کچھ لڑکیاں ایسی بھی آئیں جو کچھ نخروں کے بعد راہ پر آگئیں، مگر میں نے تو یہی سوچا ہے کہ شہلا آفریدی ان سب لڑکیوں سے بہت الگ ہے، میں مزید اس پر ٹائم نہیں ضائع کرنا چاہیے۔'' اس نے اپنی کولڈ ڈرنک ختم کرکے خالی بوتل ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

''حیرت ہو رہی ہے تیری باتیں سن کر۔'' معید نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟'' ریحان نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

''کیوں حیرت کی بات نہیں ہے ریحان! جس کے ایک اشارے ایک مسکراہٹ پر حسین سے حسین مغرور سے مغرور لڑکی اپنا سب کچھ لٹانے کو تیار ہو وہ ایک ڈرپوک خوفزدہ سی لڑکی سے ہار مان گیا ہے؟''

''دیکھ معید! یہ تو تُو بھی اچھی طرح جانتا ہے میں ہار ماننے والوں میں سے نہیں ہوں، مگر میرے بھی کچھ اصول ہیں، شہلا آفریدی ان لڑکیوں میں سے نہیں ہے جو میری ایک پکے پھل کی طرح ہر ایک کی جھولی میں گرنے کو تیار رہتی ہیں۔'' ریحان کے چہرے پر معمولی سی ناگواریت ابھری تھی۔

''آل رائٹ... یہ تمہارا اوپینین تھا مگر میری تھنکنگ بہت مختلف ہے تم سے، بے شک تُو سحر انگیز پرسنالٹی کا مالک ہے، مگر کم میں بھی نہیں ہوں، شہلا آفریدی اب میری صد بیری انا کا مسئلہ بن گئی ہے، اسے جھکانا اب میری ضد ہے۔'' معید کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی، جو ریحان سمجھ نہیں سکا تھا۔

''مطلب کیا کرے گا تُو؟''

''میں نہیں ہم کریں گے، شہلا آفریدی جس نے خود پر بے چارگی کا خول چڑھایا ہوا ہے، وہ توڑنا ہے اس کے غرور کو اپنے قدموں تلے کچلنا ہے، اور یہ میں کرکے رہوں گا۔'' اس کے ارادے آخری حد تک خطرناک تھے جو ریحان اب سمجھا تھا۔

''معید! تُو پاگل تو نہیں ہوگیا، اگر پرنسپل کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں جامعہ سے نہ صرف نکال دیں گے بلکہ پانچ سال تک ہمیں کہیں ایڈمیشن بھی نہیں ملے گا۔'' ریحان نے اسے اس کے خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔

(جاری ہے)

☆ ---- ☆ ---- ☆

امبر افگن شمائل

یہ عید اور تیرا سایہ

''تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟'' ورک نے جب سے سنا تھا اس سے رہا نہ گیا تو فوراً اکیڈمی پہنچ گیا۔

''تمہاری نظر میں تو میرا دماغ بیشتر خراب رہتا ہے، تو کنفرم کیوں کر رہے ہو؟'' ہمیشہ کی طرح لبوں پر

Digest.pk

ہی اس نے جواب رکھا تھا۔

"مجھے تم سے اب ایسی بھی بے وقوفی کی امید نہیں تھی، ایک تو رمضان اوپر سے اتنی گرمیاں، اتنی دور جانے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟" زرک اسے سمجھانے سے قاصر تھا۔

"تمہیں بڑی فکر ہونے لگی ہے میری۔" اس نے اپنا سامان سمیٹا اور جانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔

"امامہ طیب! زیادہ خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بس کزن ہونے کے ناتے تمہیں سمجھانے چلا آیا، قسمت کی ستم ظریفی سے میری دوست ہونے کا شرف بھی تمہیں حاصل ہے۔" زرک بھی کہاں کا ادھار رکھنے والا تھا۔

"یقین مانو تمہاری اس نام نہاد دوستی کا اعزاز سنبھالے اب میں تھک چکی ہوں، کیا ہی اچھا ہو، اگر تم مجھ پر احسان عظیم کرتے ہوئے مجھے اس بندھن سے آزاد کردو۔" امامہ نے بھی اسے ہری جھنڈی دکھائی اور کلاس روم سے باہر آگئی، زرک بھی اس کے ہمقدم تھا۔

"بدبخت ہے وہ شخص جو ایک درویش کی دوستی سے منہ موڑتا ہے۔" فلسفیانہ انداز میں زرک نے کہا۔

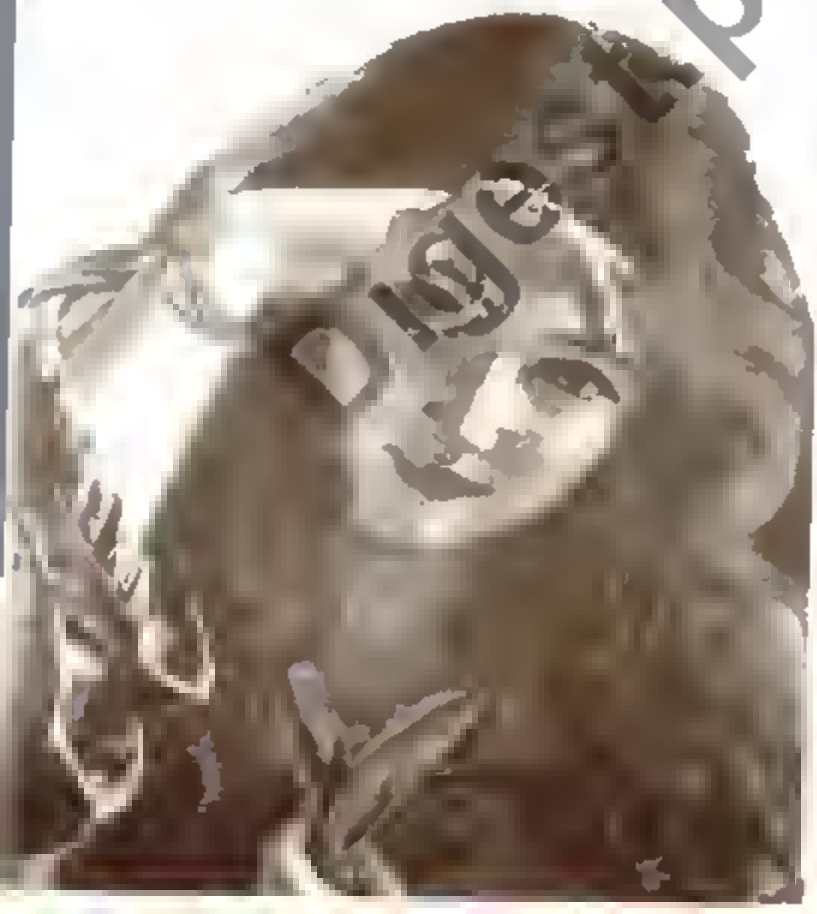

Digest.pk

"تو صاحب! ہمیں بدبخت رہنے دیں ناں، مہربانی ہوگی۔" امامہ زچ ہی ہوگئی تھی۔

"مطلب تم نہیں مانو گی؟" زرک نے ہاں، ناں میں جواب مانگا۔

"ہاں نہیں مانوں گی۔" امامہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے حتمی فیصلہ سنادیا تھا، زرک نے پھر کچھ نہیں کہا تھا، خاموشی سے اس سے پہلے نکل گیا۔

"اوہو۔ کہاں جارہے ہو درویش دوست! مجھے گھر تک تو ڈراپ کردو، ایک تو روزہ، اوپر سے اتنی گرمی۔" امامہ نے اسے پیچھے سے للکارا تھا، مگر وہ ان سنی کرگیا۔

"امامہ! یار یہ زرک تھا ناں؟" اسی وقت شافیہ وہاں آپہنچی تھی، وہ زرک کو جاتا دیکھ چکی تھی۔

"جی بالکل یہ وہی آپ کے زرک بن مسعود ہیں، جن کے عشق میں آپ بھی گرفتار رہ چکی ہیں۔" امامہ نے ابرو اچکاتے ہوئے بے زاری سے کہا۔

"یار امامہ! سچ پوچھو تو میں اب بھی زرک مسعود کے عشق میں گرفتار ہوں، مگر وہی لفٹ نہیں کرا رہا۔" شافیہ نے بڑی مسکین صورت بنا کر کہا تھا۔

"فکر مت کرو تائی جان اپنے لائق و فائق بیٹے کے لیے دلہن کی تلاش میں سرگرداں ہیں، میں انہیں تمہارا نام بھی لکھوا دوں گی۔" امامہ بے زاریت سے کہتی اکیڈمی سے باہر آگئی اور شافیہ خوشی میں چیخ مارتے مارتے رہ گئی، وہ باہر نکلی تو اسے جلد ہی رکشہ مل گیا، گھر پہنچی تو ماہین اپنے دونوں بچوں کے ساتھ موجود تھی، دونوں بچوں نے لاؤنج میں دھما چوکڑی مچا رکھی تھی، ماہین قریب ہی بیٹھی میگزین پڑھ رہی تھی۔

"یار! کیا مسئلہ ہے تم لوگوں کا، اپنے گھر میں آرام سے نہیں بیٹھ سکتے، جب دیکھو یہاں چلے آتے ہو۔" نہ سلام نہ دعا وہ آتے ہی شروع ہوگئی تھی، دونوں بچوں کی طرف اشارہ کرکے ماہین سے مخاطب تھی۔

"تمہیں کیا تکلیف دے رہے ہیں میرے بچے؟" ماہین نے ابرو اچکائے، دونوں بچے امامہ خالہ کو دیکھتے ہی شریف بن کر منہ لٹکا کر بیٹھ گئے تھے۔

"تمہیں تو پھر بھی ہم برداشت کرسکتے ہیں، مگر تمہارے یہ نمونے بچے ناقابل برداشت ہیں۔" امامہ صوفے پر ہی دراز ہوگئی تھی۔

"کیا کہا نمونے بچے؟ اف میرے اتنے خوبصورت بچوں کو نمونہ کہہ رہی ہو، شرم نہیں آرہی تمہیں؟" ماہین تپ گئی۔

"اگر تمہاری یہ خوش فہمی ہے تو پلیز نکال آؤ اس خوش فہمی سے۔" امامہ نے ایسے کہا تھا ماہین تو بس رو دینے کو تھی۔

"ہائے دادو، تمہیں اتنی بڑی بے پر کی خوش فہمی میں کس نے مبتلا کیا؟" امامہ تو ماہین کو مسلسل زچ کرنے کے موڈ میں تھی، دونوں بچے صوفے پر دبک کے بیٹھے تھے۔

"کون کس خوش فہمی میں مبتلا ہے امامہ؟" کشور بیگم لاؤنج میں داخل ہوئیں تو امامہ کا آخری جملہ سن لیا تھا۔

"امی! یہ ایک لمبی کہانی ہے فی الحال یہ بتائیں کھانا ہونے میں کتنا ٹائم ہے؟" امامہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"بیٹا ابھی تو بہت وقت ہے، ابھی اللہ اللہ کرو۔" کشور بیگم نے بھی لاؤنج میں انٹری دی تھی، تو امامہ سستی کو بھگاتے ہوئے اٹھ گئی اور ظہر کی نماز پڑھنے چل دی۔

"امی! امامہ اتنی بدتمیز ہوگئی ہے کہ کیا بتاؤں؟" ماہین ابھی تک روہانسی ہوئے بیٹھی تھی اور دونوں بچے امامہ خالہ کے جاتے ہی پھر سے کھیلنے میں مشغول ہوگئے تھے۔

"ماہین باجی! امامہ بدتمیز ہو نہیں گئی بدتمیز تھی۔" رباب نے اپنا نادر نظریہ پیش کیا تھا۔

"کیا بات ہے تم دونوں امامہ کے خلاف کیوں بول رہی ہو؟" امی نے دونوں کی طرف چشمے کی اوٹ سے جھانکا۔

''اس نے میرے معصوم و خوبصورت بچوں کو نمونہ کہا۔'' ماہین کو پھر اپنا دکھ یاد آ گیا۔

''ویسے یہ تو اس نے ٹھیک ہی کہا ہے۔'' رباب چٹکلا چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

''دیکھا امی! جسے دیکھو میرے ہی بچوں کے پیچھے پڑا ہے، اب میں اپنے گھر گئی تو واپس نہیں آؤں گی۔'' ماہین پھر سے میگزین لے کر بیٹھ گئی۔

''حد کرتی ہو ماہین! تم بھی، تمہاری بہنیں ہیں مذاق کرتی ہیں۔'' امی نے اسی کو سنا دیں۔ امامہ نماز پڑھ کر سو گئی تھی، جب اٹھی تو عصر کی اذانیں ہو رہی تھیں، جلدی سے اٹھ کر وضو کیا عصر کی نماز پڑھی اور تائی امی کے پورشن کی طرف آ گئی جب کہ کچن میں رباب اور ماہین دونوں افطاری بنانے میں مصروف تھیں۔

''شہوار! کتنے غضب کی خوشبو آ رہی ہے، کیا بنا رہی ہو؟'' وہ سیدھا کچن میں آ گئی، شہوار اور سدرہ بھابی کچن میں افطاری بنانے میں مصروف نظر آئیں۔

''اللہ نے اتنی خوبصورت آنکھیں دی ہیں تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ کیا بنا رہے ہیں؟'' سدرہ بھابی کو کچھ زیادہ ہی لگ رہا تھا تن کر بولیں۔

''چلیں آپ نے مانا تو سہی خوبصورت آنکھیں ہیں میری، ورنہ سنا تو یہی ہے کہ ایک لڑکی کبھی دوسری کی تعریف نہیں کرتی، بڑی مہان ہیں آپ۔'' مجال ہو جو امامہ ذرا کوئی بات دل پر لے لے، ابھی بھی بڑے ناز سے کہا تھا، شہوار کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بھابی وہی بھلے بنا رہی ہیں، اور میں گولا کباب۔'' شہوار نے جواب دیا۔

''اب تم یہ مت کہنا کہ تم ہمیں افطاری کرنے والی ہو۔'' پیچھے سے زرک بھی آ گیا تھا۔

''اگر ایسا کہوں بھی تو تمہیں کیا تکلیف ہے، میرے نانا کا گھر ہے پورا حق رکھتی ہوں، یہاں آنے کا، یہاں رہنے کا۔'' امامہ نے بھی کالر کھڑے کرتے ہوئے وار لوٹایا تھا۔

''صائمہ! ہم تو چاہتے ہیں آپ ہمیشہ کے لیے یہیں رہ جائیں، کیوں نہیں رہ جاتیں؟'' زرک نے بڑی معنی خیزی سے پوچھا تھا۔

''اپنی اماں سے بھی پوچھ لو، وہ بھی اسے رکھنا چاہتی ہیں یا نہیں؟'' اس سے پہلے کہ امامہ اس کی بات سمجھتی، سدرہ بھابی اچھی طرح سمجھ گئی تھیں اور بڑی مغروریت سے کہا تھا۔

''ہیں ...؟ یہ تائی امی کو مجھ سے کب سے خار رہنے لگی، جو میرا آنا جانا انھیں برا لگنے لگا؟'' وہ تو ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی تھی۔

''امامہ! کیا تم سے کسی کو بھی کوئی شکایت ہو سکتی ہے؟'' شہوار نے اس کا دماغ بٹانا چاہا۔

''شکایت تو ہے بہت سے لوگوں کو مجھ سے، اب یہ اپنی سدرہ بھابی کو ہی لے لو، جب دیکھو منہ بنا رہتا ہے ان کا۔'' اب امامہ کے میزائل کا رخ سدرہ کی طرف ہو گیا تھا۔

''ادھیڑ دم اخلاط منہی سے نکل آ ورنہ ایسی کوئی چیز نہیں ہو تم کہ میں تم سے جلتی پھروں۔'' سدرہ کو تو اس وار پر شدید حملے پر آگ ہی لگ گئی۔

''میں نے تو نہیں کہا کہ آپ جلتی ہیں، یہ تو آپ خود کہہ رہی ہیں۔'' امامہ نے مزید مزہ لیا۔

''کہی ہے میری جوتی، کچھ تو جلتا ہے ناں۔'' وہ تمسخر سے ہنسی اور کچن سے باہر آ گئی۔

''بھابی! کچھ نہ کچھ تو ہے اس میں جو آپ بھڑک اٹھتی ہیں، اسے دیکھ کر۔'' زرک نے بھی بالآخر پوچھ لیا۔

''ہاں، ہاں تم تو اسی کے وکیل ہو۔'' وہ اس پر بھی جلی ہوئی تھیں۔

''جی صحیح پہچانا، میں وکیل بھی اسی کا ہوں اور میرا ہر ووٹ بھی اسی کے لیے ہے۔'' زرک بھی کہاں ادھار

رکھنے والا تھا بڑھ چڑھ کر بولا۔
"ہاں اور ایک وہ ہے جو تمہیں کچھ سمجھتی ہی نہیں۔" سدرہ نے تنفر سے کہا تھا اور واش بیسن میں ہاتھ دھونے لگی۔
"وہ مجھے کچھ نہیں سمجھتی یہ اس کا مسئلہ ہے، مگر میں اسے بہت کچھ سمجھتا ہوں یہ میرے احساسات ہیں۔" زرک نے آرام سے جواب دیا اور کچن سے باہر آ گیا۔
امامہ لڑ جھگڑ کر جب تک واپس اپنے پورشن میں آئی، تو افطاری کا ٹائم تقریباً ہو گیا تھا، رباب دسترخوان بچھا رہی تھی، ابو بھی کام سے واپس آ چکے تھے۔
"رباب! دنیا کے کیوٹسٹ میرے بھانجا، بھانجی کہاں ہیں، نظر نہیں آ رہے۔" ابو، رباب، امی، ابو سب موجود تھے، سوائے ان دونوں کے تو امامہ کو فکر لاحق ہو گئی۔
"ہم یہاں ہیں انکل!" وہ دونوں کچن کی طرف سے برآمد ہوئے ان کے ہاتھوں میں پلیٹیں تھیں۔
"شرم کرو امامہ! بچوں سے کام ہو جاتا ہے تم سے نہیں ہوتا۔" رباب نے اسے لتاڑا۔
"بچے میرے جیسا کام کر کے دکھائیں تو میں باقی سارے کام کر لوں گی۔" اس نے فرضی کالر کھڑے کیے تھے۔
"اور یہ ہٹلر کا خطاب کس نے دیا مجھے؟" وہ پھر لڑائی پر آمادہ تھی۔
"بس، بس اذانیں ہو رہی ہیں۔" ابو نے معاملہ رفع دفعہ کیا اور سب کی توجہ اذان کی طرف ہو گئی، امی نے شکر کا کلمہ پڑھا۔

☆ ☆ ☆

"تائی امی! یہ سب کیا ہے؟" رات کو اپنے اسائنمنٹ سے فری ہو کر وہ شہوار کی طرف آ گئی تھی، مگر سب تائی امی کے کمرے میں جمع تھے، تائی امی، تایا ابو، سدرہ بھابی، شہوار، نادر بھائی، سب ہی یہاں تھے اور تائی امی اپنے سامنے بہت سی تصویریں رکھے موجود تھیں۔
"میری پیاری سی دیورانی کا انتخاب ہو رہا ہے۔" سدرہ نے سب سے پہلے تک کر جواب دیا تھا۔
"مطلب کسی معصوم سی بچی پر ظلم کیے جانے کا سوچ رہے ہیں۔" وہ شہوار کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی، تائی کے آگے سے دو تین تصویریں اٹھا کر خود بھی جائزہ لینے لگی۔
"اس گھر میں سب ہی معصوم لوگ پائے جاتے ہیں، اس لیے ہم معصوم ہی ڈھونڈیں گے، تمیز و شرارتی نہیں۔" سدرہ اس سے منہ موڑ کر بیٹھ گئی۔
"اوئے ہوئے، کہیں آپ خود کو بھی تو معصوم لوگوں میں شامل نہیں کر رہی ہیں؟ اگر ایسا کر رہی ہیں تو یہ باقی سب کے ساتھ ظلم ہے۔" امامہ نے ہنسی دبا کر کہا تو شہوار نے اسے چٹکی کاٹی۔
"ارے تائی امی! میں تو بتانا ہی بھول گئی، ان لڑکیوں کی لسٹ میں ایک نام شافیہ کا بھی شامل کر لیں، [illegible] امیدوار ہے ان حسنی انتخابات میں۔" امامہ نے [illegible] انداز میں کہا کہ سدرہ کے علاوہ سب ہی ہنس پڑے۔
[illegible] آتی۔" زرک بھی کمرے میں آ گیا تھا اور [illegible]
"اب تم لوگ [illegible] کر دینا۔" بیگ گراؤنڈ میں تایا ابو کی آواز آئی۔
"تایا ابو! میں کب لڑتی ہوں، امی کو شوق ہے میرے ہر کام میں پنگے لینے کا۔" امامہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
"جی ہم سب قائل ہیں شرافت تو آپ پر آ کر ختم ہوتی ہے۔" شہوار نے بڑی معصومیت سے کہا تھا۔
"تائی امی! آپ جلدی ہاتھ پیلے کریں اس زرک میاں کے، تاکہ اس کی اپنی لائف میں اتنے مسائل پیدا ہو جائیں کہ دوسروں کے معاملات میں بولنا چھوڑ

دے۔" امامہ نے بڑی سنجیدگی سے مشورہ دیا تھا۔

"ہمیں تمہارے مشورے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" زرک نے قدرے غصے سے جواب دیا۔

"طاہرہ! زرک کو دکھاؤ یہ تصویریں اور جلدی کوئی لڑکی فائنل کرو، کب سے ٹالے جا رہا ہے اب اسے موقع نہیں دینا۔" تایا ابو، تائی امی کو نصیحت کرتے ہوئے خود اٹھ کر باہر چلے گئے تو تائی امی نے ساری تصویریں زرک کے آگے رکھ دیں۔

"صاحب! بولی لگ رہی ہے لڑکیوں کی، اٹھالو اپنی پسند کی۔" امامہ سے چپ تو رہا نہیں جاتا تھا بول گئی۔

"شٹ اپ!" زرک نے شدید ناراضی کا اظہار کر دیا تھا۔

"دیور جی! پسند کرلیں ان میں سے کوئی لڑکی پھر عید کے موقع پر ہی آپ کی منگنی ہو جائے گی، امی ابو کی تو یہی خواہش ہے۔" سدرہ نے اسے تصویریں دیتے ہوئے کہا۔

"اسٹاپ اٹ! نکل آئیں میری شادی کے چکر سے آپ سب، نہیں کرنی مجھے ان لڑکیوں میں سے کسی سے شادی، جب جس سے کرنی ہوگی بتا دوں گا، ابھی میرا دماغ خراب مت کریں۔" وہ غصے سے اپنا فیصلہ سناتا چلا گیا اور امامہ اپنے پورشن کی طرف آ گئی، سب سو چکے تھے، اس نے کمرے میں آ کر لائٹ آف کی اور سونے کی تیاری کرنے لگی۔

☆ ☆ ☆

آخر وہی ہوا جو وہ کرنا چاہتی تھی، ایک ابو کے علاوہ کوئی بھی اس کے فیصلے میں شامل نہیں تھا، مگر اسے بھی کہاں پروا تھی، ابو کا ووٹ اپنے نام کر کے باقی سب کی ان سنی کرتی رمضان کیمپ میں شمولیت کے لیے اپنے اکیڈمی کے قافلے کے ساتھ بدین روانہ ہوگئی۔ پندرہ روزہ ٹرپ تھا اور واپسی شاید چاند رات کو تھی، بدین میں ان کی اکیڈمی کا ایک اور ادارہ بھی کام کر رہا تھا، جو فنڈ ریزنگ کر کے مصیبت زدہ لوگوں کی ہر طرح سے مدد کرتا تھا۔

زرک بھی کہتا تھا تم یہاں رہ کر اکیڈمی کے Vision کے لیے جو کرنا چاہتی ہو کرو، مگر کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے، مگر بالآخر اس نے جا کر ہی دم لیا اور زرک کا غصہ اس پر بڑھتا گیا۔

مسعود احمد اور طیب احمد دو ہی بھائی تھے، مسعود احمد کی چار اولادیں تھیں، سب سے بڑی رخسار باجی جو شادی ہو کر لاہور میں رہائش پذیر تھیں، پھر نادر بھائی جن کی شادی کو تین سال ہوئے تھے، ان کے بعد زرک مسعود اور سب سے چھوٹی شہوار تھی۔

طیب احمد کی تین ہی بیٹیاں تھیں، بیٹا کوئی نہ تھا، سب سے بڑی ماہین جس کی شادی کو آٹھ سال ہو گئے تھے اور قریب ہی رہتی تھی، دوسرے نمبر پر امامہ طیب اور سب سے چھوٹی رباب طیب تھی، رباب بی ایس کر رہی تھی، جبکہ امامہ نے آرکیٹیکچر میں ڈپلومہ کر کے ایک ویلفیئر اکیڈمی جوائن کرلی تھی، جہاں وہ انٹیریئر اپنی خدمات انجام دے رہی تھی، جبکہ زرک ایم ایس سی کے بعد پرائیویٹ ادارے میں جاب کر رہا تھا، اور کبھی کبھی امامہ کے ساتھ اس کی اکیڈمی چلا جاتا تھا۔

☆ ☆ ☆

"باجی! آپ کو پتا ہے؟" اس دن شہوار کو کچھ زیادہ ہی روزے لگ رہے تھے کہ یہی بھول گئی کہ کون سا روزہ ہے۔

"اٹھارہواں روزہ ہے، کیوں خیریت؟" جواب دینے کے ساتھ رباب نے سوال بھی کر دیا۔

"یار! صرف 12 دن رہ گئے عید کو، اور ابھی تک کچھ بھی نہیں لیا، کوئی شاپنگ نہیں کی اور بھائی کا موڈ ہے کہ ٹھیک ہی نہیں ہو رہا۔" شہوار اپنا کتھارسس سنانے لگی۔

"کیوں زرک بھائی کو کیا ہوا؟" رباب نے حیرت سے پوچھا۔

Digest.pk

''تمہیں نہیں پتا، امامہ کی وجہ سے۔'' شہوار کی ساری ہمدردیاں اپنے بھائی کے ساتھ تھیں۔

''زرک بھائی بھی حد کرتے ہیں، ایک دن اس کے کان کے نیچے، ساری عقل ٹھکانے آجائے گی اس کی۔'' رباب نے بڑا قیمتی مشورہ دیا اور حیرت سے شہوار کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''تم زرک کی بہن ہو یا امامہ کی؟'' شہوار نے حیرت سے پوچھا۔

''بہن تو امامہ کی ہوں مگر ہمدردیاں زرک بھائی کے ساتھ ہیں۔'' رباب نے ایسے بتایا جیسے شہوار نہیں جانتی تھی۔

''وہاں جانے کے بعد اس کی کال وغیرہ آئی؟'' شہوار نے سرسری سا پوچھا۔

''ہاں روز سحری کے وقت یہ دھا گھنٹہ ابو کا دماغ کھاتی ہے۔'' رباب نے منہ بنا کے کہا۔

''ویسے حرجے ہیں اس کے، چاچو کی ہر بات مان لیتے ہیں۔'' شہوار کو واقعی اس پر رشک آتا تھا۔

''کیوں نہ ہو، آخر وہ ابو کی بیٹی نہیں ہے۔'' رباب نے مسکرا کر کہا تو شہوار اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی، اس دن زرک آفس سے جلدی آ گیا تھا، جب سے وہ گئی تھی، زرک نے ایک بار بھی اسے فون نہیں کیا تھا، اس پر غصہ جو اتنا تھا مگر آج تین دن گزرنے کے بعد اس کا غصہ بے بسی میں بدل گیا اور اسے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر امامہ کو فون کرنا پڑا۔ اس نے جیسے ہی امامہ کا نمبر ڈائل کیا اس نے دوسری بیل پر اٹھالیا۔

''بند مٹھی سے گرتی ریت کی مانند
وہ چلا گیا زندگی سے ذرا ذرا کر کے''

بڑی ہی کرب میں ڈوبی آواز ابھری تھی، امامہ نے چونک کر موبائل کو نظروں کے سامنے کر کے دیکھا۔

''ہیں...؟ یہ تم شاعر کب سے بن گئے؟'' امامہ نے حیرت سے پوچھا۔

''کبھی اس درد سے گزرو تو یہ معلوم ہو تم کو
محبت دو بیماری ہے جو دل کا خون پیتی ہے''

جواب میں ایک اور شعر سنایا گیا تھا، جو دل کا حال بیان کر رہا تھا مگر آگے بھی تو کوئی سمجھنے والا ہو تب ناں۔

''گریٹ یار! کس سے کر لی محبت، کہیں شافیہ عمر سے تو نہیں ہو گئی محبت؟'' وہ اس پر ہنس رہی تھی اور زرک کا دل ریزہ ریزہ ہو رہا تھا۔

''تمہیں کیا فرق پڑتا ہے مجھے کسی سے بھی محبت ہو۔'' زرک نے بڑے دکھ سے کہا تھا۔

''یہ مت بھولو کہ تم نے مجھے ابھی اپنی دوستی کے بندھن سے آزاد نہیں کیا، اس لیے مجھے بتانا تمہارا فرض ہے۔'' بڑے ناز سے امامہ نے کہا تھا۔

''امامہ طیب! اگر دوستی کے بندھن سے آزاد کر کے تمہیں کسی اور بندھن میں باندھ دوں تو...؟'' عجیب سے لہجے میں زرک نے کہا تھا۔

''کیا مطلب؟'' وہ واقعی نہیں سمجھی تو مطلب پوچھ لیا۔

''اب بچی نہیں ہو تم کہ تمہیں ہر بات کا مطلب سمجھانا پڑے۔'' وہ چڑ کر بولا۔

''کیا کہنا ہے کہ بڑے ہر بات سمجھیں؟'' اس نے سوچا مگر اس بار بھی کافی معتدل تھا۔

''اگر تمہارے ساتھ اپنے نام کرنا چاہوں تو...؟'' زرک نے جو اتنی سی بات سمجھی تو اس سے پوچھا۔

''بس اتنی سی بات ٹھیک ہے میرے ابا میرے نام جو بھی جائیداد کریں گے، وہ میں تمہارے نام کر دوں گی۔'' اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا، زرک کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے یا اس لڑکی کی پٹائی کر دے۔

''تم یا تو بہت بے وقوف ہو، یا پھر بہت چالاک ہو۔'' زرک کو اب واقعی امامہ پر غصہ آنے لگا تھا، اتنے الگ طرح سے اسے پرپوز کر رہا تھا اور وہ سمجھنے سے قاصر تھی یا بن رہی تھی۔

''اچھا چھوڑو سب باتیں، جلدی واپس آؤ یہاں کوئی شدت سے تمہارا انتظار کر رہا ہے، بہت کچھ کہنا ہے تم سے۔'' زرک سمجھ گیا تھا یہ ایسے نہیں سمجھے گی، سو سمجھانا بے سود تھا۔

''لو جی! میرا انتظار کرنے والا وہاں کون ہے، سب نے شکر کا کلمہ پڑھا ہوگا کہ میں موجود نہیں ہوں وہاں۔'' امامہ اپنے بارے میں بڑی حقیقت پسند تھی۔

''ان سب میں کوئی ایک ایسا بھی ہے جسے تمہارے وہاں نہ ہونے سے گھر گھر ہی نہیں لگ رہا، جو تمہاری کمی شدت سے محسوس کر رہا ہے۔'' زرک اپنا حال دل بیان کر رہا تھا۔

''بڑا ہی بے وقوف ہے پھر تو... کون ہے وہ؟'' تمسخر سے مسکراتے ہوئے امامہ نے پوچھا۔

''ہے ایک بے وقوف، تو کبھی تو پہچانے گا۔'' زرک نے اس کے بے وقوف کہنے پر تپ کر کہا۔

''اور تائی امی نے تمہارے لیے لڑکی فائنل کی؟'' اسے اچانک یاد آیا۔

''تائی امی نے نہیں، ان کے بیٹے نے فائنل کی ہے۔'' وہ زیر لب مسکرایا۔

''گریٹ یار! کون ہے، تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟'' وہ پرجوش ہوگئی تھی۔

''ہے ایک بے وقوف، نک چڑی، ہٹلر لڑکی۔'' زرک نے مزے سے کہا تھا۔

''ہیں...! اتنی خامیاں، تائی امی کیسے مان گئیں؟'' امامہ حیرت میں پڑ گئی۔

''جناب! ماننے والا جب زرک مسعود ہو تو کیوں نہ مانیں؟'' زرک نے بڑے زعم سے کہا تھا۔

''اچھا سنو! اللہ حافظ سے پہلے آخری بات۔'' کال کٹ کرنے سے پہلے زرک نے اسے پکارا۔

''ہاں بولو!'' امامہ کی ساری توجہ اسی کی طرف تھی۔

میں خزاں کی شام ہوں
رت بہار کی ہے تُو
میری ساری عمر میں
اک ہی کمی ہے تُو
غم ہے یا خوشی ہے تُو
میری زندگی ہے تُو

بہت ہی خوبصورت لہجے میں یہ چند شعر بول کر زرک نے کال کاٹ دی تھی، جبکہ امامہ بھی اور نہ بھی کی حدوں پر کھڑی تھی، ان چند لفظوں میں بہت کچھ تھا اور امامہ سمجھنے کی کوششوں میں بھی زرک کی ایسی معنی خیز گفتگو اس نے پہلی بار سنی تھی، اس کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا، یا پھر شاید سمجھنے کی کوشش پہلی بار کر رہی تھی۔

☆ .....☆..... ☆

اس دن شہوار کی منتیں رنگ لے ہی آئیں، زرک اسے اور رباب کو مارکیٹ لے ہی آیا تھا، افطاری کے بعد وہ لوگ گھر سے نکلے تھے جس کا مطلب آدھی رات یہیں ہونی تھی۔ کیونکہ خواتین کی شاپنگ تھی، وہ بے زاریت سے ان کے ساتھ تھا۔ ایک بوتیک پر اس کے قدم رک گئے، سامنے ڈمی پر ایک بلیک گھر کا سوٹ لگا تھا، جس پر لائٹ سی ایمبرائیڈری ہوئی تھی، اور نہایت سادہ سا لگ رہا تھا، اسے اسی پل فوراً امامہ کا خیال آ گیا، وہ خود خدا ترسی کا پیکر بنی دوسروں کی مدد کر رہی تھی، مگر عید کے لیے اس نے اپنے لیے کچھ نہیں لیا تھا، زرک نے فوراً وہ ڈریس پیک کروایا، تب تک وہ بچے ان کی واپسی ہوئی، تھکن بھی بے حد تھی، مگر شہوار اور رباب خوش بھی بہت تھیں کہ ان کا کام ہو گیا، دوسرے دن دوپہر تین بجے طیب صاحب کے پاس اکیڈمی سے فون آیا تھا کہ شدید گرمی کی وجہ سے اور صبح سے شام تک کیمپ Activity کی وجہ سے امامہ طیب بے ہوش ہوگئی، اس لیے ان کی فیملی کو اطلاع دی جا رہی ہے، جب یہ بات زرک کو پتا چلی تو وہ فوراً بدین جانے کو تیار ہوگیا، اسے امامہ پر رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا، کہا بھی تھا کہ اتنی گرمی میں جانے کی کیا ضرورت تھی؟

زرک گھر سے نکلنے ہی والا تھا جب امامہ کا فون

آ گیا اور اس نے تختی سے آنے سے روک دیا۔

''اس طرح تو ہوتا رہتا ہے اس طرح کے کاموں میں، یہ کوئی بڑی تشویش کی بات نہیں، اچھے کاموں میں رکاوٹیں آتی رہتی ہیں اور رمضان کا مہینہ تو ہمیں ویسے بھی صبر، شکر اور دوسروں کی مدد کرنے کا درس دیتا ہے اور اگر قدرت ہمیں موقع دے رہی ہے تو ہمیں ایسے مواقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے نا کہ بھاگ جانا چاہیے۔'' اور بھلا کون جیت سکتا تھا امامہ سے، سو زرک بھی صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

''رباب! امامہ کے کمرے کی چابی دو۔'' آج آخری روزہ تھا اور شام تک امامہ نے بھی پہنچ جانا تھا، رباب ظہر کی نماز پڑھ کر افطاری تیار کر رہی تھی، جب زرک اس کے پاس آیا اور اس نے راز میں سے امامہ کے کمرے کی چابی نکال کر زرک کے ہاتھ میں دی، تو وہ امامہ کے کمرے کی طرف گیا، دروازہ کھولا تو ہر چیز ترتیب سے پڑی تھی، اتنی ترتیب لڑکی کا کمرہ ہوتا ترتیب سے، امامہ کے کمرے کا دروازہ بند کر کے واپس اپنے پورشن کی طرف آ گیا، اپنے کمرے سے دو تین شاپرز لیے اور واپس امامہ کے روم کی طرف آ گیا، رباب اس کا آنا جانا ہی دیکھتی رہی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ اس کے کمرے سے نکلا، دروازہ لاک کیا اور چابی رباب کے ہاتھ میں دی اور اسے تلقین کی کہ امامہ سے پہلے کوئی کمرے میں نہ جانے پائے، اور رباب نے اچھے بچوں کی طرح گردن اثبات میں ہلادی۔ شام افطاری میں اچھا خاصا اہتمام تھا۔ تایا کی فیملی بھی امامہ کے گھر الوائٹ تھی، ماہین بھی اپنے دونوں بچوں اور شوہر کے ساتھ موجود تھی، کچن کا سارا کام رباب، شہوار اور سدرہ بھابی نے سنبھال رکھا تھا اور ماہین اپنے بچوں کو سنبھال لے تو بڑی بات تھی، کیونکہ ہاسٹل خانہ کے گھر نہ ہونے کی وجہ سے بچے مکمل آزاد تھے اور دل لگا کر شرارتیں کر رہے تھے۔

روزہ افطار ہونے سے آدھا گھنٹہ پہلے امامہ گھر پہنچی تھی، اتنے سارے لوگوں کو اپنے استقبال میں دیکھ کر وہ خوشی سے نہال ہو گئی تھی، سب سے ایسے ملی جیسے برسوں بعد کہیں سے لوٹی ہو اور زرک کو تو بچ میں ایسا لگ رہا تھا جیسے برسوں بعد امامہ کو دیکھ رہا ہو، کچھ نہیں بدلا تھا ان پندرہ دنوں میں اس میں، وہی لبوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ، وہی شرارتی آنکھیں، وہی پونی ٹیل میں قید شارٹ ہیئر، سب سے ملنے کے بعد وہ زرک کے پاس آئی تھی۔

''زرک! مجھے ایک کام ہے تم سے۔'' بڑی سنجیدگی سے وہ گویا ہوئی تھی اور زرک کے ساتھ ہی جگہ بنا کر بیٹھ گئی تھی، یہ تھا ان دنوں میں وہ پہلے سے کمزور ہو گئی تھی۔

''ہاں پوچھو!'' زرک اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''تم نے جو کال کی تھی اور چند شعر سنائے تھے، اس کا مطلب کیا تھا، ابھی تک مجھ سے وہ معمہ حل نہیں ہوا۔'' بڑی معصومیت سے اس نے پوچھا تھا۔

''مطلب میں ایویں ہی خوش تھا کہ میں نے اپنا میسج تم تک Convey کر دیا، مگر تم ہو کہ سمجھ ہی نہیں ''زرک اس کے سوال پر ہی تلملا گیا تھا۔

زرک، تھوڑی دیر میں ہی سارے معمے حل ہو میں نے معنی خیزی سے اسے دیکھتے ہو تھا۔

''او کے، بی اے میں نے جانے ہی ہوں، بے حد گرمی لگ رہی وہ یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی، زرک کو پریشانی نے گھیر لیا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ ابھی کمرے میں جائے۔

''امامہ! تمہارے کمرے کی چابی مجھ سے گم ہو گئی ہے، تم میرے کمرے میں چلی جاؤ۔'' رباب نے موقع پر آ کر بات سنبھال لی تھی۔

''اچھا ہو گئی، میں کیا کئی میری چیزوں کو گم کرنا شروع کر دیا۔'' اس نے فوراً رد عمل دیا۔

''پہلے ہی اتنی کمزور ہو گئی ہو مزید خون نہ جلاؤ۔''

زرک نے مشورہ دیا، تو وہ اسے گھورتی رباب کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

جب وہ فریش ہوکر واپس آئی، تو رباب کے کپڑوں میں ملبوس تھی، دونوں کا ناپ تقریباً ایک ہی جیسا تھا، جب تک وہ واپس آئی افطاری لگ چکی تھی اور اذانیں ہو رہی تھیں، بچے دوبارہ شرافت کے خول میں سمٹ آئے تھے، افطاری کے بعد سب مغرب کی نماز کے لیے چلے گئے، جب واپس آئے تو شہوار اور رباب چائے بنانے چلی گئیں، طیب صاحب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارہ کیا، اور کشور نے انھیں اشاروں میں ہی جواب دے دیا۔

''امی، ابو! آپ لوگ ڈنر کر چکے ہیں، اب یہ اشاروں کی زبان نہیں چلے گی۔'' امامہ نے ان کے اشارے نوٹ کیے تھے اور رہا اس سے جانا نہیں تھا، سو فوراً احتجاج پر کمر بستہ ہوئی۔

''ٹھیک کہتی ہو اشاروں میں بات کرتے ہیں۔'' کشور بھی اسی کی ماں تھیں، تایا ابو کی طرف دیکھ کر لبوں پر مسکراہٹ تھی، جبکہ سدرہ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ تھی۔

''ہم نے تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے۔'' کشور کے یہ الفاظ تھے یا کوئی دھماکہ، جو اس کے آس پاس ہوا تھا، وہ پانی پی رہی تھی پانی کا گلاس اس کے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچا، زرک اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا، میں یہاں سے چند روز کے لیے کیا گئی سب کچھ ہی یہاں بدل گیا؟'' وہ تو جیسے سے ہی اکھڑ گئی تھی۔

''تو بیٹا جانی! کس نے کہا تھا جاؤ یہاں سے؟ نہ جاتیں نہ حالات بدلتے، تم نے ہماری نہ مانی اور چلی گئیں، اب تمہاری نہیں مانی جائے گی، اب تمہیں ہماری ماننی پڑے گی۔'' کشور اس کی ہٹ دھرمیوں سے تنگ آ چکی تھیں، سو اب اس سے اسی کے طریقوں سے نمٹنے کا سوچا، طیب صاحب بھی کشور سے مکمل متفق تھے۔

''امی! یہ غلط ہے، ابو! آپ سمجھائیں ناں امی کو۔'' اس نے مدد طلب نظروں سے طیب کو دیکھا۔

''میں تمہاری ماں سے مکمل متفق ہوں، میں نے ہمیشہ تمہاری مانی ہے، سب کی مخالفت مول لے کر بھی تمہاری سنی، اب تمہاری باری ہے، تم بھی ہماری مانو!'' طیب صاحب نے تو بالکل ہری جھنڈی دکھا دی تھی۔

''یار زرک! تم تو میرے دوست ہو، تم ہی سمجھاؤ۔'' وہ مدد لینے زرک کی طرف آئی۔

''سوری ڈیئر! یہ تمہارے اور تمہارے والدین کا فیصلہ ہے، میں کچھ نہیں کر سکتا۔'' اس نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ اپنا دامن بچایا تھا۔

''بڑے ہی خود غرض دوست ہو۔'' اس نے آنسوؤں بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا، سب نے ایک ساتھ ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، زرک نے اس سے لاتعلق کا اظہار کیا۔

''تائی امی، تایا ابو! دیکھ رہے ہیں آپ؟'' اس نے آخری چانس کے طور پر ان دونوں کو دیکھا۔

''تمہارے امی، ابو جو کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہے بیٹا [illegible] آ گیا ہے کہ تم زندگی کو سیریس لو، کب [illegible] کرو گی؟'' تائی ماں بھی مکمل امی کے [illegible] اور تایا کی خوشی بتا رہی تھی کہ وہ بھی ان ہی کے ہمنوا ہیں، اس نے بے بسی سے کرم اٹھا کر ماہین کی طرف دیکھا۔

''میری طرف تو دیکھنا بھی مت، میرے بچوں کی دشمن، ہٹلر خالہ!'' ماہین بھی اسی لمحے پرانی دشمنی نکالنے کے موڈ میں تھی۔

''یار! مانا کہ میرا اور ہٹلر کا ایک ہی اسٹار رہا، مگر اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ آپ سب ایک ساتھ مل کر مجھ پر ظلم کی انتہا کر دو۔'' وہ مکمل رو دینے کے موڈ میں تھی، کوئی بھی اس کی سننے کو تیار نہ تھا، سب نے ایکا کر رکھا تھا اور وہ تو جیسے اکیلی پڑ گئی تھی۔

Digest.pk

"تو کس نے کہا تھا ہٹلر بنی پھرو، اب بھگتو۔" سدرہ نے پہلی بار کچھ کہا۔

"امی! تو یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟" وہ کچھ سوچتے ہوئے کھڑی ہوگئی۔

"ہاں بالکل آخری۔" کشور نے حتمی انداز میں کہا۔

"اچھا وہ نمونہ ہے کون، جس نے میرے لیے ہاں کردی؟" جب اس نے دیکھا کہ اس کی دال گل نہیں رہی، تو آخر میں ہار مان گئی اور بیزاریت سے پوچھا، اسی دوران زرک نے رباب کو میسج کردیا کہ وہ اس کے روم کی چابی اسے لاکر دے دے۔

"اور کوئی نہیں، اپنا زرک۔" ماہین نے بڑے جوش سے جواب دیا۔

"کیا...؟" وہ اچھل پڑی، آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، اس نے غصے سے پلٹ کر زرک کو دیکھا، جو اسی کی طرف بڑے شوق سے دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی زرک مسعود؟" وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی تھی اور غصے سے تقریباً چلا بھی۔

"شرم کرو، شرم!" ماہین نے اسے ٹوکا، سب کی موجودگی میں آپے سے باہر ہو رہی تھی۔

"تمہیں تو میں دیکھ لوں گی۔" وہ باہر کی طرف بڑھی اسی وقت رباب آگئی۔

"یہ لو اپنے کمرے کی چابی، میرے کمرے پر غضب ڈھانے کی ضرورت نہیں ہے جو حشر نشر کرنا ہے اپنا ہی کرنا۔" رباب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چابی پکڑائی۔

"دیکھ لوں گی تم سب کو۔" وہ اسے بھی غصے سے گھورتی اپنے کمرے کی طرف آگئی، بڑے غصے میں دروازہ کھولا اور اندر قدم رکھتے ہی جیسے ہی اس نے لائٹ آن کی، گلاب کی پتیوں کی مہک اور نظاروں نے اس کی نظروں اور سانسوں کو معطر کردیا، غصہ تو کہیں غائب ہوگیا، بڑے جوش میں آگے بڑھی، کمرے کے پورے کارپٹ پہ پھول کی پتیاں بچھی تھیں، کتنے ہی گلاب کی ٹہنیاں ڈریسنگ ٹیبل کی زینت بڑھا رہی تھیں، اور بیڈ پر ریڈ اور پنک گلابوں کا بڑا سا بکے رکھا تھا اور ایک گفٹ پیک تھا، اور مرر پر بڑا سا لکھا تھا "Welcome Back in Home" امامہ حیرت سے آگے بڑھی، بکے اٹھایا اس میں ایک کارڈ تھا، اسے کھولا۔

"دو دلوں کے کم ہو جاتے
میں اور تم گر ہم ہو جاتے
کتنے حسین عالم ہو جاتے
میں اور تم گر ہم ہو جاتے
تمہارا منتظر... زرک مسعود"

وہ حیرت سے پڑھتی جا رہی تھی، زرک کے دل میں اس کے لیے اتنی فیلنگز... وہ بہت حیران تھی، گفٹ پیک کھولا تو اس میں خوبصورت بلیک ڈریس تھا۔

"امامہ...!" زرک اس کے پیچھے کھڑا تھا، اس نے پلٹ کر دیکھا مگر امامہ کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

"امامہ! تمہارے ساتھ کوئی زبردستی نہیں ہے، تم اپنا فیصلہ کرنے کے لیے آزاد ہو، تم جو فیصلہ کروگی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا، کیونکہ ہم زبردستی کسی کی زندگی میں داخل تو ہو سکتے ہیں، مگر اس کے دل میں جگہ نہیں بنا سکتے، ہاں میرے دل میں ہوا ایسی ہی جگہ میں بھی تمہارے لیے چاہتا ہوں، اور وہ بھی مان اور وقار کے ساتھ۔" وہ کہتے کہتے رکا

"کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ایک بات ضرور یاد رکھنا کہ کوئی ہے جو تمہیں بہت چاہتا ہے اور تمہارے سنگ اپنی پوری زندگی گزارنا چاہتا ہے، اس کے لیے تمہاری خوشی سب سے پہلے ہے، تم بہت عرصے سے میرے شہر دل میں آباد ہو، بھی اس لیے اظہار نہیں کیا کہ شاید تم خود بھی محسوس کرپاؤ، مگر تم تو دل کے معاملے میں زیرو نکلیں، تو یہ راستہ اختیار کیا، ڈائریکٹ گھر میں بات کی، تمہیں منانا سمجھانا میرے بس سے باہر تھا، کیونکہ دوست تو تم ہو مگر سمجھتی کچھ نہیں ہو۔" زرک نے

Digest.pk

بڑے پیار سے اپنی ہر ایک دل کی بات اس کے گوش گزار کی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ امامہ طیب سن رہی تھی اور وہ بھی دھیان سے۔

"کچھ بولو گی بھی... تمہاری خاموشی کو کیا سمجھوں؟" زرک نے اس کی براؤن آنکھوں میں جھانکا۔

"اگر نہ مانوں تو؟" امامہ نے الٹا سوال کر دیا۔

"تو اپنے کاسۂ دل کو یہاں سے خالی لے جاؤں گا۔" وہ ایک دم بجھ گیا تھا، تھکے ہوئے انداز میں بولا۔

"اور اگر ہاں کر دوں تو؟" امامہ نے دوسرا سوال کر دیا۔

"تو دنیا میں مجھ سے زیادہ خوش قسمت کوئی شخص نہیں ہوگا۔" زرک کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"تو پھر میں سوچتی ہوں کیوں نہ تمہیں دنیا کا خوش قسمت شخص بنا دوں۔" امامہ کے چہرے پر شرارتی سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"امامہ طیب! کیا آپ کو زرک مسعود کی زندگی میں ہمسفر بن کر آنا قبول ہے، تاکہ زرک مسعود کی دنیا خوبصورت ترین ہو جائے؟" زرک دوزانو ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا اور جیب سے ایک مخملی ڈبیا نکالی تھی، جس میں نازک سی گولڈ کی رنگ تھی، وہ رنگ امامہ کی طرف بڑھاتے ہوئے بڑے جذب سے پوچھ رہا تھا۔

"قبول ہے۔" امامہ کے ہونٹوں پر شرمگیں مسکراہٹ پھیل گئی اور قدرے شرماتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا، زرک نے اس کے سیدھے ہاتھ کی انگلی میں اپنی محبت کی یہ پہلی نشانی ثبت کر دی۔

"ہمیں بھی قبول ہے۔" اسی وقت ماہین، شہوار اور رباب کمرے میں داخل ہوئیں۔

"اور سدرہ بھابی؟" امامہ نے دیکھا وہ نہیں تھی۔

"سدرہ بھابی کو تمہیں خود ہی ہینڈل کرنا پڑے گا، مگر ہاتھ تھوڑا ہلکا رکھنا۔" زرک نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ان کی تو تم فکر ہی نہ کرو۔" جواباً سب ہی ہنسے تھے۔

"اگر سب کو قبول ہے تو مجھے کیوں نہیں۔" اسی وقت سدرہ بھابی بھی آ گئی تھیں، اور بڑے خوشگوار موڈ میں تھیں۔

"بلکہ اچھا ہے ایسی دیورانی ملی جس کے ساتھ بحث و مباحثے میں زندگی جینے کا احساس تو ہوگا۔" سدرہ تو باقاعدہ امامہ کے گلے لگ گئی تھی۔

"اچھا تو آپ کی اندر ہی لڑائی جھگڑا ہے۔" امامہ نے انھیں چھیڑا۔

"تمہاری نہیں ہے کیا؟" سدرہ نے الٹا پوچھ لیا۔

"میرا تو یہ پروفیشن ہے ناں تب ہی تو ہنگر مشہور ہوں۔" امامہ نے قہقہہ مار کر کہا تو اس کے قہقہے میں باقی سب کے قہقہے بھی شامل ہو گئے۔ اسی وقت باہر سے عید کا چاند نظر آنے کی خوشی میں ہوائی فائرنگ اور پٹاخوں کی آوازیں آنے لگیں۔

"اور ہاں اب تم دونوں کو ایک دوسرے سے ملنا بھی نہیں چاہیے، کیونکہ فائنل بھی ہوا ہے کہ عید کے تیسرے دن منگنی اور ٹھیک ایک ماہ بعد شادی طے ہوئی ہے۔" ماہین نے سب کو بتایا۔

"عید کے تیسرے دن منگنی کی کیا ضرورت تھی؟" زرک نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیوں نہیں کرنی منگنی؟" ماہین نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"شادی کرنی تھی ناں۔" زرک کی بات پہ سب ہی ہنس دیئے جبکہ امامہ نے باہر کا راستہ لیا، عید اور شادی کی دو دو خوشیاں ایک ساتھ اس گھر میں اتر رہی تھیں، امامہ عید کا چاند دیکھنے چھت پر چلی گئی۔

یہ چاند رات
اور رُت عید کی
ہر مشکل لگتی ہے کم
جب تم ہو تو
ہر سُو ہے خوشیوں کا موسم

☆.....☆.....☆

میری عید آج ہے

رمضان کی آمد آمد تھی، اور بہنش پچھلے دو سالوں کی طرح اس سال بھی رضا کے لائے گئے کپڑوں کو دیکھ کر جھنجھلا رہی تھی۔

"رضا! آپ اتنا خرچہ کرتے ہیں، جب آپ کو

پتا ہے کہ اب میرا سلیولیس کپڑے پہننے کا موڈ نہیں ہوتا، پھر کیوں اٹھالاتے ہیں؟'' بینش ایک ایک کپڑا اٹھا کر تنقید کر رہی تھی۔ رضا نے چائے کا کپ پٹخا اور بولا۔

''تم ہو ہی ناشکری، نہ جانے کون سی ملائی روح سما گئی ہے تمہارے اندر، ہر سال میرے اتنی محبت سے لائے گئے کپڑوں کو ریجیکٹ کر دیتی ہو۔'' رضا اٹھ کر بیڈ پر جا کر لیٹ گیا، بینش ارگرد کپڑے پھیلائے دونوں ہاتھوں میں سر گرائے بیٹھ گئی، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟

رضا کا موڈ آف ہونے کا مطلب تھا کہ پورا مہینہ گیا، رضا ایسے ہی تھے۔ محبت کو نرمی سے لینے والے، لیکن اگر کبھی غصہ آ جائے تو ہفتوں میں جا کے موڈ ٹھیک ہوتا، کبھی کبھی تو مہینہ بھی لگا دیتے تھے۔

باہر دروازے پر بیل ہوئی، بینش کھڑکی کے پردے پر ڈالتی دروازے کی جانب چل دی، دو گھر چھوڑ کے مسز غنی آئی تھیں، عمر تو ان کی ساٹھ کے قریب تھی لیکن ایسے بن ٹھن کر رہتی تھیں جیسے سولہ سالہ دوشیزہ ہوں، ابھی بھی بینش کو انھیں دیکھ کر کوفت ہوئی، سلیولیس شوخ کلر ریڈ کیوکس، سنہرے بال، ہلکے سے کیچر میں تھے، دوپٹہ سائیڈ پر جھول رہا تھا، زبردستی کی مسکراہٹ سجائے بینش انھیں ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ رسمی سلام دعا کے بعد مسز غنی نے بینش کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی، پندرہ شعبان کی وجہ سے وہ اپنے گھر میں کوئی درس کا پروگرام رکھ رہی تھیں۔

''بچی مسز رضا خان! فیز ٹو میں ایک آنٹی آئی ہیں، چند روز پہلے میں ان کے گھر گئی تھی، ایسی ایسی دین کی باتیں بتائیں انھوں نے کہ میرے تو آنسو جاری ہو گئے، آپ کو تو ویسے بھی رین کی محفلیں پسند ہیں، آنا ضرور۔'' اسکواش پی کر مسز غنی کھڑی ہو گئیں، بینش انھیں گیٹ تک چھوڑ کر اندر آئی تو رضا سو چکے تھے، اس نے سارے کپڑے شاپر میں ڈالے اور الماری کے نیچے والے خانے میں رکھ دیے۔

☆ ☆

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام!'' بینش، مسز غنی کے گھر میں داخل ہو رہی تھی، اس کے ساتھ ہی کالے برقعے میں ملبوس ایک خاتون بھی داخل ہوئیں، جنھوں نے بینش کو سلام کیا، وہ ان کا چہرہ نہیں دیکھ سکی، کیونکہ وہ حجاب لیے ہوئے تھیں، لیکن اندر جا کر بینش نے انھیں تب دیکھا جب روزمرہ کے ساتھ مسز غنی کو اونچے صوفے پر بیٹھنے سے منع کر رہی تھیں کہ نیچے بیٹھ کر ہی بات کر لوں گی، کافی پس و پیش کے بعد مسز غنی راضی ہوئیں، ان کے بیٹھتے ہی چاندنی پہ بیٹھی خواتین نے اپنے رد پٹے کے پلو نہایت نزاکت کے ساتھ سر پر لگائے تاکہ بکھر اسٹائل خراب نہ ہوں، سلام کے بعد انھوں نے بات شروع کی، نہ تو انھوں نے اپنا عبایا اتارا، نہ سفید کڑکڑاتا روپٹہ لیا، عبائے کے اوپر بلیک مکھنہ پہنے انھوں نے بات شروع کر دی، ورنہ اکثر درس وغیرہ دینے جو بھی خاتون آتیں، چادر میں ہوتیں، اور آتے ہی چادر اتار کر سفید کڑکڑاتا روپٹہ پہنتی تھیں اور بہانے بہانے سے اپنے اس انداز سے آگے پیچھے کرتیں تاکہ سب کو ان کے کپڑے نظر آتے اور ہاتھوں میں پہنی چوڑیاں اور انگوٹھیاں چمک جاتیں، ان کی ساری پردہ کیا ہر خاتون ہی ان کی مسز غنی کی کوئی بات سچ ہو یا نہ ہو، لیکن یہ بات ضرور سچ تھی کہ ان کی باتیں سن کر واقعی اپنی زندگی پر ندامت ہو رہی تھی، آنسو کنٹرول کرنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ وہ رمضان کے بارے میں بتا رہی تھیں۔

''ہم سارا رقت سحری اور افطاری کے انتظام میں برباد کر دیتے ہیں، باقی جو وقت بچا وہ شاپنگ پر نکل جاتا ہے، افطار پارٹیاں ہوتی ہیں، جس میں غریبوں کو بھلا دیا جاتا ہے، کپڑوں کی نمائش، گھر کی نمائش، فرنیچر کی نمائش، ہم کس طرف جا رہے ہیں، نبی کے

امتی ہو کر اپنے لباس کو کس طرح سادہ رکھنا ہے، شوہر کے حقوق، بچوں کی تربیت، ہر بات یہ تھوڑا تھوڑا سمجھا رہی تھیں۔ دعا کے بعد وہ مسز شیخ کے لاکھ اصرار پر بھی نہ رکیں، صرف ایک گلاس پانی پی کر پارٹی اٹینڈ کرنے سے منع کر دیا کہ میرے شوہر آفس سے آنے والے ہوں گے، مجھے ایسا لگا کہ اگر یہ چلی گئیں تو پھر کبھی ان سے مل سکوں گی، میں تیزی سے اٹھ کر ان کے پیچھے گئی۔

"پلیز مجھے آپ سے ملنا ہے۔"

"ارے آیئے گا ناں بہن! فیز ٹو کی روڈ میں تیسرا گھر ہے۔"

"کس ٹائم؟"

"کسی بھی ٹائم آجایئے، میں گھر پر ہی ہوتی ہوں۔"

"کل آجاؤں؟" میں جلد سے جلد ان سے ملنا چاہتی تھی۔

"ارے بہن! آجایئے گا بالکل اپنا گھر سمجھ کر۔" بینش سے مصافحہ کر کے وہ باہر نکل گئیں، ساری خواتین پھر سے اپنی باتوں میں مشغول ہو گئیں، بینش کا پھر وہاں دل نہ لگا اور جلد ہی وہ وہاں سے اٹھ آئی۔

☆---☆---☆

انتہائی سادگی سے سجا گھر تھا، ایک سکون تھا ان کے گھر میں۔ ان کی بیٹی بینش کو صاف ستھرے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر گئی تھی، وہ دس سال کی ہوگی، نماز کی طرح دوپٹہ باندھے پوری آستینوں کی لمبی قمیض پہنے دھیمے دھیمے انداز میں بولتی بالکل اپنی سوسائٹی سے منفرد لگی۔ وہ چاروں طرف کے جائزے میں مصروف تھی کہ وہ آ گئیں۔ علیمہ نام تھا ان کا، اپنے نام کی طرح نرم طبیعت تھیں، تھوڑی ہی دیر میں بینش ان سے اس طرح گھل مل گئی جیسے صدیوں سے جانتی ہو، بینش نے ان کے آگے اپنے سارے مسائل رکھ دیئے، وہ نرمی سے اس کے ہر سوال کا جواب دے رہی تھیں۔

بینش بالکل سن بیٹھی انہیں سن رہی تھی، اسے رضا کے ساتھ کی گئی اپنی طرف کی زیادتیاں یاد آ رہی تھیں، اور جو وہ ہمیشہ رضا کو قصوروار سمجھ کر اسے مناتی نہیں تھی، جب ہی تو ایک ایک مہینہ رضا خاموش رہتے تھے، اور پھر ہار مان کر خود ہی بات شروع کر دیتے تھے، وہ وہاں سے اٹھ آئی، گھر آنے تک اس کے آنسو بہتے رہے۔ اسے رضا کے سامنے اپنا آپ بالکل ہیچ لگ رہا تھا۔ کتنے دنوں تک اسے سمجھ نہ آیا رضا کو کیسے منائے، کبھی منایا ہی نہیں تھا۔ ہمیشہ رضا خود ہی بات کرنے لگتے تھے۔ کچھ دن بعد بینش نے علیمہ باجی کے سامنے اپنا سلیولیس سوٹ کا مسئلہ بھی رکھ دیا، جسے انہوں نے چٹکیوں میں حل کر دیا اور وہ حیران تھی، اسے بھی یہ خیال کیوں نہ آیا تھا۔

رمضان کا چاند نکل آیا تھا، لیکن بینش ابھی تک رضا کو منا نہ سکی، اس بار اس نے تراویح کا بھی اہتمام کیا اور رضا نے خود ہی ہلکی پھلکی بات شروع کر دی تھی، [illegible] اسے اور ندامت ہونے لگی۔ آج پندرہواں روزہ [illegible] باجی نے اسے بتایا کہ جس عورت کا شوہر [illegible] ہو، نہ اس کا روزہ قبول اور نہ نماز۔

بینش کا رو رو کر برا حال تھا، رضا کے سامنے اس کی ہمت ہی نہ ہوتی تھی کہ وہ رضا کو منائے۔

رمضان ختم ہونے کو تھا، اس بار بینش نے رمضان میں عبادات کا خوب اہتمام کیا تھا، لیکن وہ رضا کو نہیں منا سکی تھی، اب تو رضا خود ہی صحیح طریقے سے بات کرنے لگے تھے، لیکن بینش کو عجیب شرمندگی ہوتی تھی، رضا کو جواب دیتے ہوئے۔ کتنا اچھا شوہر دیا تھا خدا نے اسے، اور وہ کتنی ناشکری تھی۔

آج چاند نظر آنے کا امکان تھا، بینش نے اپنا سوٹ جو رضا لائے تھے، علیمہ باجی کے کہنے پر الگ سے کپڑا لے کر ڈائی کرایا اور اس میں نفاست سے

Digest.pk

آستینیں لگوالیں تھیں اور موتیوں کی ہم رنگ بیلیں آستینوں پر لگوائی تھی۔ اب چونکہ کل عید ہونے کا امکان تھا تو سارے کاموں سے فارغ ہوکر وہ اپنے سوٹ کی فٹنگ دیکھنے کے لیے ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑی ہوگئی۔ چاروں طرف سے گھوم گھوم کر خود کو دیکھ رہی تھی، اتنی حسین تو وہ کسی سوٹ میں بھی نہ لگتی تھی، ایک دم آئینے میں رضا کا عکس حیران حیران سا نظر آیا، اس کا لایا ہوا ریڈ اسٹاملش بلیک اینڈ آف وائٹ موتیوں سے مزین سوٹ پہنے اس کی دل و جاں سے عزیز بیوی کھڑی تھی، وہ حیران نہ ہوتا تو کیا ہوتا، جو سوٹ بے دردی سے الماری کے نچلے خانے میں رکھ دیا گیا تھا آج وہ اسے پہنے کھڑی تھی۔

''میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں؟'' رضا نے بینش کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔

''سوری رضا خان!'' بینش بلک کر رم مڑ کر اس کے سینے سے لگ گئی، وہ جب بھی موڈ میں ہوتی اسے پورے نام سے پکارتی تھی۔

''سوری... وہ بھی بینش کے منہ سے... کچھ عجیب سی بات نہیں ہو رہی؟'' رضا نے چھیڑا۔

''نہیں رضا خان! میں بہت بری ہوں، میں نے آپ کو بہت تنگ کیا ہوا ہے، آپ کی خوشی کے بغیر میں جنت میں بھی نہیں جا سکتی، پلیز آپ مجھے معاف کردیں، وعدہ بلکہ پکا وعدہ آئندہ آپ کو بالکل تنگ نہیں کروں گی، کل عید ہے دیکھیے گا کہ اب ہر روز عید ہوگی کل سے ہماری۔'' رضا نے اسے کندھوں سے تھاما اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔

''میری جان کو احساس آج ہوا ہے تو میری عید بھی آج ہے۔'' باہر چاند نکلنے کا شور مچ گیا تھا، لوگ آسمان پر نکلے چاند کو دیکھنے چھتوں پر جا رہے تھے، رضا اپنے ہاتھوں کے پیالے میں اپنا چاند تھامے کھڑا تھا۔

☆---☆---☆

روداد ڈائجسٹ میں شائع ہونے والے مقبول ناول کتابی شکل میں شائع ہوگئے ہیں

تم میرے ہو کے رہو
صالحہ محمود
قیمت -/600 روپے

کچی کلیاں آنگن کی
صالحہ محمود
قیمت -/600 روپے

کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
شازیہ مصطفیٰ عمران
قیمت -/550 روپے

کچھ عشق میں رنگ جنوں بھی تھا
نائلہ طارق
قیمت 500 روپے

القریش پبلی کیشنز
سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37652546, 37668958

ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی
فون: 021-32633151

ایقان علی

کوئلوں کی بوری

عید کی صبح ہولے ہولے منڈیروں سے نیچے اتر رہی تھی، ایسی صبح کے استقبال کو ہر سُو چڑیاں چہچہا رہی تھیں، فضا میں خوشیوں کی مہک بکھری تھی، ہولے ہولے چلتی ہوا کے دامن میں

مسرتوں کے پیام تھے، خوشیوں کے سندیسے، لیکن ان سب خوشیوں کے باوجود اس آنگن میں کس قدر اداسی برس رہی تھی، جس میں ایک طرف لگے شیشے کے سامنے کھڑا وانیال احمد بال بنا رہا تھا، مسجد سے آنے والی آوازیں اس کے ہاتھ پاؤں پھلا رہی تھیں، مسجد میں نماز عید کی جماعت کھڑی ہوگئی تھی اور وہ ابھی تک گھر میں تھا، جلدی جلدی بال بنا کر اونی جالی دار ٹوپی سر پر رکھ کر وہ سرپٹ مسجد کی طرف بھاگا، نماز پڑھ کر کچھ اہل محلہ سے گلے ملا، عید کی مبارکباد دی اور گھر آیا، گھر میں ہنوز خاموشی تھی، شور ہوتا بھی کیسے؟ اکیلے خالی گھر میں شور کیسا؟ وہاں تھا ہی کون؟ وہ ایک اکیلا۔ شور مچانے والی تو عرصہ پہلے جا چکی تھی، وہ ذہن سے ہر خیال جھٹکتا کمرے میں آیا۔

"عید مبارک جناب!" تخیل کے پردے پر چند مٹے مٹے سے نقش ابھرے۔ چند خوشیوں بھرے جملے اور بے ریا قہقہے۔ وہ سب کہاں کھو گئے؟ وہ خالی کمرے میں اکیلا کھڑا رہ گیا، وہ کہاں چلی گئی تھی، وہی جو پچھلی عید پر اسی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی تھی، لمبے لمبے بالوں والی، میرون

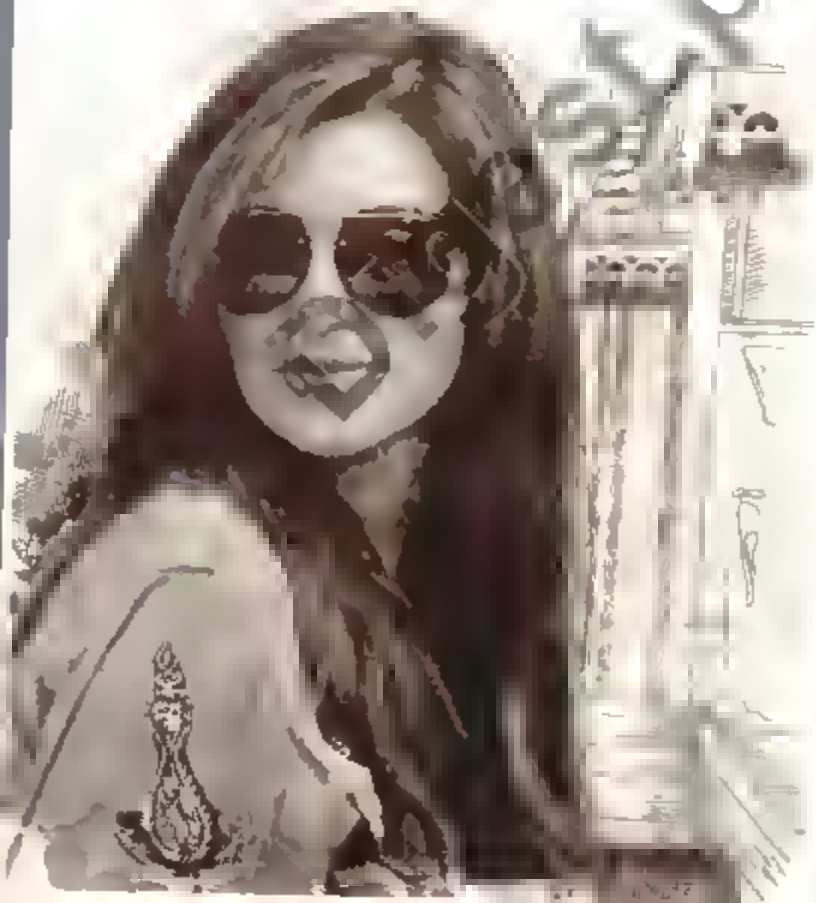

فراک پہنے بندے پہنتی ہوئی۔

"وہ کہاں گئی؟" اس نے خود سے سوال کیا، جواب ندارد۔ وہ اوندھے منہ بیڈ پر جا لیٹا۔

اس دن بے تحاشا بارش ہو رہی تھی جب وہ پہلی مرتبہ اس سے ملا تھا، وہ اکیلی کھڑی بارش میں بھیگ رہی تھی، وہ گاڑی اس کے نزدیک لے آیا۔

"مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہیں آپ محترمہ!" وہ متذبذب تھی کہ وہ اجنبی۔۔ لیکن موسم کی خرابی کے باعث بادل نخواستہ آ بیٹھی، بارش میں بھیگی، سمٹی سمٹی سی ماریہ اس کے دل میں اندر تک اتر آئی، وہ متوسط درجے کے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، اکلوتی تھی، ماں باپ کے ساتھ اپنے آبائی گھر میں رہتی تھی، جاب کرنا اس کی ضرورت تھی، اس کے اپارٹمنٹ نیچر اور اماں ہاؤس وائف تھیں۔ مختصر سے کوائف اسے اگلی دو ملاقاتوں میں نہیں ملے تھے، بلکہ اس نے خود اپنے اندر سے اکٹھے کیے تھے، وہ یوں سرعام لڑکوں سے دوستیاں کرنے والی لڑکی نہیں تھی، وہ آزاد خیال تھا لیکن وہ نہیں تھی، وہ پیور مشرقی لڑکی تھی، بیرونی دروازے پر دستک کی آواز اسے حال میں واپس لے آئی تھی، محلے کی دو لڑکیاں تھیں۔

"دانیال بھیا! یہ سویاں۔۔ بھابی آئیں نہیں؟" اس نے شکریہ کے ساتھ سویاں وصول کیں اور ان کے سوالوں کے جواب دیتا رہا، وہ لوٹ گئیں تو وہ بھی واپس لوٹ آیا، آنگن میں بچھے تخت پر بیٹھ کر اس نے سویوں کا چمچ بھرا، بے ذائقہ، بے لذت، وہ چمچ رکھ کر سویوں کو گھورنے لگا، اس کے بغیر ہر کھانا بے ذائقہ تھا۔ اور تب بھی یہی ہوا تھا، اس کے بغیر ہر کھانا بدذائقہ لگا کرتا تھا، بس وہی۔ صرف وہی۔۔۔ اس نے پاپا سے رشتے کی بات کی تھی وہ سنتے ہی اٹھتے سے اٹھ گئے۔

"وہ۔۔۔ خاندان دیکھا ہے اس کا؟ ریٹائرڈ ٹیچر کی بیٹی بیاہ لاؤں؟" ان کے انداز میں ماریہ کے لیے بے تحاشا حقارت تھی اور اس کے دل میں بے تحاشا محبت، وہ کسی صورت میں اسے بہو بنانے کو تیار نہیں تھے، وہ گھر چھوڑنے کو تیار ہو گیا۔

ماما نے روکا، بھائی نے، مسقط سے بہن نے فون کیا۔

"کیا پاگل پنا ہے دانی؟" دانی واقعی پاگل ہو گیا تھا، وہ انا پرست تھے تو دانیال بھی ان ہی کا خون تھا، ضدی اور ہٹ دھرم۔ چھوڑ دیا اس کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا، پاپا نے عاق کرنے کی دھمکی دی، وہ نہ مانا تو انھوں نے عاق کر دیا، اس کی بلا سے۔ وہ تو نکل آیا تھا ان کی راجدھانی سے، جہاں انسانوں کو روپوں کے ترازو میں تولا جاتا تھا، وہ نکل آیا ہمیشہ کے لیے۔ ماریہ کے ابا نے صرف ایک سوال کیا تھا۔

"پیار کا یہ بخار اترے گا کس دن؟"

"میری موت کے دن۔" وہ دونوں جذباتی تھے لیکن وہ زمانہ شناس پہلے سے جانتے تھے محبت کی یہ جبلت آنکھوں سے اتر جائے گی، تب ہر شے بھیانک صورت لگنے لگے گی مگر۔۔۔ اولاد واقعی فتنہ ہے۔

بیاہ دیا اپنی لاڈلی بیٹی کو اس کے ہمراہ جو ان کی بیٹی کی خاطر اپنے باپ کی ستر لاکھ ڈالر کی جائیداد کو ٹھوکر مار آیا تھا، ڈوب کی کرنیں سرکتی سرکتی آدھے صحن میں پھیل گئی تھیں، وہ خاموشی سے اٹھا اور لاؤنج میں آ کر ٹی وی چلا لیا، ہر چینل پر قہقہے بکھر رہے تھے، مبارکبادیں، عید کی مسرتیں، اس کے اندر بے چینی بڑھتی جا رہی تھی، اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اپنی اور اس کی شادی کی تصویر اٹھالی۔

ابا واقعی درست کہتے تھے، آنکھوں سے محبت کی پٹی جب اترتی ہے تو ہر شے بدصورت لگتی ہے۔

خوابوں کی دنیا سے عملی دنیا تک کا سفر صرف پیار کی باتوں سے نہیں طے ہوتا، دانیال کو آٹھ ہزار کی جاب مل گئی تھی، مہنگائی کے اس دور میں مہینے کے تیرہ چودہ ہزار خرچ کرنے والے دانیال کو لگ پتا گیا، ماریہ نے جاب کا کہا تو اس نے منع کر دیا۔

"مجھے پسند نہیں ہے، پتا نہیں کیسی کیسی نظریں...!"

"لیکن وانی! یہ سب فیس تو کرنا پڑتا ہے ناں۔"

"کہہ دیا نہیں تو بس نہیں۔" ان دنوں وہ حقیقتاً پریشان تھا، یہ نہیں تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر پچھتا رہا تھا، وہ اس کے لیے بھی اپنی جان قربان کر دینے پر تیار تھا لیکن۔

"یہ بجلی کے بل، آج آخری ڈیٹ، پانی کا بل، لاسٹ ڈیٹ، فریج خالی ہے، دودھ کا بل...!" ان ہی دنوں وہ امید سے تھی، خوشی کی اس بڑی خبر پر وہ سرتھام کر رہ گیا۔

"پریگننسی رپورٹ، مختلف ٹیسٹ، دوائیں۔" بندہ بشر تھا، تھک کر چور، اس رات ماریہ پر چلا پڑا جب اس نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی، وہ ایکسٹرا شفٹ پر تھا، کام کر کے تھکا ماندا، چڑچڑا۔

"باہر رنگ رلیاں نہیں منا رہا تھا، کام کر رہا تھا۔" بات رائی جیسی تھی، پہاڑ بن گئی، وہ دو کہتا تو وہ چار سناتی۔

"تمہارے لیے چھوڑی اپنے باپ کی جائیداد میں نے۔" وہ چلایا، وہ حق دق رہ گئی۔

"بس! اتنی جلدی طعنے...!"

"سکون برباد ہو چکا میرا، زندگی تباہ ہو گئی۔" وہ خاموشی سے بیگ بھرنے لگی۔

"میں تمہیں جانے نہیں دوں گا۔" وہ چلایا۔

"مجھے جانا ہے، مجھے ابا کے گھر جانا ہے۔" وہ خاموش رہی۔

"نہیں جاؤ گی، کہا ہے ناں۔" وہ رکی نہیں، کپڑے بھرتی رہی، وہ غصے سے آگے بڑھا اور اسے تھپڑ دے مارا، وہ سن رہ گئی، بس یہ اوقات تھی۔

"مجھے اب اس گھر میں ایک لمحہ رہنا بھی حرام ٹھہرا۔" بیگ وہیں چھوڑ، وہ ننگے پاؤں نکل گئی، جانی ہے تو جائے، وہ بھی انا پرست تھا ناں۔

برآمدے میں لٹکے کلاک نے دو بجنے کا اعلان کیا تھا، وہ حال میں لوٹ آیا، ٹی وی آف کیا اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگا، نماز پڑھ کر واپس کمرے میں آ لیٹا۔

دو لمحے، وہ اذیت ناک لمحے، وہ اگر اس سے اتنی زیادہ محبت کرتا تھا تو پھر اسے کیوں مارا؟ اسے کیوں جانے دیا؟ وہ آنکھیں موندے لیٹا رہا۔ وہ جب بارش میں اکیلی کھڑی بھیگ رہی تھی تو وہ مدد کرنے کے لیے آیا تھا، اس رات بھی جب وہ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی، جوتی سے بے نیاز اکیلی گھر سے نکلی تھی تو مڑ کر تو ضرور دیکھا ہوگا، رک کر اس کا انتظار تو کیا ہوگا ناں، وہ آئے گا، یہ اعتبار تھا، جب وہیں کیا تو اعتبار کیسے کرچی کرچی ہو گیا ہوگا ناں؟

وہ آنکھیں موندے لیٹا رہا، برا وقت ہمیشہ کے لیے تو نہیں ہوتا، جلد یا دیر سے گزر ہی جاتا ہے، لیکن یہ بات اہم ہے کہ ہم اپنے برے وقت کو کیسے گزارتے ہیں، تکلیف ملنے پر چیختے چلاتے تو جانور بھی ہیں، انسان تو اشرف المخلوقات ہے اور مصائب کو صبر و شکر سے گزارنا ہی تو اسے اشرف المخلوقات بناتا ہے۔

اس کا کڑا وقت بھی گزر گیا، دو دن بعد ہی ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب مل گئی، اٹھائیس ہزار ماہانہ کی سیلری ایک کار کے ساتھ، خدا واقعی چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے۔ ایک دن گزرا، دوسرا... دو

Digest.pk

ہفتے . 4 ماہ . . 6 ماہ . . . بس 6 ماہ تھے؟ لگتے تو 6 سال کے برابر تھے۔ محسوس تو 6 صدیوں کے ایسے تھے، ادھر یہ اکیلا ادھر وہ اکیلی، اس نے پلٹ کر حال نہیں پوچھا تو بتایا اس نے بھی نہیں۔

''اس کے ابا کہتے تھے ناں کہ خاوند کا گھر عورت کا اصل گھر ہوتا ہے، تو پھر اسے اپنا اصل گھر کیوں یاد نہیں آیا؟ اس کا فرض تھا شوہر کا حکم ماننا، کیوں گئی؟'' وہ اکثر سوچتا، ضمیر چپکے سے آ موجود ہوتا۔

''اور تمہارے فرائض؟'' اسے سر جھکا لینا پڑتا، جانتا تھا وہ غلطی اسی کی ہے، بھول اسی سے ہوئی ہے، لیکن بس اقرار نہیں کرتا تھا، انا کا پرانا مریض تھا ناں، ضد اور ضدی، ایسے کیسے مان لیتا، مرد تھا، کیسے معافی مانگ لیتا، اور وہ... ماریہ دانیال... وہ بھی تو ایک بیوی تھی، اس کے بچے کی ماں، وہ کیسے جھک جاتی؟ بس یہ سوچ جاری تھی، بس بھاگتا تھا، اپنی اپنی انا کی لوریاں کندھے پر لادے سو بھاگ رہے تھے۔

وہ لیٹا رہا، سوچتا رہا، اسے یاد کرتا رہا، آنسو بہاتا رہا۔

آنسو... ارے واہ آنسو... انا پرست مرد کی آنکھوں میں آنسو؟ وہ واقعی ٹوٹ گیا تھا، گزرے 6 ماہ تھے لیکن قیامت کی 6 صدیوں کے برابر تھے، وہ اب تھکنے لگا تھا، میرا من بھتنی بھی طویل کیوں نہ ہو، ختم تو ہو ہی جاتی ہے۔

ابا کہتے تھے جو جھکنا نہیں جانتا اسے ٹوٹنا پڑتا ہے، اسے اب جھکنا سیکھنا تھا، فیصلہ کرلیا۔ وہ ہولے سے اٹھا، شام کی نارنجی شفق کو تاریکی اپنے حصار میں لے رہی تھی، وہ جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر، گھر لاک کر کے باہر نکل آیا۔

انا اور عزت نفس بے شک ہمیشہ بلند رکھنی چاہیے لیکن جب معاملہ رشتوں کا ہو، معاملہ جب محبت کا ہو تو ناک کو دہلیز پر بھی رگڑ لینا چاہیے،

پندرہ منٹ میں وہ ماریہ کے گھر کے سامنے تھا، وہاں ایک نیا منظر اس کے سامنے تھا۔

وہ سبک کندھے پر لٹکائے ٹیکسی میں بیٹھ رہی تھی، ابا اسے الوداعی ہاتھ لہرا رہے تھے۔ انا کا سنگلاخ پہاڑ اس نے بھی پاش پاش کردیا تھا، اس کے اندر طمانیت اترنے لگی، وہ خاموشی سے کار سے نکل کر ان کے سامنے جا کھڑا ہوا، وہ حیرت سے گنگ تھی، اس کے کپکپاتے لبوں کو دیکھ کر وہ بولے۔

''معافی اپنی بیوی سے مانگنا، اب جاؤ رات ہو رہی ہے۔'' واپسی کا سفر خاموشی سے گزرا، وہ خاموشی سے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

''مجھے معاف کردو!''

''معافی مجھے بھی مانگنی ہے۔''

''گناہ میرا ہے۔''

''غلطی مجھ سے بھی ہوئی۔''

''اگر تم معاف کردو گی تو مجھے خوشی ہوگی۔''

''اگر تم مجھے معاف کردو گے تو مجھے سکون مل جائے گا۔'' دانیال نے کار روک دی، اس کے کندھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑ کر وہ رو دیا، وہ کون سا ضبط کر رہی تھی، 6 ماہ کا غبار آنسوؤں کے راستے نکل رہا تھا۔

''چلو اب گھر چلتے ہیں۔''

''ہاں! چلو اب اپنے گھر چلتے ہیں۔'' تاریک سڑک پر کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی مدھم ہوتی چلی گئی تھی۔

رشتے آپ سے بہت زیادہ کی ڈیمانڈ نہیں کرتے، صرف ایک وعدہ، تاعمر ساتھ نبھانے کا، تھوڑی سی محبت، ساری زندگی گزارنے کے لیے اور ایک سوری، ہر غلطی کے لیے۔

☆ ☆ ☆

Digest.pk

Hankies
.. absorbent
..... elegant
..... & luxury
Decora by Hankies
KITCHEN TOWELS
Hankies
H&P
AKS DIGITAL

شازیہ مصطفیٰ عمران

قسط نمبر 10

تجھ سا لگوں میں تجھ کو

رخصتی ایک بجے کے قریب ہوئی تھی، حباب کا جسم سے برا حال تھا، گاڑی میں بھی زبردستی نوین اور کرن نفس کے آگئی تھیں اور اسے سانس لینا محال ہو رہا تھا، نوشین تو جلتی بھنتی بڑبڑاتی ہوئی سب دیکھ رہی

تھی۔

"چلو بھئی! لڑکوں تم لوگ اپنے اپنے کمروں میں جاؤ۔" دادی جان نے ان تینوں کو بغور دیکھا، جو اپنی بھابی کو دیکھنے کے منتظر تھے، وہ لاؤنج میں سب کے ساتھ ہی بے زار بیٹھی تھی، عمران پھینچ کر کے آ گیا تھا، خان گلفر کے میض شلوار میں ٹکھرا ٹکھرا وہ جو بہت چندسم اور اسمارٹ لگ رہا تھا، نوشین نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"نوشین! چل دلہن کو اندر لے کے چل۔" حباب کو ان کی دادی جان کی آوازیں اور باتیں سخت گراں گزر رہی تھیں اور وہ ان کی شان میں کوئی گستاخی کر کے غلطی نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

"نانی جان! میں کیوں لے کے جاؤں؟" وہ تپی ہوئی تو پہلے ہی تھی۔

"ظاہر ہے بڑی نند لگتی ہو، رشتے میں اتنا تو فرض ہے تمہارا۔" آدم اسے زچ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

"جی شکریہ میں خود بھی جا سکتی ہوں۔" حباب کو نوشین کے ساتھ جانا تو کسی طرح گوارہ نہیں تھا، آدم اور

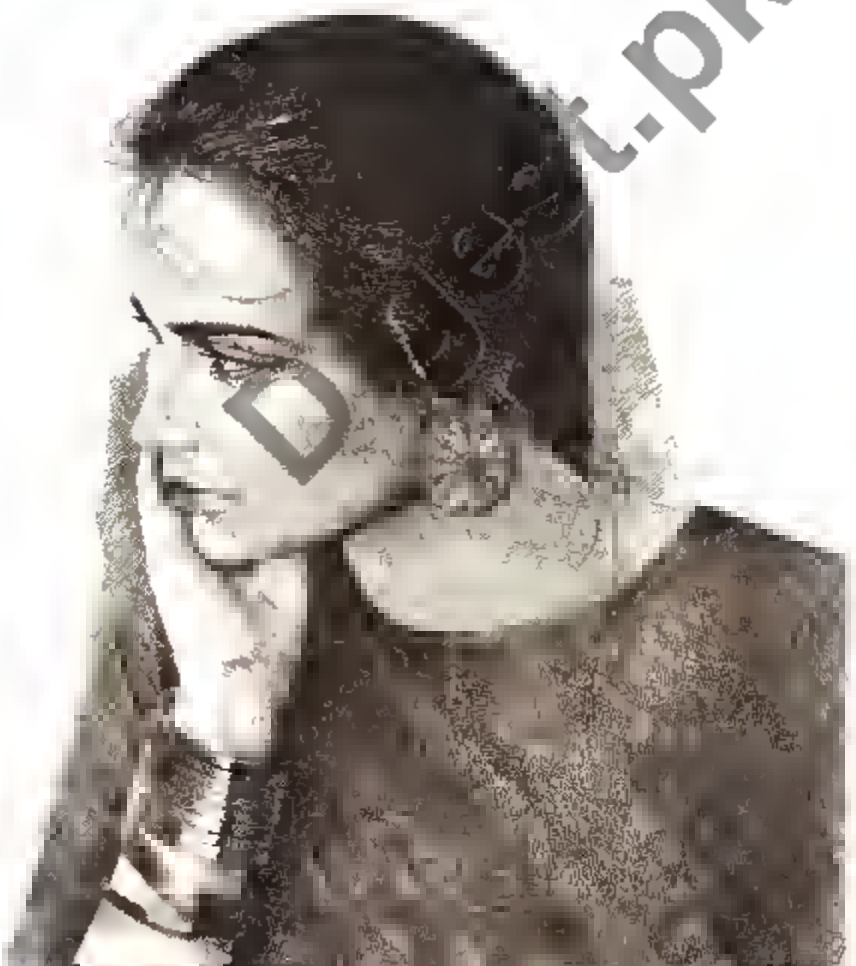

حزل نے تیز آنکھ سے سنا طلحہ اندر جا رہا تھا، وہ بھی حباب کی آواز پر پلٹ کر آ گیا۔
''اے لو، رضوانہ! بڑی بے شرم لڑکی ڈھونڈی ہے۔'' داوی جان کو تو موقع ملنا تھا طنز کرنے کا۔
''دیکھیے! اس میں بے شرمی کی کیا بات ہے؟'' حباب نے انھیں دیکھا، ضمران تو اس کی خوبصورتی اور معصومیت میں کھویا ہوا تھا۔
''لڑکی! تمہاری زبان بھی بہت ہے، پتہ بھی ہے کس سے بات کر رہی ہو، ضمران کی داوی ہوں اور تمہاری ساس کی ساس ہوں۔'' ان کے تو چٹکلے ہی لگ گئے۔
''میں نے ایسا کچھ غلط بھی نہیں کہا ہے۔''
''آؤ حباب بیٹا! میں تمہیں اندر لے جاؤں۔'' رضوانہ نے اسے اٹھایا۔ حباب اپنا بھاری لہنگا سنبھالتی ہوئی ان کی ہمراہی میں چلتی ہوئی باہر آ گئی، کرن اور نوین بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگیں، راشدہ کی حسد بھری نگاہوں نے حباب کا روپ دیکھا، نوشین سے چھوٹی بھی تھی اور خوبصورتی میں بھی یکتا تھی، وہ ہاتھ ملتی رہ گئی تھیں، ان کی بیٹی اس گھر میں بہوبن کے جو نہیں آئی تھی، پورا کمرہ اصلی پھولوں سے سجایا ہوا تھا، مزمل اور طلحہ نے بہت دل سے سجایا تھا اپنی بھابی کا کمرے میں بھی استقبال پھولوں کی پتیاں ڈال کے کیا، حباب کو گھبراہٹ تو ہو رہی تھی، اپنا غصہ اور دل کا غبار اس نے ضمران کے دھیال والوں پر اتار دیا تھا۔
''آرام سے لیٹ کے پیر اٹھاؤ۔'' رضوانہ نے اسے تکیوں کے سہارے بٹھا دیا تھا۔ کرن اور نوین بھی وہیں کھڑی تھیں۔
''حباب بھابی! ہم ضمران بھائی کی چھوٹی بہنیں ہیں۔''
''جی مجھے پتہ ہے، پلیز مجھے آرام کرنے دیں۔'' حباب نے انتہائی روکھائی اور ناگواری سے کہا، رضوانہ کو حباب کا رویہ اور لہجہ اچھا نہیں لگ رہا تھا، مگر وہ اس وقت اسے کچھ سمجھانا بھی نہیں چاہتی تھیں، وہ بہت بے زار ہو رہی تھی، کیونکہ ضمران کے دھیال والوں کی [illegible] اس کی داوی جان وہ تو ہر بات منہ پر کہنے والی تھیں، اتنا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا ضمران کی امی کو برے حالوں میں ہی دیکھا تھا، اس نے کمرے کا جائزہ لیا تھا، ہر چیز ترتیب اور قرینے سے رکھی تھی، بیڈ کو بھی [illegible] سجایا گیا تھا، ایئر فریشنر کی خوشبو اور اے سی کی کولنگ سے خنکی سی محسوس ہو رہی تھی، اسی وقت ضمران پھولوں سے اندر آ گیا تھا، ایزی سے کریش شلوار میں وہ بہت ڈیسنٹ اور چارمنگ لگ رہا تھا، حباب نے حسب اپنا سر جھکا لیا، دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو گیا، وہ اپنی شادی سے ذرا بھی خوش نہیں تھی، پھر اسے اس بات کا اور دکھ ہوا تھا، نوشین ضمران کی منگیتر تھی پھر اس نے نوشین سے شادی کیوں نہیں کی۔
''آں..ہم!'' وہ لبوں پر مسکراہٹ لیے اسے معنی خیز اور دلچسپ نگاہوں سے دیکھنے لگا، آج تو وہ اسے چاروں خانے چت کر رہی تھی، کل وہ سر راہ کھڑی دو گھڑی ملتی تھی اور آج سے وہ ہر گھڑی اس کے ساتھ ہو گی۔
''کیسی ہیں؟'' اس نے حباب کے حنائی ہاتھوں پر اپنا مضبوط بھاری ہاتھ بڑے پریم سے رکھا، حباب کو ایسا لگا جسم میں کرنٹ دوڑ گیا ہو، وہ سمٹ کے اور دور ہو گئی۔
''مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔'' اس نے ساری ہمتیں مجتمع کر کے اس سے آج ہی بات کرنے کا سوچا، شرم و حیا اس کی نگاہوں میں تھی۔

''پوچھیے!'' عمران نے حیرانگی سے اس کے سنجیدہ چہرے کو مسکراتی نگاہوں سے چوما۔
''آپ کی کزن نوشین سے آپ کی منگنی ہوگئی تھی؟''
''کس نے کہا؟'' عمران ایک دم ہی چونک گیا۔
''آپ کی منگیتر نوشین نے۔'' طنز کیا۔
''میں آپ کو وضاحت دیے دوں، نوشین سے میری کوئی منگنی نہیں ہوئی تھی، اور نہ ہی وہ میری منگیتر ہے، راشدہ پھپھو کی خواہش ضرور تھی مگر میری مرضی نہیں تھی۔''
''جھوٹ...!'' وہ تیز لہجے میں بولی۔
''ارے میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟''
''آپ کی امی نے کوئی بات وغیرہ کی ہوگی، جب ہی وہ اتنی بڑی بات کہہ رہی ہے۔'' حباب کو یقین نہیں آرہا تھا۔
''دیکھیں حباب! میری پھپھو اور کزن کو فضول کی باتیں کرنے کی عادت ہے، میں صبح امی سے خود آپ کو کلیئر کروا دوں گا۔'' عمران کو اس کے دل میں آئی بات کا اندازہ نہیں تھا وہ اس گہرائی تک سوچ سکتی ہے۔
''وہ لڑکی آپ سے محبت کرتی ہے، آپ کو اسی سے شادی کرنی چاہیے تھی، میری زندگی کیوں خراب کی؟'' وہ الٹا شروع ہوگئی، عمران ٹھنڈے مزاج کا انسان تھا، وہ حباب سے مزید بحث میں الجھنا نہیں چاہتا تھا، وہ تکیہ سیدھا کر کے لیٹ گیا، حباب نے چنون سکیڑ کے عمران کے چہرے کو دیکھا وہ پیپ ہوگیا تھا۔
''آپ بھی چینج کر کے آجایے تاکہ میں آپ کا زخم صاف کر لوں۔''
''کیا مطلب ہے؟'' اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔
''پہلے چینج کر کے آیئے پھر سمجھاؤں گا۔'' اس نے حباب کے ہاتھ کو چوما۔

☆---☆---☆

حباب کے ولیمے کے دوسرے دن وہ سامان پیک کر رہی تھی نسرین آئی ہوئی تھیں، بینا بھی وہیں رہ رہی تھیں، انھیں یہی موقع مناسب لگا۔
''امی! آپ پھپھو سے بات کیوں نہیں کر لیتی ہیں؟'' بینا نے حسین بیگم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا نسرین نے اچنبھے اور حیرانگی سے ان دونوں کو ہی دیکھا۔
''امی! میں نے ڈرائیور کو بلا لیا ہے۔'' حسنی اپنا بیگ لے کے لاؤنج میں آگئی، حسین بیگم نے سرخ و سپید حسنی کو گہری پرسوچ نگاہوں سے دیکھا، حسنی اور شہریار میں بنتی تو ہے نہیں، ساری زندگی یہ دونوں نبھائیں گے کیسے؟
''نسرین! میں حسنی کی شہریار کے لیے ایک دفعہ اور بات کرنا چاہ رہی تھی۔'' انھوں نے چھوٹتے ہی کہہ دیا، حسنی کے تو پسینے چھوٹ گئے مگر ساتھ ہی غصہ بھی آنے لگا، وہ گرم گرم گھونٹ بھر کے کھڑی ہوگئی۔
''بھابی! آپ نے دیر کیوں کی؟'' نسرین کے تو دل کی مراد بر آئی۔
''امی! بالکل نہیں، میں شہریار سے شادی بالکل نہیں کروں گی۔'' حسنی تو بھنا گئی۔
''چپ کرو، بڑوں کی باتوں میں نہیں بولو۔'' نسرین نے اسے ڈانٹ کے بٹھا دیا۔

''بھابی! مجھے بالکل منظور ہے، مگر آپ نے شہریار سے تو پوچھ لیا؟''

''بینا باجی! یہ کیا ہو رہا ہے آپ جانتی ہیں شہریار کی اور میری بالکل نہیں بنتی ہے، پھر بھی آپ ایسا کہہ رہی ہیں۔'' حسنی کو بینا کی دماغی حالت پر جیسے شک ہو رہا تھا۔

''سب پہلے کی باتیں ہوتی ہیں، شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔'' بینا نے اسے سمجھایا۔ نسرین نے تو اس دفعہ بالکل بھی بے وقوفی سے کام نہیں لیا تھا، شہریار کا دو دفعہ رشتہ آ چکا تھا، جو حسنی نے ہی واویلا مچا کے منع کر دیا تھا، پھر شہریار میں اسے دولت ہی نظر آ رہی تھی، جو جب سے کینیڈا گیا تھا انھیں لالچ کی پٹی بندھ گئی تھی، ادھر حسین بیگم بھی کم لالچی نہیں تھیں، حسنی کے نام کافی کچھ تھا، جو رفعت نے کیا تھا، اتنا تو پتہ تھا جہیز میں فلیٹ یا پلاٹ تو ضرور ملے گا۔

''چلو تو پھر منہ میٹھا تو کروا ہی دیتے ہیں۔'' بینا کو زیادہ جلدی تھی، شہریار کو باندھنے کی، وہ کھلا پھرتا تھا، اسی لیے ان کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔

''امی! مجھے نہیں کرنی شادی۔'' وہ تو گھبرا کے منہ سوجنے لگی، اتنے میں نازیہ، اکرام اور شہریار بھی آ گئے تھے۔

''میں تو کہہ رہی ہوں ان کا نکاح کر دیں، بعد میں شہریار نے اسے کینیڈا تو بلانا ہی ہے۔''

''آپی! آپ کو بڑی جلدی ہے۔'' شہریار کی نگاہ حسنی پر ٹک گئی، جو گھبرائی بوکھلائی ہوئی تھی۔

''نسرین! رفعت سے تو پوچھنا پڑے گا۔'' حسین بیگم کے بھی جیسے یہ بات سمجھ آ گئی تھی۔

''اے بھابی! یہ آپ نے کیسی بات کر دی، میری بیٹی ہے اور مجھے اس کی فکر ہے میری مرضی اس کی کہیں بھی شادی کروں۔'' وہ جھٹ بولیں۔

''پھر بھی پوچھو! بتانا تو پڑے گا۔'' نازیہ نے بھی کہا۔

''رفعت تو ساری زندگی اس کی شادی نہیں ہونے دے گی، اگر اس سے پوچھا یا بتایا فوراً منع کر دے گی۔'' انھوں نے کہا۔

''امی! پھر بھی مما کی مرضی ضروری ہے۔''

''چپ کرو!'' انھوں نے روتی گلستی حسنی کو ڈانٹ دیا، نازیہ نے اس کے سر پر سے دوپٹہ لا کر اوڑھا دیا، صفائی تو پہلے ہی تھی اور سدورہ کے لے آئی۔

''امی! حباب کو تو بلا لیں۔''

''یہ موقع ایسا نہیں ہے کہ اسے بلایا جائے، رات ہی ہم دبئی سے آئے ہیں۔'' بینا نے منع کر دیا، حسنی کا منہ زبردستی میٹھا کروایا گیا، شہریار فتح مند سیٹی بجاتا ہوا اسے زہر سے بھی زیادہ برا لگ رہا تھا، حسنی کھسیانی ہوئی ہوگئی، اسے ان سب نے گھیر جو لیا تھا۔

''نسرین! نکاح ایک دو دن میں تاریخ سیٹ کر کے رکھ لو، حباب کی چوتھی بھی اسی دن کر دیں گے۔'' وہ ہر جگہ پیسہ بچانے کے چکر میں جو پڑی رہتی تھیں۔

''بابی جان! بڑی چالاک ہیں، آپ شہریار ماموں کا نکاح اسی دن کریں گی، تاکہ ان کا بچ جائے۔'' اروسہ تو تھی ہی منہ پھٹ وہ بولنے سے باز نہیں آئی۔

''چپ کر، ہر جگہ بے موقع بولتی ہے۔'' وہ جز بز سی ہو کر اسے ڈانٹ کر رہ گئی تھیں۔

نفاست اور سہولت موویٹا ٹشوز کی بدولت

VIRGIN PULP سے تیار کردہ پاکستان کا واحد پرنٹیڈ ٹشو پیپر

MOVEETA®

Super Soft

MOVEETA Big

Printed & Plained Flavor

پاکستان کا واحد پرنٹیڈ ٹشو پیپر

Super Soft

یہاں سہولت ... وہاں نفاست

Perfumed Sandooq

خوشبو سے بھرپور ٹشو پیپر

Mini Nap

کم قیمت باکس ٹشو پیپر

مزے دار 150 ٹشو

Party Pack

گھریلو تقریبات کے لئے موزوں ٹشو پیپر

MOVEETA

Super Soft Roll & Kitchen Roll

ضرورت کی ... سہولت کی

Life style of MOVEETA

مذکورہ بالا ٹشو پیپر ہوٹل پاکستان کے تمام شعبوں کیلئے بھی خصوصی طور پر تیار کردہ ہیں

MOVEETA INTERNATIONAL MADE UNDER LICENCE IN PAKISTAN BY, K.B. TRADERS
P O BOX 2223 KARACHI - 74400, PH. OFF: (021) 6609032, 6623757, FAX (021) 6623513
E-mail. moveeta@cyber.net.pk E-mail moveetatissuepaper@hotmail.com

Digest.PK

''اروسہ بات تو ٹھیک کر رہی ہے۔'' شہریار نے اروسہ کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
''شہریار ماموں! آپ کی شادی پر کوئی کنجوسی نہیں چلے گی۔'' اروسہ نے بآواز بلند کہا، نسرین چہکنے لگیں، جبکہ حسین بیگم خفیف سی ہوگئی تھیں، حسنی آنکھوں میں نمی لیے اندر چلی گئی تھی، اس وقت سب کا ہنسنا اسے سخت ناگوار گزر رہا تھا، شہریار نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا، اس کی رگ اسے تنگ کرنے کو پھڑک رہی تھی۔

☆.....☆.....☆

ہیثم کمپیوٹر روم سے نکل کے باہر ہال کمرے میں آ گیا، جہاں چھوٹی مامی، ماہ رخ اور روشہ کو کسی بات پر ڈانٹ رہی تھیں۔
''بھئی! خیریت تو ہے کیوں ڈانٹ رہی ہیں؟'' اس نے منہ سے نکلتی ماہ رخ اور روشہ کو دیکھا۔
''کب سے لان میں کھیل رہی تھیں، کہہ رہی ہوں اسکول کا ہوم ورک کرلو، مگر سنتے ہی نہیں ہیں یہ بچے۔'' شاہدہ نے دونوں کی اچھی خاصی خبر لی تھی۔
''کیوں بھئی تم لوگوں نے کام نہیں کیا؟''
''ہیثم بھائی! ہوم ورک بہت بڑا ہوتا ہے، امی تو یہ چاہتی ہیں، کچھ دیر اگر کھیل لیے تو کیا ہوگیا۔'' ماہ رخ ہیثم کی حمایت پر پھیلنے لگی۔
''اچھا زیادہ زبان چلانے کی ضرورت نہیں ہے، فوراً اپنا بیگ کھول کے بیٹھو، میں چیک کرنے آ رہی ہوں۔'' ماہ رخ اور روشہ دونوں ہی منہ بناتی ہوئی چلی گئیں۔
''ہاں تو صاحبزادے آج آپ کیسے ٹائم سے آ رہے ہو؟'' انھیں اسے دیکھ کر حیرانگی ہوئی وہ عموماً شام میں گھر ہوتا تھا۔
''ایسے ہی کچھ کمپیوٹر پر کام تھا، سوچا گھر پر کروں گا، آرام بھی کرلوں گا۔'' گرے پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ میں وہ ہینڈسم لگ رہا تھا۔
''ہوں۔۔۔!'' شاہدہ نے اس کی بات پر کہا۔
''چھوٹی مامی! آپ سے ایک بات پوچھوں؟'' ہیثم کو [illegible] جاننے کا اشتیاق ہوا جو اس کی جیون ساتھی بن کر اس گھر میں آئی تھی۔
''ہاں پوچھو!'' وہ چیئر پر بیٹھ گئیں، جبکہ ہیثم ان کے سامنے پڑے بڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔
''نانا جان نے میری ہی شادی کیوں کروائی، فاران کی بھی تو کروا سکتے تھے۔'' اس نے رک رک کے پوچھا۔
''دیکھو ہیثم! تم بابا جان کے لیے بالکل اولاد کی طرح ہو، انھوں نے تمہیں پالا ہے، اور وہ تم پر سارے اختیارات رکھتے ہیں، اس لیے انھوں نے تمہارا انتخاب کر کے شادی کروائی، جبکہ فاران پر وہ اپنی مرضی نہیں چلا سکتے تھے، کیونکہ اس کے ماں باپ موجود ہیں، اگر بالفرض ارتضیٰ بھائی راضی ہو جاتے بھابی کبھی نہیں مانتیں، اسی وجہ سے تمہارا انتخاب کیا۔'' انھوں نے بڑے مدبرانہ انداز میں اسے سمجھایا اور وہ ویسے بھی اپنی جیٹھانی کے مقابلے میں خاصی سلجھی ہوئی اور سمجھ بوجھ رکھنے والی تھیں۔ ہیثم نے ان کی بات کو غور سے سنا تھا، کیونکہ کہہ تو وہ بالکل ہی ٹھیک رہی تھیں۔
''ہیثم! تم بلاوجہ کی ضد کر کے بیٹھے ہو، وہ لڑکی بہت اچھی ہے، تم ایک بار مل کے تو دیکھو۔'' وہ اسے

سمجھانے لگیں۔
''نامی! میرا دل نہیں مانتا۔''
''تم دل کے پابند رہے تو کچھ بھی نہیں کر سکو گے، کیونکہ کچھ باتیں اور فیصلے دماغ سے بھی کیے جاتے ہیں، جتنی تم الٹی سیدھی باتوں پر توجہ دو گے تمہارا ذہن اتنا ہی الجھے گا اور تم میں ضد بڑھے گی، خود کو مضبوط بناؤ کیونکہ کچھ فیصلے ایسے بھی ہوتے ہیں، جو ہمارے لیے فائدہ مند ہوتے ہیں، ہوسکتا ہے بابا جان نے کچھ سوچ سمجھ کے ہی تمہارا انتخاب کیا ہے، خوشی ایک پڑھی لکھی خوبصورت لڑکی ہے، تمہارے ساتھ بہت سوٹ کرے گی۔'' شاہدہ اسے نرم اور دھیمے لہجے میں سمجھا رہی تھیں۔
''اپنے دل کو آزاد کرو اور دماغ سے اچھا سوچنا شروع کرو، پھر دیکھنا تم کسی نتیجے پر پہنچ ہی جاؤ گے۔''
''مجھے ایسا لگتا ہے میں فالتو اور بے کار چیز تھا نا جان نے میرے ساتھ ایسا کیا۔'' اسے اس بات کا بہت دکھ تھا۔
''تم منفی ہی کیوں سوچ رہے ہو، ہوسکتا ہے وہ لڑکی تمہاری زندگی میں کامیابی اور جیت لے کے آئی ہو، کیونکہ کہتے ہیں ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔'' انھوں نے سنجیدہ سے ہشم کے شانے پر ہاتھ رکھا۔
''تم ویسے بھی اس بات سے تو آزاد ہی نہیں ہو گے، جب سے تمہاری اس لڑکی سے شادی ہوئی ہے، تمہاری فیکٹری کو فائدہ ہو رہا ہے اور یہ سب عورت کے نصیب سے ہوتا ہے۔'' ہشم نے چونک کر ان کی بات پر غور کیا کیوں کہ وہ واقعی ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں، شادی کے بعد سے اس کی فیکٹری کو فائدہ ہی ہو رہا تھا، اور جب سے وہ لڑکی خوشنما اس کے آفس میں آنا جانا شروع ہوا، اسے آرڈر پر آرڈر مل رہے تھے، اس کی زندگی میں دولت کیوں کی وجہ سے یہ ہو رہا تھا، ایک خوشی دوسری خوشنما اتفاق سے دونوں ہی رخ سے تھیں۔
''نامی! آپ سے ایک بات اور کہوں؟'' وہ مسکرائے تو شاہدہ نے سوالیہ نگاہ اٹھائی۔
''آپ کو لیکچر ہونا چاہیے یار انٹر، اتنا اچھا بولتی ہیں اور سمجھاتی ہیں۔''
''اچھا!'' وہ ہنسنے لگیں۔
''بیٹا! میرا سمجھانا تمہاری سمجھ میں آجائے، تو مجھے زیادہ خوشی اس وقت ہوگی۔''
''نامی! یہ خوشی نام کیسا ہے؟'' اس نے فٹ کے پھر سوال اٹھایا۔
''تم مل کے دیکھو وہ خوشی ہی دے گی۔'' وہ معنی خیزی سے بولیں، ہشم نے سمجھ کے سر کو ہلایا۔

☆---☆---☆

ولیمہ گزرتے ہی اس نے تو کچن کا رخ کر لیا تھا۔
''ارے، ارے ابھی تو ناز اٹھوانے کے دن ہیں بیٹھو تم۔'' رضوانہ نے اسے باہر نکالا، کاسنی جارجٹ کے سوٹ میں سر پر دوپٹہ جمائے ضیران کو وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔
''یہ سب آپ پرانی باتیں کرتی ہیں۔'' وہ مسکرائی۔
''بھائی جان! آپ نے چھپ چھپ کے کیوں دیکھ رہے ہیں، بھابی سے کیا آپ کو بھی ڈر لگ رہا ہے؟'' مزمل نے اسے چھیڑا۔
''ڈر تو نوشین گئی، کیسے راشدہ پھپھو اپنی بیٹیوں کو لے کے چلی گئیں اور دادی جان... وہ تو ویسے ہے ہی

چلی گئیں۔" آدم کو زیادہ خوشی ہو رہی تھی، اس کے دھیال والوں کو زچ کرنے والا کوئی تو آیا۔
"بھابی! آپ نے بالکل ٹھیک کیا، نوشین کے ساتھ۔"
"آدم! فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" رضوانہ نے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔
"امی تو ہر وقت ڈانٹتی رہتی ہیں۔" وہ ناراض ہونے لگا۔
"تم بولتے بھی تو غلط جگہ پر ہو۔" عنصر ان نے بھی ٹوکا۔
"غلط جگہ، مطلب گھر میں ہی تو بول رہے ہیں، اور بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آدم بھائی۔"
"ارے یہ کیا... آپ آدم بھائی بول رہی ہیں، بھئی! میرا نام لیں میں رشتے میں آپ سے چھوٹا ہوں۔" آدم کو حباب کا بھائی لگانا اچھا نہیں لگا۔
"میرا کیا ہے میں نام لے لوں گی۔" حباب مسکرائی، ڈائننگ ٹیبل پر وہ لوگ بیٹھے تھے، رضوانہ ناشتہ لگا رہی تھیں، ثمن اور مزمل صبح میں ان کے ساتھ لگ جاتے تھے۔
"حباب بیٹا! آپ ناشتہ تو شروع کریں۔"
"آپ بھی آجائیں۔" وہ عنصر ان کی ساتھ والی چیئر پر ہی بیٹھی تھی۔
"ہماری امی کھانا بہت اچھا بناتی ہیں۔" عنصر ان نے بات کرنے کے لیے موضوع نکالا۔
"اس کا مطلب یہ نہیں امی سے ہی کھانا بنواتی رہیں۔" آدم نے بھی مضحکہ خیز انداز میں مسکرا کے کہا۔
"مگر مجھے کھانا اچھا بنانا نہیں آتا۔" اس نے سب کے کپوں میں چائے نکالی۔
"یہ تو آپ کی انکساری ہوئی۔" عنصر نے بھی مداخلت کی۔
"واقعی مجھے سچ میں اچھا کھانا بنانا نہیں آتا۔" وہ سنجیدہ ہو گئی۔
"اچھا تو پریشان کیوں ہو رہی ہیں، امی سکھا دیں گی۔" عنصر ان کو اس کی معصومیت پر پیار آنے لگا، وہ جھینپ گئی، رضوانہ نے سب کو چپ کر کے ناشتہ کرنے کو کہا، عنصر ان پھر آفس کے لیے تیار ہونے چلا گیا، وہ بھی اس کے پیچھے ہی چلی آئی، عنصر ان ہینگر سے شرٹ اتار رہا تھا، وہ پینٹ استری کرنی تھی۔
"یار مزمل! اس پر پریس کر دو۔"
"بھائی جان! میں برتن دھو رہا ہوں۔" اس نے کچن سے ہی کہا۔
"آپ کی بیگم آگئی ہیں، ان سے کروائیں۔" مزمل نے بھی ہری جھنڈی دکھا دی۔
"تم سب ہی طوطا چشم ہو گئے ہو، دو دن میں مجھ سے آنکھیں پھیر لیں۔" وہ پینٹ لے کے پھر کمرے میں آگیا۔
"مجھے جینٹس کپڑوں پر استری کرنی نہیں آتی، ورنہ کر دیتی۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔
"کوئی بات نہیں، میں خود کر لوں گا۔" وہ اتنی جلدی میں تھا کہ الماری سے دس چیزیں گرا دیں، حباب اٹھانے آگے بڑھی ہی تھی کہ دونوں کی زوردار ٹکر ہو گئی۔
"اوہ۔ سوری یار! زور سے لگی؟" اس نے حباب کو تھام لیا۔
"نہیں ٹھیک ہے۔" وہ سر سہلانے لگی۔
"ہماری قسمت میں شروع سے ہی ٹکرانا لکھا تھا۔" وہ ہنسنے لگا، پورا کمرہ اسی موتیے اور گلابوں سے مہک رہا تھا، شہریار نے اس کا فرنیچر بہت خوبصورت دیا تھا، کمرہ بھی خوبصورت لگ رہا تھا۔

''مگر یہ ٹکرانا غلط ہو گیا، میری زندگی اتنی بھی بے وقعت نہیں تھی۔'' وہ افسردہ لہجے میں طنز کرنے لگی۔
''آپ کی زندگی میرے لیے تختہ ہے، جس کی طرف دیکھنا شروع کیا تھا، وہ کتنی جلدی میری بنا دی گئی۔'' وہ اس کے رخسار پر ہلکی سی تھپکی دے کر بولا۔ حباب نے جواباً اسے غصے سے گھورا تھا۔
''آپ کو صرف نوشین کو دیکھنا چاہیے تھا مجھے نہیں۔''
''اب آپ مجھے غصہ دلانے والی بات کر رہی ہیں۔'' وہ تیار ہو رہا تھا۔
''کیوں یہ سچ نہیں ہے؟''
''آپ اپنی طرف سے اخذ کر رہی ہیں، ورنہ یہ سچ نہیں ہے۔'' وہ واش روم میں گھس گیا۔
''اوہ... وہ غلط انسان! پہلے کزن سے کرتا تھا اور اب مجھ سے جھوٹی باتیں کر رہا ہے۔'' وہ نخوت سے سوچنے لگی۔
''آپ جو کچھ بھی سوچ رہی ہیں وہ غلط ہے، امی سے آپ کلیئر کر سکتی ہیں۔'' اسے حباب کی سوچ پر افسوس ہوا۔
''مجھے ضرورت نہیں ہے۔'' وہ صوفے سے بیڈ پر بیٹھی، ضمران تیار ہو کر جانے لگا۔

☆------☆------☆

''رفعت کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' دوسرے دن نسرین اسے سمجھا رہی تھیں۔
''گھر کے کاموں پر توجہ دو۔''
''کتنی توجہ دوں، سل بے تک پر سے چٹنیاں پھوٹ رہی ہیں۔'' وہ غصے سے بولی۔
''ٹھیک تو کر لی ہوں، وہ تیری مام تجھے کہیں کا نہیں رکھے گی۔'' حسنی سے پورے کچن کی صفائی کروا رہی تھیں اور وہ جلتی کڑھتی کر رہی تھی، رفعت اسے کئی آوازیں بھی دے چکی تھیں۔
''شہریار کے جانے سے پہلے نکاح بھی ہو جائے گا۔'' وہ پرفیوم ترتیب دے چکی تھیں، وہ سارے کام بالا ہی بالا کر رہی تھیں، تاکہ رفعت کو کانوں کان خبر نہیں ہو۔
''کاش... سعدیہ وغیرہ کے ساتھ لپٹا ہو ہی چلی جاتی، مجھے یہ سب تو نہیں کرنا پڑتا۔'' وہ سوچنے لگی، سعدیہ اور عائزہ بھی نسرین کی وجہ سے زیادہ نہیں رکی تھیں، کیونکہ سعدیہ پر وہ بہت نگاہ رکھنے لگی تھیں، پھر خود ہی وہ ایک دن چلی بھی گئی۔
''شہریار موئے! انہیں تو اللہ پوچھے، کیسے میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو۔'' وہ برتن دھونے لگی تھی اور شہریار کو برا بھلا بھی کہہ رہی تھی۔
''ایک دفعہ پھر کہے دے رہی ہوں، رفعت کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے، وہ تو ساری زندگی بھی اپنی خاطر تمہاری شادی نہیں ہونے دے گی۔'' انہوں نے پھر اندر آ کر تنبیہ کی، امی بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں، رفعت اس کی شادی کا نام بھی نہیں لیتی تھیں، حسنی نے آج پہلی دفعہ رفعت کے متعلق کچھ منفی سوچا تھا۔
''اپنے کپڑوں کا ناپ دے دینا، بھائی نے کہلوایا ہے۔''
''آپ کو تو پتہ نہیں لالچ ہو گیا ہے، ایک وہ شہریار ہی میرے لیے رہ گیا ہے۔'' وہ برتن پٹخ کے تڑخ کے بولی تھی۔
''زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں رفعت نہیں ہوں، جو برداشت کر لوں گی، دماغ درست

کردوں گی، مجھے سمجھ کیا رکھا ہے؟'' نسرین اس کے اس طرح مشتعل ہونے پر ہتھ پا ہی ہوگئی تھیں۔
''بھابی! آپ کب سے اس سے کام کروائے جارہی ہیں۔'' رفعت اسی وقت وہاں چلی آئی تھیں۔
''یہی کام سسرال میں کام آتا ہے، تم نے تو اسے بالکل نکما اور کام چور اور موٹا کردیا ہے۔'' اب انھوں نے رفعت کو بھی آڑے ہاتھوں لیا۔ حسنی کو اور دکھ ہوا، اپنے موٹاپے کا جو کم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔
''میں اپنی بیٹی سے محبت کرتی ہوں، میں اسے یوں کام کروا کے ماسی نہیں بنا سکتی اور موٹی ہو رہی ہے تو کسی کا کیا ہے اپنا کھاتی ہے۔'' ان کے بھی پتنگے لگ گئے۔
''دیکھو رفعت! مجھ سے فضول تو بولو نہیں تم اس کے ساتھ دشمنی کر رہی ہو، ارے یہ ساری زندگی یہاں بھانے کی نہیں ہے اور لڑکیاں کام کرتی اچھی لگتی ہیں، موٹی لڑکیوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔''
''نہیں پوچھتا تو نہ پوچھے، ہماری بیٹی ہے عیش کر رہی ہے۔'' انھوں نے حسنی کی صورت دیکھی مگر وہ رفعت کو حیرانگی سے دیکھ رہی تھی، انھیں کیا اس کی فکر نہیں ہے کتنے آرام سے کہہ دیا نہیں پوچھتا تو نہ پوچھے۔
''یہ تم بہت اچھی بات کہہ رہی ہو۔'' نسرین کو ان کی بات اچھی نہیں لگی۔
''بھابی! آپ دانی کی شادی کی اتنی فکر کیوں ہے، جب ہونا ہوگی ہو جائے گی۔''
''ایسے ہاتھ پر ہاتھ دھرے رکھنے سے نہیں ہوگی۔''
''میں نے کہا ہوا ہے پھوپھو کو سے، اچھا رشتہ ہوگا تو بتادیں گی۔'' رفعت کو حسنی کی شادی کا موضوع ہی برا لگتا تھا، وہ حسنی سے بھی شادی کی بات نہیں کرتی تھیں۔
''ہاں اچھا رشتہ جب ہوگا بتادیں ان تم نے کہہ دیا، لوگوں نے بتادیا، اس طرح تم اس کی عمر نکال دینا۔'' وہ اپنی بیٹی کے ساتھ ایسا ظلم تو نہیں ہونے دیں گی، اسے سامنے ہی اس کی شادی کرنا چاہ رہی تھیں، حسنی برتن وغیرہ دھو کر کچن سے نکل آئی تھی، اس کی آنکھیں رو رو کر سرخ لگ رہی تھیں۔
''مما! میں اوپر جا رہی ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر تیزی سے سیڑھیاں بھی چڑھنے لگی تھیں، نسرین نے آج ان کی اچھی خاصی کلاس لے لی تھی۔
''اسے کام کاج بھی کرنے دیا کرو، دیکھ رہی ہو کیسا موٹاپا بڑھتا جا رہا ہے۔'' انھوں نے پھر جاتے جاتے ایک بات کی، رفعت کچھ نہیں بولیں وہ بھی خاموشی سے اٹھ کر آ گئیں۔
''اپنے ساتھ کے مارے اس کی شادی نہیں کرے گی اور میں اپنی بیٹی کو ایسے نہیں چھوڑ سکتی۔'' نسرین نے مصمم ارادہ باندھ لیا تھا، نکاح کے بعد جلد ہی اس کی رخصتی بھی کردیں گی، ورنہ رفعت کا بھروسہ نہیں وہ ہوتے ہی نہیں دے گی۔

☆ ☆ ☆

وہ بہت الجھی الجھی تھی، کام میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا، مرتضیٰ علی روز چلے آتے تھے اور وہ ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔
''کیا بات ہے آپ انٹرکام کیوں ریسیو نہیں کر رہی تھیں؟'' ہیشم چہرے پر بے زاری لیے اس کے کیبن میں چلا آیا، وہ تو اچھل ہی گئی۔
''جی۔۔؟''
''مس خوشنما! کیا پرابلم ہے، آپ ہر وقت گھبرائی بوکھلائی کیوں رہتی ہیں؟''

''نن... نہیں تو۔'' گھبراہٹ میں آنچل بھی سر سے ڈھلک گیا، کالے سلکی بالوں کی لٹیں چہرے پر جھولنے لگیں، فسوں خیز آنکھوں میں ایسی کشش تھی ہشم نگاہ چرا لیتا تھا۔

''میں کب سے کال کر رہا ہوں، آپ کا جواب ہی نہیں آ رہا۔'' اونچا لمبا بارعب ہشم اس وقت خاصا سنجیدہ اور برہم ہو رہا تھا۔

''سوری سر!'' اسے شرمندگی بھی ہونے لگی، دوبئی سے وہ بہت کھوئی کھوئی تھی۔

''آپ اندر آئیے مجھے کچھ ڈسکس کرنا ہے۔'' وہ حکم دے کر اندر تیزی سے چلا گیا۔ اسٹاف کے لوگوں نے دونوں کو استفہامیہ نظروں سے دیکھا تھا، خوشنما نے دوپٹہ قرینے سے سر پر جمایا، ناک کر کے اندر آ گئی وہ اپنی ریوالونگ چیئر پر بیٹھا اسی کا منتظر تھا۔

''جمال کی اپروول آ گئی؟''

''سر! اس کی ابھی نہیں آئی ہے۔'' اس نے بتایا۔

''یہ کامران کیا کام کرتا ہے ہر ایک کی اپروول نہیں لاتا۔'' وہ برہم ہو رہا تھا، خوشنما اسے کیا بتاتی کامران آتا ہی صبح دس بجے تھا، کمپنی مرچنڈائزر سونا کے پاس بیٹھا فضول کی ہانکتا رہتا تھا۔

''یہ تو آپ ان ہی سے پوچھیے گا۔'' اس نے الٹا یہ کہہ دیا۔

''او کے میں آپ سے پوچھ بھی نہیں رہا۔'' اس نے اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا، اس کے چہرے کے بیچ و خم ہی ایسے تھے وہ کچھ دن سے ان میں الجھنے لگا تھا۔

''مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔'' وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

''جی بولیے!'' وہ کمپیوٹر کی اسکرین پر نگاہ جمائے بیٹھا کسی سے ساتھ ہی کوئی کام بھی کر رہا تھا۔

''میں آپ کے آفس سے جانا چاہتی ہوں۔''

''بٹ وائے؟'' وہ حیرانگی سے بولا۔

''آپ سے کچھ منتھ کی کمٹمنٹ ہوئی تھی۔'' وہ ویسے بھی اس آفس سے اس لیے بھی جانا چاہتی تھی، اگر مرتضیٰ علی نے اسے دیکھ لیا تو ٹھیک نہیں ہوگا اور پھر یہ شخص الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے جیسے کچھ رات کر رہا تھا۔

''وہ تو ٹھیک ہے مگر میں نے آپ کی سیلری بھی بڑھا دی ہے، اشعر کے جانے کی جتنی تنخواہ تھی اس سے دگنی دے رہا ہوں، صرف اس لیے آپ کام ذمے داری سے کر رہی ہیں۔'' اس نے اضافی وجہ بھی پیش کی۔

''آپ کا آفس اور فیکٹری سیٹ ہو گئی ہے، اور اب مجھے جانا چاہیے۔'' اس نے نگاہ کارپٹ پر جمائی ہوئی تھی۔

''اس وقت تو میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتا، پھر کبھی کروں گا، ابھی آپ جا کر اپنا کام کریں۔'' ہشم نے بات ہی ختم کر دی، خوشنما دل مسوس کر رہ گئی، وہ ہشم کی موجودگی سے ڈسٹرب ہونے لگی تھی۔

☆ ... ☆ ☆

کپڑوں کا ناپ آ گیا تھا، حسین بیگم نے شاپنگ نازیہ اور بینا کے سر ڈالی تھی، حباب کو جب یہ خبر ملی شہریار اور حشی کا نکاح ہو رہا ہے، وہ تو خوشی سے جھوم اٹھی۔

''شہریار ماموں! آپ راضی کیسے ہو گئے؟''

''کیا کرتا راضی ہونا پڑا، دیکھ نہیں رہی ہو کتنی مٹی ہو گئی ہے، خاندان میں کوئی بھی نہیں کرے گا اور باہر

میں ہونے نہیں دوں گا۔" وہ مسکرایا۔
"آپ یہ کیوں نہیں کہتے حسنیٰ آنٹی کو پسند کرتے ہیں۔" وہ شہریار سے اگلوانا چاہ رہی تھی۔
"ایسی کوئی کہانی نہیں ہے، میں تو پھپھو کا خیال کر رہا ہوں، کیونکہ وہ چاہ رہی تھیں حسنیٰ کی مجھ سے ہو جائے۔"
"یعنی آپ احسان کر رہے ہیں۔" حباب کو افسوس ہونے لگا، شہریار حسنیٰ کو پسند نہیں کرتا۔
"کچھ بھی سمجھ لو۔" اس نے بھی سنوری حباب کے سر پر مسکرا کے چپت لگائی۔
"یہ بتاؤ گھر میں سیٹ تو ہو گئی ہو، ضمران کیسا لگا؟" شہریار نے پھر بات بدل دی۔
"زبردستی کی ہے سیٹ تو ہونا ہی پڑے گا، اور رہے ضمران بس ٹھیک ہیں۔" اس نے زیادہ خوش ہو کے نہیں کہا۔
"بس ٹھیک نہیں وہ بہت اچھا لڑکا ہے، رضوانہ آنٹی بھی بہت اچھی ہیں۔" اس نے ان کی حمایت میں کہا۔
"ضمران کے وہ گھر والے سارے ہی مجھ سے ناخوش ہیں۔"
"تم کسی کی پروا نہیں کرو۔" شہریار کو ضمران کے دو گھر والوں کی خبر تھی، ضمران ایک ایک بات اسے بتاتا تھا۔
"شہریار! ہمیں طارق روڈ ڈراپ کر دو۔" میک اپ سے مزین بینا اپنے اسٹائلش سوٹ میں آ گئیں۔
"اف ...آپی! یہ آپ شاپنگ پر جا رہی ہیں نہ کہ کسی فنکشن میں۔" شہریار کو ان کا یوں بنا سنورنا برا ہی لگتا تھا۔
"تم تو ہو دقیانوسی، چاہتے ہو میں اپنا دل مار لوں۔" وہ غصے میں آ گئیں۔
"آپی! کچھ تو لحاظ کریں، ساس بن گئی ہیں لوگ کیا کہیں گے؟"
"لوگ تو فضول باتیں بناتے ہیں، مجھے کسی کی پروا نہیں۔" بینا نے لاپروائی سے کہا، حباب ان کی تیاری فہمائشی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی، اسے خود بھی شرمندگی ہو رہی تھی، ضمران کے دو گھر والے کتنی باتیں بنا رہے تھے، شادی پر اس نے خود دادی جان اور رخشندہ پھپھو کی باتیں سنی تھیں۔
"حسنیٰ کے کپڑے اور جوتی لینی ہے، تم ساتھ چل رہے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں کسی کی پسند لے لیتی ہوں۔"
"کوئی ضرورت نہیں ہے اسے سر پر چڑھانے کی، میں خود اپنی پسند لے لوں گا۔" شہریار حسنیٰ کو اہمیت ہی نہیں دینا چاہتا تھا، اس کی عقل بھی تو ٹھکانے لگانی تھی۔
"تم تو واقعی شوہر بھی بلا دو واقع ہو گے۔" بینا کو اس کی بات پر افسوس ہو رہا تھا۔
"ہاں کہہ دیں آپ کے دل میں جو تھا۔"
"شہریار! فضول میں مجھ سے اڑنے کی کوشش نہیں کیا کرو۔" وہ چڑ گئیں۔
"اچھا، اچھا بس رہنے دیں، اپنا یہ میک اپ اتاریں، پھر میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔" شہریار بھی کافی ضدی واقع ہوا تھا، حباب بیڈ پر بیٹھی ان دونوں کی سن رہی تھی، ارومہ، اکرام ماموں کے بچوں کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

(جاری ہے۔)

☆ ☆ ☆

UHU®

stic

glue stick

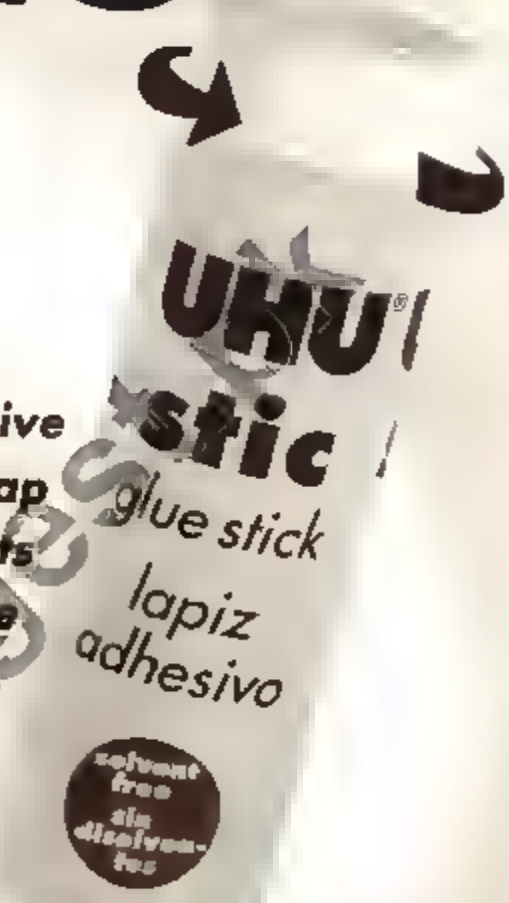

The exclusive screw cap prevents the glue from drying.

UHU The World of Adhesives

ناولٹ

ساجنا کی سنگ عید

"فارینا" سنجاج اپنے اوپر کیے گئے اس زوردار حملے پر پوری طرح تلملا گئی تھی۔

"ایسے کیا گھور رہی ہو، پچھلے آدھے گھنٹے سے میں تمہیں مخاطب کر رہی ہوں اور تم ہو کہ اپنے آں حسین

کام میں مگن ہو۔" فارینہ نے نجاح کے خود کو اس طرح گھورنے پر کہا۔

"یہ کیا طریقہ ہوتا ہے کسی کو مخاطب کرنے کا، میرا پورا سر درد سے گھوم رہا ہے، بدتمیز انسان!" نجاح نے اپنے سر کو ہاتھوں سے مسلتے ہوئے غصہ نکالا۔

فارینہ پچھلے آدھے گھنٹے سے نجاح کے روم میں اس کے عین سامنے بیٹھی کب سے اسے مخاطب کر رہی تھی، مگر بڈ کی دوسری جانب بیٹھی نجاح نیل فائلنگ اپنا من پسند کام کرتی فارینہ کی باتوں پر لاپرواہی سے ہوں ہاں کر کے اس کا خون جلا رہی تھی، اب کی بار فارینہ نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی کتاب اس کے سر پر دے ماری تھی، جس نے نجاح کے چودہ طبق روشن کر دیئے، وہ اب اپنی نیل فائلنگ چھوڑے اپنے سر کو دبانے میں مصروف ہو گئی تھی اور دوسری جانب فارینہ فاتحانہ مسکراہٹ اپنے منہ پر سجائے نجاح کا اور خون کھولا رہی تھی۔

"بند کرو اپنا منہ۔" نجاح نے فاری کی مسکراہٹ پر جل بھن کر کہا۔

"میرا منہ بند ہی ہے اور اب میری بات تمیز سے سنو! ورنہ اگلا حملہ اس سے ہوگا۔" فاری نے ٹیبل پر رکھے پانی کے جگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نجاح

کو دھمکی دی۔

''بولو ناں، اب کیا کہنا ہے؟'' نجاح نے بیزاری اور تکلیف کے ملے جلے تاثرات لیے کہا۔

''سنو! میرے اکاؤنٹ میں 50 لاکھ روپے آ گئے ہیں۔'' فاری نے رازداری سے کہا۔

''کیا...؟'' نجاح کو فاری کی بات پر حیرت سے جھٹکا لگا تھا۔

''ہاں سچ میں یار! پورے 50 لاکھ روپے، اب تو مزے ہی مزے ہیں۔'' فاری نے پرجوش انداز میں کہا۔

''تم نے کہیں ڈاکہ تو نہیں ڈالا؟'' نجاح نے اس سے تفتیشی انداز میں پوچھا۔

''لاحول ولا قوۃ... تم مجھے کیا میں ایسی لگتی ہوں؟'' فاری کو نجاح کے [illegible] برا لگا تھا۔

''ایسی کا تو پتا نہیں مگر اس وقت تم مجھے بہت مشکوک لگ رہی ہو، کل تو اکاؤنٹ میں صرف 25,000 ہونے کا رونا رو رہی تھی میرا سر درد کر رہی تھی اب اچانک اتنی رقم کہاں سے آ گئی؟ انکل تو تمہیں اتنی رقم دینے کا سوچ بھی نہیں سکتے، کچھ یہ سب کیا ڈرامہ ہے؟'' نجاح کسی تفتیشی افسر کا روپ دھارے اس وقت فاری سے تفتیش کر رہی تھی۔

''کوئی ڈرامہ، تماشا نہیں ہے، کل جب میں نے ایسے ہی اپنی اکاؤنٹ ڈیٹیلز چیک کیں، تو مجھے خوشگوار جھٹکا لگا، کہ میرے اکاؤنٹ میں 50 لاکھ اور پچیس ہزار روپے موجود ہیں۔'' فاری نے تفصیل بتائی۔

''پھر؟'' نجاح بیچ میں بول پڑی، اس وقت اس کا تجسس عروج پر تھا، وہ اپنی تکلیف بھولے مکمل طور پر فاری کی طرف متوجہ تھی۔

''پھر کیا... بس ہم نے ہپ ہپ کا نعرہ لگایا اور خوشیاں منا رہے ہیں۔'' اس نے چہک کر کہا۔

''فارینہ میڈم! تمہیں یا تو کسی نے اپریل فول بنایا ہے یا تم مجھے پاگل بنا رہی ہو۔'' نجاح کو فاری کی باتوں پر بالکل یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے تمہیں یقین نہیں آ رہا ناں تو خود دیکھ لو۔'' فاری نے بیگ سے اپنا پی سی نیب نکالا اور بینک کی ویب سائٹ Login کر کے اپنی آن لائن اکاؤنٹ ڈیٹیلز نجاح کے آگے کر دیں، نیب کی اسکرین پر چمکتی ڈیٹیلز کے مطابق فارینہ نے جو کہا تھا سچ تھا، نجاح حیرانی سے کئی لمحے اسکرین کو آنکھیں پھاڑے گھورتی رہی۔

''اب کیا کھاؤ گی میرے نیب کو؟'' فاری نے نجاح کو اس طرح گھورتے دیکھ کر کہا اور نیب اس کے آگے سے ہٹا کر واپس اپنے بیگ میں رکھ لیا۔

''فاری! تم معلوم تو کرو، پتا نہیں کس بے چارے یا بے چاری کے پیسے غلطی سے تمہارے پاس آ گئے ہیں، یہ پاکستانی بینکس ہیں یہاں اکثر ایسی غلطیاں ہوتی رہتی ہیں، کسی کے پیسے کسی کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو جاتے ہیں۔'' نجاح کو کسی بے چارے کی محنت کی کمائی فارینہ جیسی لاپرواہ لڑکی کے ہاتھ لگ جانے پر دلی افسوس تھا۔

''تم نے یہ اتنا برا منہ کیوں بنا لیا ہے؟ اور میں یہ پیسے واپس کیوں کروں، جس کے پیسے ہیں جب اسے کوئی پرابلم نہیں ہے تو میں کیوں پریشان ہوں، میرے تو اب بس انجوائے کرنے کے دن ہیں۔'' فارینہ کی خوشی قابل دید تھی اسے اس بات سے کوئی سروکار نہیں تھا کہ یہ پیسے کس کے ہیں اور اس کے پاس کیسے آ گئے۔

فارینہ اور نجاح دونوں بچپن کی فرینڈز تھیں، مگر دونوں کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا، فارینہ نٹ کھٹ، لاابالی اور انتہائی لاپرواہ لڑکی تھی، جبکہ اس کے برعکس نجاح ایک سوبر اور خاموش طبع لڑکی تھی، مختلف مزاج کے باوجود دونوں کی دوستی بچپن سے اسی طرح قائم تھی، ان دونوں کا دو جسم اور ایک جان والا حساب تھا، لوگ اکثر حیران ہوتے کہ یکسر مختلف شخصیت ہونے کے باوجود ان دونوں کی دوستی اتنی گہری

کیسے ہے، مگر وہ مشہور قول ہے ناں، دو متضاد پول آپس میں ہمیشہ اٹریکشن رکھتے ہیں۔

ان دونوں کا بھی یہی معاملہ تھا، دن میں دونوں کی کئی کئی بار لڑائی ہوتی، چھوٹی چھوٹی باتوں پر بحث شروع ہوجاتی، مگر دونوں ایک دوسرے کو فوراً منا بھی لیتی تھیں، اپنی ہر بات آپس میں شیئر کیے بنا، دونوں کو چین نہیں آتا تھا، اس بار بھی ایسا ہی ہوا تھا، جب سے فاری کو اپنے اکاؤنٹ میں اچانک آجانے والے خزانے کا علم ہوا تھا، وہ نجاح کو بتانے کے لیے بے تاب تھی، اگلے دن وہ صبح صبح اس کے گھر اسے بتانے چلی آئی۔

''اب جلدی سے اٹھو، مجھے بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے، میں ناشتہ کیے بغیر آئی ہوں، آج تم لوگوں کے ساتھ کروں گی ناشتہ۔'' فاری نے نجاح کا کمبل کھینچتے ہوئے اسے بیڈ سے اٹھنے کا اشارہ کیا اور اپنا بیگ اٹھاتی باہر ڈائننگ کی طرف چلی گئی، جہاں سمیع احمد اور مہر سمیع (نجاح کے والدین) پہلے سے ہی ٹیبل پر بیٹھے نجاح اور فاری کے منتظر تھے۔

''آنٹی! آج کیا اسپیشل بنا ہے؟'' فاری نے چیئر پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کے فیورٹ آلو کے پراٹھے بنائے ہیں۔'' مہر نے مسکرا کے جواب دیا، صبح وہ ناشتے کی تیاری کے لیے کچن کی طرف جارہی تھیں، جب فاری آگئی، مہر کو سلام کرکے اس نے ہمیشہ کی طرح کچھ اسپیشل بنانے کی ریکویسٹ کی اور نجاح کے روم میں چلی گئی۔

''واؤ آنٹی! تھینک یو سو مچ، یو آر سو سوئیٹ!'' فاری نے مہر کے کندھے سے لگ کر لاڈ سے کہا۔

''بیٹا جی! یہاں ہم بھی موجود ہیں، اگر آپ کی آنٹی سوئیٹ ہیں، تو ہم سوپر سوئیٹ ہیں۔'' سمیع صاحب نے شوخی سے کہا۔

''بس آپ سے برداشت نہیں ہوا ہمارا پیار، فوراً جیلس ہوگئے؟'' مہر نے سمیع صاحب کو چھیڑتے ہوئے کہا اور فاری کی پیشانی کو چومتے ہوئے اسے خود سے لگالیا۔

''اوہ نہیں بھئی! ہم کیوں ہونے لگے جیلس، ہماری یہ دونوں پریاں ہی تو اس گھر کی رونق ہیں، ہم تو بڑے خوش نصیب ہیں، پروردگار نے ہمیں دو دو پھولوں سے نوازا ہے۔'' سمیع صاحب کے لہجے کی طرح ان کی آنکھوں سے بھی اپنے دونوں پھولوں کے لیے بے تحاشا محبت جھلک رہی تھی۔

یہ سچ ہی تھا سمیع ولا کی رونق فاریہ کی ہنسی، شوخ و چنچل حرکتوں اور نجاح کے ہلکے پھلکے غصے اور مسکراہٹ کی وجہ سے قائم تھی، سمیع احمد اور شکیل خان بزنس پارٹنر ہونے کے ساتھ ساتھ کزن اور بہت اچھے دوست بھی تھے، اللہ نے شکیل خان کو ایک بیٹی (فاریہ) اور بیٹے (عزیر خان) سے نوازا تھا، عزیر ہائر اسٹڈیز کے لیے آج کل لندن میں مقیم تھا، جبکہ سمیع احمد کی ایک ہی بیٹی (نجاح احمد) تھی، سمیع احمد اور شکیل خان کی دوستی کی روایت نجاح اور فاریہ کے درمیان بھی اسی طرح قائم تھی، یہی وجہ تھی کہ فاریہ کو سمیع صاحب سے ویسا ہی پیار ملتا جیسا نجاح کو ملتا، شکیل بھی نجاح سے فاریہ کی طرح محبت کرتے، سمیع ولا اور شکیل پیلیس کے مکینوں کے درمیان پیار و محبت اور خلوص کا اٹوٹ بندھن قائم تھا۔

''السلام علیکم ماما جانی!'' صبح بخیر، آئی ایم سوری میں تھوڑی لیٹ ہوگئی۔'' نجاح نے ڈائننگ روم میں آتے ہی سلام کے ساتھ اپنے دیر سے آنے پر معذرت کی۔

''اٹس اوکے بیٹا! اب جلدی سے شروع کیجیے ناشتہ ٹھنڈا ہورہا ہے۔'' مہر نے نجاح کو پیار سے کہا۔

''ڈیڈ! آپ کو پتہ ہے کچھ لوگوں کا خزانہ نکلا ہے۔'' ناشتے کے درمیان نجاح کو اچانک شرارت سوجھی۔

''واہ بھئی! کس کا نکلا ہے خزانہ؟'' سمیع صاحب نے پرشوق انداز میں پوچھا، فاری، نجاح کی اس حرکت

پر سٹپٹا گئی، اس نے نجاح کا ہاتھ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر سمیع صاحب کی طرف متوجہ ہوئی۔

"انکل! اس envelop میں کیا ہے؟" فاری نے سمیع صاحب کے بائیں جانب رکھے لفافے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بات بدلنے کے لیے ان سے پوچھا۔

"اوہ...! اچھا یاد دلایا بیٹا! میں تو بھول ہی گیا تھا، یہ ایکسپو سینٹر میں اس ویک اینڈ پر ہونے والے فیسٹیول کا انویٹیشن ہے فیضان manage کر رہا ہے اس ایونٹ کو، اسی نے مجھے دیئے تھے، میں اور مہر تو عابر صاحب کے بیٹے کے ولیمے میں انوائیٹڈ ہیں اس سنڈے پر، آپ دونوں چلے جائیے گا۔" سمیع صاحب نے انویٹیشن ان دونوں کی طرف بڑھاتے ہوئے تفصیل بتائی۔

"ویسے یہ فیضان صاحب کیا کرتے فارغ انسان ہیں، ہر وقت کوئی نہ کوئی ایونٹ manage کر رہے ہوتے ہیں، فری میں۔" فاری نے انویٹیشن کارڈ پکڑ لیتے ہوئے کہا۔

"فیضان بھائی، فری میں نہیں کرتے کوئی بھی ایونٹ manage، اچھے خاصے پیسے ملتے ہیں انہیں اس کام کے، پہلے وہ voluntarily کرتے تھے، ایکسپوژیشن کے لیے، مگر اب وہ ایک پروفیشنل ایونٹ منیجر ہیں۔" نجاح نے فاری کو تفصیلاً بتایا۔

"اچھا خیر مجھے یہ ایونٹ کافی انٹرسٹنگ لگ رہا ہے، تم نخرے مت کرنا اب ہم اس سنڈے کو ایکسپو جا رہے ہیں۔" فاری نے حکمیہ کہا۔

"اور آئی! پلیز نجاح کی نیل فائلنگ والی عادت چھڑوائیں، ورنہ یہ نہ ہو بے چارے دلہا بھائی شادی والی رات اس کے ناخن دیکھ کر ہی بے ہوش ہو جائیں۔" فاری نے شرارت سے کہا اور تیزی سے وہاں سے بھاگ نکلی، ورنہ اسے پتا تھا اس کا وہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں تھا، فاری کے پیچھے مہر اور سمیع صاحب کے قہقہے بلند ہوئے تھے، نجاح نے اسے دل میں کوسا اور پیر پٹختی اپنے روم میں چلی گئی۔

☆.....☆.....☆

"فاری! میں تمہارے کہنے پر یہاں تک آ گئی ہوں، مگر اب اندر نہیں جاؤں گی۔" نجاح نے دوٹوک انداز میں کہا، وہ یہاں فاری کی منتوں کی وجہ سے آ گئی تھی، ورنہ وہ ان سب معاملات سے بہت گھبراتی تھی۔

"مس نجاح! آپ میرے ساتھ اندر منیجر کے آفس میں چل رہی ہیں سمجھیں آپ؟" فاری نے دھونس جماتے ہوئے کہا اور آگے بڑھ گئی، مگر جلد ہی اسے اندازہ ہوا کہ وہ اکیلی چل رہی ہے، اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نجاح وہیں کھڑی تھی۔

"میں تمہیں اپنے ساتھ اس لیے نہیں لائی تھی کہ تم باہر کھڑی رہو۔" فاری نے نجاح کو غصے سے کہا۔

"یہ سب کیا دھرا تمہارا ہے، خود بھگتو تم، مجھے کیوں گھسیٹ رہی ہو اپنے ساتھ؟" نجاح کو اب خود پر غصہ آ رہا تھا کہ کیوں وہ فاری کے ساتھ آئی۔

"چپ چاپ اندر چلو میرے ساتھ، تماشا مت [illegible] نجاح کا ہاتھ پکڑ کر آفس کی طرف بڑھنے لگی، نجاح نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولنے چاہے [illegible] کی طرف متوجہ پایا تو وہ [illegible] ہوئے بھی فاری کے ساتھ منیجر کے آفس میں داخل ہو گئی۔

آفس میں داخل ہوتے ہی دونوں کی نظر منیجر کے عین سامنے چیئر پر بیٹھے شخص پر پڑی تھی، جو مطمئن انداز میں مسکرا کر منیجر سے گفتگو میں خوش الحانی سے مگن تھا، فاری کا اس شخص کے اطمینان کو دیکھ کر خون جلا تھا، پہلے ہی وہ بہت غصے میں تھی، دل میں اس نے اس شخص کو خوب صلواتیں سنائی تھیں۔

"ایکسکیوزمی!" فاری نے منیجر کو متوجہ کرنا چاہا۔

"یس میم!" بینک منیجر نے سوالیہ نظروں سے پوچھا۔

Digest.pk

"آئی ایم مس فاریہ خان!" فاری نے ایک ایک لفظ چبا کر غصے سے اپنا تعارف کروایا۔

"اوہ... مس فاریہ! پلیز سٹ!" منیجر نے فوراً اسے پہچانتے ہوئے بیٹھنے کی دعوت دی، اس کے بعد رحمان خلیق (بینک منیجر) نے فاریہ سے اپنے ایک employee سے ہوئی غلطی پر ایکسکیوز کیا، جس کی وجہ سے اس کے اکاؤنٹ میں غلط رقم ٹرانسفر ہوگیا تھا، مگر فاریہ کا غصہ تھا کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا، ابھی رحمان صاحب فاریہ کو سمجھانے کی کوشش کر ہی رہے تھے کہ خاموش بیٹھے اس شخص کا فون رنگ کیا اور وہ رحمان صاحب سے ایکسکیوز کر کے وہاں سے جانے کے لیے اٹھنے لگا۔

"ہیلو مسٹر! کس بات کا اتنا غرور ہے آخر؟ بنا سوری کیے کہاں چلتے بنے؟" فاریہ اس شخص کو وہاں سے جاتا دیکھ کر بول پڑی، فاری کے اس انداز پر وہ شخص حیران ہوا تھا، وہیں منیجر صاحب بھی اس کی شکل تکنے لگے، اس وقت روم میں موجود سب ہی اشخاص اپنی سیٹ سے کھڑے ہو چکے تھے۔

"اب اس طرح حیرانی سے کیا دیکھ رہے ہیں مسٹر! ایک تو میرا اتنا نقصان کر دیا اور پھر بنا سوری کیے یہاں سے بھاگ رہے ہیں۔" غصے سے فاریہ کی ناک لال ہو رہی تھی، وہ سامنے کھڑے شخص سے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سوال کر رہی تھی، فاریہ کی نقصان والی بات پر رحمان صاحب اور اس شخص نے دونوں کو ایک دوسرے کو ناسمجھی سے دیکھا تھا، ان دونوں کی سمجھ سے بالاتر تھا کہ آخر اس سب معاملے میں فاریہ کا بھلا کیا نقصان ہوا ہے، بلکہ یہاں جس شخص کا لاس ہوا تھا اسی سے معافی کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔

"میم! آئی ریئلی اپولوجائز، ہماری وجہ سے آپ دونوں کو تکلیف ہوئی، مسٹر شارق کو پے منٹ لیٹ ہوگئی اور آپ کو بھی تکلیف اٹھانی پڑی۔" رحمان صاحب نے بیچ میں بول کر بحث ختم کرنی چاہی، وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے دونوں کسٹمرز کے درمیان کوئی تلخ کلامی ہو۔

"سنا نہیں آپ نے میں نے کیا کہا آپ سے؟" فاری نے منیجر کی بات کو اگنور کر کے اب کی بار اور سخت لہجہ اپنایا تھا۔ شارق حیران و پریشان سا کھڑا یہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ لڑکی اپنے کس نقصان کی بات کر رہی ہے، اس بے چارے کو کیا پتا تھا کہ فاریہ کا سب سے بڑا نقصان اس کے آؤٹنگ و شاپنگ کے سارے پلانز چوپٹ ہونے کا ہوا تھا۔

"فاری! کم آن، لیٹ اٹ... چلو پلیز یہاں سے۔" نجاح نے فاری کا بازو تھام کر دھیمی آواز میں کہا۔ شارق نے چونک کر فاری کے ساتھ کھڑی اس لڑکی کو دیکھا، جس کی طرف اس کی توجہ پہلے آدھے گھنٹے میں پہلی بار گئی تھی۔

"مگر...!" فاری نے کچھ بولنا چاہا، مگر نجاح نے اس کا بازو تھام کر اسے وہاں سے زبردستی لے گئی، فاری کے وہاں سے چلے جانے پر منیجر صاحب نے سکون کی [illegible]

"رحمان صاحب! اب میں چلتا ہوں، پھر ملاقات ہوگی انشاء اللہ۔" شارق نے رحمان صاحب سے اجازت طلب [illegible] وقت ضائع کیے تیزی سے نکل گیا، وہ میٹنگ کے لیے پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکا تھا، تیزی سے [illegible] کرتا آفس پہنچا تھا، مگر بینک سے اپنے روم تک کے سفر میں اس کا دل پیچھے سے ایک فیصلہ کر چکا تھا۔

ادھر نجاح، فاریہ کو کول ڈاؤن کرنے کے لیے ریسٹورنٹ لے آئی تھی۔

"اب کیوں منہ پھلائے بیٹھی ہو، خوش ہو جاؤ آج میں تمہیں لنچ کروا رہی ہوں۔" نجاح نے فاری کے سرخ چہرے کو دیکھ کر کہا، اس نے سوچا تھا کہ وہ فاری کو بینک میں تماشا کرنے پر خوب سنائے گی، مگر اس کے آف موڈ کی وجہ سے خاموش ہوگئی اور اسے اس کے

فیورٹ ریسٹورنٹ میں لے آئی۔

''دیکھو فاری! جب وہ پیسے تمہارے تھے ہی نہیں تو ان کے لیے اپنا موڈ کیوں بگاڑ کر بیٹھی ہو، بلکہ یہ تو اچھا ہوا ناں جس کے پیسے تھے اسے مل گئے۔'' نجاح نے فاری کو سمجھایا۔

''میرا موڈ پیسوں کے چلے جانے پر آف نہیں ہے۔'' فاری نے ناک پھلا کر کہا۔

''پھر؟'' نجاح نے حیرانی سے پوچھا۔

''اس نے مجھ سے سوری کیوں نہیں کہا؟'' فاری نے روٹھے انداز میں کہا۔

''اف.... فاری! وہ کیوں کرتا تمہیں سوری، اس سب میں اس کی کیا غلطی تھی بھلا؟'' نجاح نے فاری کی بات پر اپنا ہاتھ سر پر مار کر کہا۔ نجاح کو فاری اس وقت بالکل لڑاکو بچے کی طرح لگ رہی تھی، جو خود لڑائی کر کے، ناک دمنہ پھلا کر دوسرے سے سوری کہنے کی ضد کر رہا ہو۔

''فاری یار! بس بھی کرو اب، مجھے تم اتنا طرح خاموش بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہیں، پلیز مسکرا دو۔'' نجاح نے پیار سے کہا۔ نجاح کے اتنے پیار سے کہنے پر آخر کار فاری مسکرا دی، اتنے میں ویٹر کھانا سرو کرنے آ گیا، کچھ دیر میں فاری سب بھولے نارمل انداز میں نجاح سے باتوں میں مصروف ہو گئی تھی، نجاح دل ہی دل میں شکر ادا کر رہی تھی کہ فاری کا موڈ جلد بحال ہو گیا، ورنہ اس کی وجہ سے وہ خود بھی اپ سیٹ رہتی، دونوں کی دوستی ایسی ہی تھی، ذرا دیر دونوں ایک دوسرے کو ناراض دا فسردہ نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

''فاری! چار بج گئے ہیں اب جلدی گھر چلو، پھر ہمیں ایکسپو بھی جانا ہے۔'' نجاح نے گھڑی میں ٹائم دیکھتے ہوئے فاری کو کہا۔

''کیا مطلب ہم پہلے گھر جائیں گے پھر ایکسپو؟'' فاری نے پوچھا۔

''ہاں سات بجے تک چلیں گے ایکسپو۔'' نجاح نے جواب دیا۔

''نو نو.... ہم ڈائریکٹ جا رہے ہیں ایکسپو، ابھی رش بھی کم ہو گا، ہم آرام سے گھوم بھی لیں گے۔'' فاری نے اپنا پلان بتایا، پھر نجاح کے بل پے کرنے کے بعد دونوں اپنے موبائل اور بیگ اٹھا کر ریسٹورنٹ سے نکل کر ایکسپو چلی گئیں۔

''اف ...فاری! بس بھی کرو اب اور کتنا گھومو گی؟'' نجاح کا فاری کے ساتھ ادھر ادھر اسٹالز پر چکر لگا کے برا حال ہو گیا تھا، رش بڑھ جانے کی وجہ سے نجاح کو گھبراہٹ الگ ہو رہی تھی۔

''نجاح! تم بھی کتنی بدذوق ہو، بھلا کوئی لڑکی ونٹر شاپنگ سے بھی تھکتی ہے، ابھی تو وہ سائیڈ پوری باقی ہے۔'' فاری نجاح کو بدذوقی کا سرٹیفکیٹ دے کر اس پورشن کی جانب بڑھ گئی، اور نجاح بے چاری اسے دیکھتی رہ گئی، دن میں دوسری بار وہ خود کو فاری کے ساتھ آ جانے پر کوس رہی تھی، ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا، ہر بار وہ بڑے لمبے چوڑے وعدے کرتی خود سے کہ اب وہ فاری کی بھی خود کو فاری کے ساتھ خوار نہیں کرے گی، مگر ہر بار سارے وعدے بھولے فاری کے ساتھ خوار ہونے چل پڑتی۔

''فاری! خدا کے لیے چلو اب، ورنہ میں یہیں گر جاؤں گی، میرے پاؤں درد سے پھٹ رہے ہیں۔'' نجاح نے فاری کا ہاتھ پکڑ کر دل سے التجا کی تکلیف اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

''اوکے یہ لاسٹ اسٹال ہے، بس پھر چلتے ہیں۔'' فاری نے نجاح کی حالت پر رحم کھا کر کہا اور پھر اسٹال کی اشیاء کی طرف متوجہ ہو گئی، نجاح نے سوچا فاری یہاں بھی ایک گھنٹہ لگا دے گی کیوں ناں وہ خود گھر چلی جائے۔

''میں نے آپ سے کہا ناں مجھے یہی چاہیے۔'' فاری کے غصے کی آواز نجاح کو سوچوں کی وادی سے باہر لے آئی تھی، اس نے چونک کر فاری اور سیلز مین کی

جانب دیکھا تھا۔

"میم! میں نے آپ کو بتایا ناں یہ پیس سیل کے لیے نہیں ہے، آپ کچھ اور پسند کر لیجیے۔" سیلز مین نے اپنے چہرے پر پیشہ ورانہ مسکراہٹ سجا کر کہا۔

"کیوں نہیں ہے یہ پیس سیل کے لیے؟" اب کی بار فاری کی آواز غصے سے اور تیز ہوئی تھی، اس لڑکے نے کچھ لمحے کے لیے اپنی اس سر پھری کسٹمر کو غور سے دیکھا، بے بی پنک لانگ شرٹ اور جینز زیب تن کیے سر پر پنک ہی اسکارف لیے یہ لڑکی بظاہر تو نارمل لگ رہی تھی۔

"میم! میں نے آپ کو بتایا ناں یہ خراب ہے، اسے میں سیل نہیں کر سکتا، آپ کوئی اور دیکھ لیجیے۔" اب کی بار سیلز مین کے چہرے پر پیشہ ورانہ مسکراہٹ کی بجائے اکتاہٹ واضح تھی، فاری کے برابر کھڑی نجاح نے اس بلیو کرسٹل کی، کی چین کی طرف دیکھا جس کا ایک حصہ ٹوٹا ہوا تھا، مگر فاری کے دل کو وہ بھا گئی تھی سو اس نے اس کی چین کو لے کر ہی دم لینا تھا۔

"مگر مجھے یہی چاہیے آپ اسے پیک کریں۔" فاری نے آرڈر دیا اور بیگ سے پیسے نکالنے لگی۔ سیلز مین نے بھی اپنی جان چھڑانے کے لیے فوراً حکم کی تعمیل کی اور کی چین پیک کر کے فاری کو تھما دی، اس کے پے منٹ کر کے آگے بڑھنے پر سیلز مین نے شکر کا سانس لیا تھا۔

"کچھ تو رحم کرو مجھ پر، پہلے پورے ون اپنے ساتھ خوار کیا، اور اب یہ اتنی رف ڈرائیونگ کر کے میری جان نکال رہی ہو۔" فاری کی رف ڈرائیونگ نے نجاح کا خون نچوڑ دیا تھا وہ خوف سے بری طرح کانپ رہی تھی۔

"پتہ نہیں تم کیوں اتنا ڈر رہی ہو، اتنا مزہ آتا ہے ریگ ریگ ڈرائیو کرنے میں۔" فاری نے نجاح کی حالت کو خاطر میں لائے بغیر لاپرواہی سے کہا اور پھر دوبارہ اسی اسٹائل میں ڈرائیو کرنے لگی۔

"تم تمیز سے گاڑی نہیں چلا سکتیں ناں، تو ٹھیک ہے تمہارے ہاتھوں مرنے سے بہتر ہے، میں گاڑی سے خود ہی چھلانگ لگا لوں۔" نجاح نے فاری کو دھمکی دینے کے ساتھ ہی اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول لیا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا، ڈور بند کرو!" فاری نجاح کی اس حرکت پر گھبرا گئی تھی، اس نے آگے بڑھ کر نجاح کی سائیڈ کا ڈور بند کیا اور اپنی انوائرنمنٹ ٹرک کر کے صحیح طریقے سے کار ڈرائیو کرنے لگی۔

"یہ لیجیے میڈم! آ گیا آپ کا گھر۔" فاری نے نجاح کے گھر کے آگے گاڑی روکتے ہوئے مذاق سے کہا۔

"ارے یہ کیا پیسے نہیں دے رہیں تم کم از کم شکریہ ہی ادا کر دو۔" فاری نے نجاح کو ایک بار پھر چھیڑا، مگر نجاح فاری کو کوئی جواب دیے بغیر تیزی سے گاڑی سے اتر کر اندر چلی گئی، فاری لمحے بھر کے لیے نجاح کی ناراضی پر پریشان ہوئی تھی، مگر اگلے ہی پل وہ یہ سوچ کر مطمئن ہو گئی کہ صبح آ کر وہ نجاح کو منا لے گی، پھر اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور اپنے گھر کے راستے کی طرف گاڑی موڑ لی۔ فاریہ کے گاڑی اسٹارٹ کرنے کے فاصلے پر کھڑی بلیک کرولا بھی اسٹارٹ ہو گئی تھی، ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ان دونوں کا پیچھا کر رہے تھے، مگر فاریہ اور نجاح دونوں ہی اس بات سے بے خبر تھیں۔

☆.....☆

"السلام علیکم اماں جی!" سہل نے گھر میں داخل ہوتے ہی تخت پر بیٹھی اماں کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! جیتے رہو بیٹا! اللہ سدا خوش رکھے، ہر آفت و بلا سے محفوظ رکھے۔" اماں جی نے سہل کو سلام کے جواب کے ساتھ ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا تھا، سہل وہیں تخت پر اماں کے برابر میں بیٹھ گیا۔

"دعا منا! بھائی کے لیے جلدی کھانا لاؤ، تھکا ہوا آیا ہے بھائی۔" مریم نے دعا کو آواز لگا کر سہل کے

لیے کھانا لانے کے لیے کہا۔

''جی اماں! لاتی ہوں۔'' دعا نے کمرے سے نکل کر اماں کو کہا اور پھر بھائی کو سلام کر کے کچن کی طرف چلی گئی۔

''یہ لیں بھائی! آج میں نے آپ کی پسند کا آلو پالک بنایا ہے۔'' دعا نے کھانے کی ٹرے تخت پر سہل کے سامنے رکھتے ہوئے خوشی سے بتایا۔

''بھائی! آپ کھانا شروع کریں میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔'' دعا ٹرے رکھ کر سہل سے کہتی ہوئی دوبارہ کچن کی طرف بڑھ گئی، پانچ منٹ بعد کپ میں چائے لیے وہ حاضر تھی۔

''ارے واہ! اتنی جلدی تم نے چائے بھی بنالی اور آج تو آلو پالک بھی مزے دار بنا، بہت ہی لذیذ بنایا ہے تم نے۔'' سہل کو آلو پالک اور چائے نے ڈبل خوش کر دیا تھا، سر درد اور تھکن کی وجہ سے اسے اس وقت چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی مگر آفس سے آ کر وہ اپنے کمرے سے لیٹ گھر لوٹا تھا اور اتنی رات کو اسے ابا اور بہن کو اپنی وجہ سے تنگ کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔

''دعا! ایک بات تو بتاؤ! تمہیں کیسے پتا چلا کہ میرا دل اس وقت چائے پینے کو کر رہا ہے؟'' سہل نے دوستانہ انداز میں بہن سے پوچھا۔

''بھائی! آپ کی حالت بتا رہی ہے کہ آپ آج بہت تھک گئے ہیں، آپ نے نہیں کہا تو کیا ہوا مجھے تو پتا ہے ناں کہ آپ کا دل چائے پینے کو کر رہا ہے، آخر کو اکلوتی بہن ہوں آپ کی۔'' دعا نے محبت سے بھائی کو کہا۔ سہل نے ایک لمحے بہن کی آنکھوں سے اپنے لیے جھلکتے پیار کو دیکھا پھر مسکرا دیا۔

''دعا اب تو بہت اچھا کھانا بنانے لگی ہے، چائے بنانے میں تو ہے ہی ماسٹر، اماں! پھر کیا خیال ہے ہماری دعا کی شادی...؟'' سہل نے دعا کی تعریف کرنے کے ساتھ ہی دعا کی شادی کے بارے میں اماں سے پوچھا تھا۔

''ہاں، ہاں بیٹا! کیوں نہیں، میں جلد ہی رضیہ سے بات کروں گی کہ وہ فرمان اور دعا کی شادی کی تاریخ طے کر لے۔'' اماں نے سہل کی بات کی تائید کی اور رضیہ (دعا کی ساس) سے بات کرنے کا کہا، پھر وہ تخت سے اٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''اچھا بیٹا! میں اب سونے جا رہی ہوں، رات بہت ہو گئی ہے تم دونوں بھی جلدی سو جاؤ، ورنہ فجر میں آنکھ مشکل سے کھلے گی۔'' اماں ان دونوں کو جلدی سونے کی تلقین کر کے اندر کمرے میں خود بھی سونے چلی گئیں۔

''بھائی! آپ کا آج کا کام کیسا رہا؟'' دعا نے سہل سے پوچھا۔

''الحمدللہ! آج تو بہت اچھا کام ہوا، مگر ایک امیر زادی نے بڑا دماغ خراب کیا۔'' سہل نے آخر میں بدمزہ ہوتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب بھائی؟'' دعا نے ناسمجھی سے پوچھا۔

''آج ایک سر پھری ضدی لڑکی سے واسطہ پڑ گیا تھا عجیب لڑکی تھی، میرے بتانے کے باوجود بھی کہ کی [illegible] ہوئی ہے، پھر بھی اسے لینے کی ضد کر رہی [illegible]

[illegible]'' دعا بھائی کی بات بیچ میں بول پڑی۔

[illegible] کیا، امیر لوگ بھی بڑے عجیب ہوتے ہیں، جو چیز پسند آ گئی اسے لے کر ہی چھوڑتے ہیں، خواہ اس چیز کی قیمت کتنی ہی کم کیوں نہ ہو اور ہم بے چارے غریب لوگ جب کچھ خریدتے ہیں، تو سو مرتبہ سوچتے ہیں، ہزاروں بار پرکھتے ہیں، مگر ان امراء کا کیا ہے جو جی میں آیا فوراً لے لیا۔'' سہل نے تاسف سے کہا۔

''بھائی! ہر امیر ایسا نہیں ہوتا، ایسا صرف وہ کرتے ہیں جنھیں پیسے کی قدر نہیں ہوتی اور کبھی بھی خود کو کم تر مت سمجھا کریں، بے قدرے لوگ اکثر اپنی من پسند چیزوں سے بھی بہت جلد اکتا جاتے ہیں، مگر ہم جیسے

لوگ جب کچھ خریدتے ہیں تو اس کی خوشی کو عرصے تک محسوس کرتے ہیں، آپ چھوڑیں یہ سب باتیں، اور سو جائیں ویسے بھی آج آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔" دعا کھانے کی ٹرے اٹھا کر کچن میں لے گئی اور صحن کا بلب بجھا کر بھائی کو شب بخیر کرتی خود بھی سونے چلی گئی، جبکہ سہل وہیں صحن میں بچھے تخت پر دراز ہو گیا۔

مریم، دعا اور سہل کی سگی ماں نہیں بلکہ خالہ تھیں، بچپن میں ٹریفک ایکسیڈنٹ میں ان دونوں کے والدین کا انتقال ہو گیا تھا، جب سے مریم نے ہی ان دونوں کی پرورش کی تھی، مریم نے ان کی پرورش کے لیے بہت مشقتیں اٹھائی تھیں، ان ہی کی محنت کا نتیجہ تھا، جو دعا اور سہل ایک اچھے مسلمان اور انسان بن پائے تھے، دعا نے اسی سال BS کے ایگزامز دیے تھے، جبکہ سہل پچھلے سال MBA سے فارغ ہوا تھا، اس زمانے میں اچھی جاب بغیر رشوت اور سفارش کے ملنا مشکل ہے، اسی لیے سہل نے جاب کی تلاش کے ساتھ گھر کا خرچ چلانے کے لیے ٹیوشن دینا شروع کر دیے تھے، ٹیوشنز کے ساتھ وہ ویک اینڈ پر اکثر فیسٹیول میں اسٹالز بھی لگایا کرتا تھا، یوں گھر کا خرچہ چل جاتا تھا۔

☆.....☆.....☆

کچھ لوگوں سے پہلی نظر میں ہی ہمارے دل کا رشتہ جڑ جاتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے ہماری اس شخص سے صدیوں سے رفاقت ہو، وہ شخص شروع سے ہی ہمارا تھا اور ہمارا ہے، انسانیت کی ایک خاص خوشبو انسان کو اپنا اسیر بنا لیتی ہے، دل لمحوں میں کچھ لوگوں کو اپنا مان لیتا ہے، ایسا ہی کچھ شارق کے ساتھ بھی ہوا تھا، سرسری سی ایک ملاقات اس کی زندگی بدل گئی تھی، وہ نجاح احمد کی آنکھوں میں بہتی خوبصورت آبشار میں ڈوب گیا تھا، نجاح کی آنکھوں سے جھلکتی معصومیت اسے مرعوب کر گئی تھی، اس کے دل نے اسی لمحے نجاح کو اپنا تسلیم کر لیا تھا، شارق نے اس کی آنکھوں میں بہتی آبشار میں مکمل ڈوبنے کا فیصلہ کر لیا تھا، اس دن وہ بھی میٹنگ ختم ہوتے ہی ایکسپو سینٹر گیا تھا، وہاں اتفاقاً اس کی نظر پریشان کھڑی نجاح پر پڑی تھی، نجاح کی کشش اسے مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچ رہی تھی، یہی وجہ تھی کہ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس دن اس کا پیچھا کیا تھا۔ اگلے ہی روز اس نے اپنے والدین کو سمیع دلا نجاح کے رشتے کے لیے بھیجا تھا، جو مکمل چھان بین کے بعد کچھ ہی روز میں قبول کر لیا گیا تھا، نجاح اور شارق کی شادی دو مہینے بعد طے پائی تھی، جہاں نجاح کی شادی کی تیاریوں نے سمیع دلا میں رونقیں بکھیر دی تھیں، وہیں سمیع صاحب اور مہرا اپنی اکلوتی بیٹی کے جدا ہونے پر افسردہ بھی تھے، مگر ان کے دل کو اس بات کی تسلی تھی کہ نہ صرف ان کی بیٹی کو ایک خوبصورت اور جینئس شریک حیات مل رہا ہے، بلکہ شارق کے گھر والے بھی انتہائی سلجھے ہوئے لوگ تھے، نجاح کی شادی کی تیاریوں میں فاری اور ثمرین بھی مہرا کا بھرپور ساتھ دے رہی تھیں، سمیع دلا میں بڑے زور و شور سے شادی کی تیاریں جاری تھیں، سمیع صاحب اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی بہت دھوم دھام سے کرنا چاہتے تھے۔

☆.....☆.....☆

"فاری! تم سے ایک بات پوچھوں؟" نجاح نے دھیمے لہجے میں اس سے پوچھا۔

"ہاں پوچھو، مجھ سے کچھ پوچھنے کے لیے اجازت کی ضرورت کب سے پڑنے لگی؟" فاری نے حیرانی سے کہا۔

"فاری! تم مجھے کافی عرصے سے کہیں کھوئی کھوئی لگتی ہو، کیا بات ہے مجھے بتاؤ آئی تو تم میری جدائی پر افسردہ ہو، مگر مجھے ایسا لگتا ہے اس کے علاوہ بھی کوئی بات ضرور ہے۔" نجاح کے لہجے سے فکرمندی ظاہر تھی، فاری اس لمحے نجاح سے نظریں چرا گئی تھی، وہ اسے خود بتانا چاہتی تھی مگر بتا نہیں پا رہی تھی۔

"ادھر دیکھو، بتاؤ مجھے کیا بات ہے؟" نجاح نے فاری کا منہ اوپر کر کے پوچھا۔

''نجاح! میں پاگل ہوگئی ہوں، مجھے خود بھی سمجھ نہیں آرہا کہ مجھے کیا ہورہا ہے۔'' فاری کی آنکھیں اچانک آنسوؤں سے لبالب بھر گئی تھیں۔

''فاری! ریلیکس ہوکر بتاؤ مجھے کیا بات ہے؟'' نجاح نے پانی کا گلاس اسے پکڑاتے ہوئے کہا۔

''نجاح! وہ مجھے اس سے محبت ہوگئی ہے۔'' فاری نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''کیا۔۔۔ کس سے؟'' نجاح نے ناسمجھی سے کہا۔

''سہل سے، آئی مین اسی شخص سے جس سے میری اس دن کی پہلی پر بحث ہوئی تھی۔'' فاری نے آہستگی سے کہا، نجاح کے لیے یہ انکشاف حیرت انگیز تھا۔

''فاری! آر یو سیریس؟ تم مذاق تو نہیں کر رہیں؟'' نجاح نے کنفرم کرنا چاہا، نجاح کو فاری کی بات سے زیادہ اس کے انداز اور لہجے نے حیرت مبتلا کیا تھا، یہ وہ فاری تو نہیں تھی، جو دنیا کو حیرت تھی، جس کی آنکھیں کبھی نہیں بھیگی تھیں، مگر شاید یہ ہے ہی چیز ایسی بڑے بڑے سورماؤں کو شکست کھانے پر مجبور کردیتا ہے، فاری نے بھی آج تک کسی کے ہاتھوں شکست نہیں کھائی تھی، مگر اس بار جیت محبت کی ہوئی تھی، سہل نے اسے اپنی محبت میں جکڑ کر ہرادیا تھا۔

''یس آئی ایم سیریس!'' فاری نے اقرار کرتے ہوئے کہا۔

''تمہیں اس شخص کی افغار میشن کیسے ملی؟''

''فیضان بھائی سے ملی، مجھے اس کی افغار میشن۔'' نجاح کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی فاری بول پڑی۔

''پھر کیا ارادہ ہے؟'' نجاح نے کھوجتی نگاہوں سے پوچھا، نجاح کو فاری کی باتوں سے اس کی سنجیدگی کا اندازہ ہوگیا تھا۔

''کچھ نہیں، اسے ڈھونڈنا ہے فی الحال تو۔'' فاری نے اپنے رخساروں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

''ڈھونڈنا ہے مطلب؟'' نجاح نے ناسمجھی سے پوچھا۔

''اس کا جو ایڈریس میرے پاس ہے، وہ وہاں موجود نہیں، کہاں ہے اس کا پڑوسیوں کو بھی نہیں معلوم۔'' فاری نے دل گرفتہ انداز میں کہا۔

''فاری! دیکھو ایک ایسا شخص جسے تم جانتی نہیں، صرف ایک چھوٹی سی ملاقات کی بناء پر اس کے لیے یکطرفہ اتنے شدید جذبات رکھنا ٹھیک نہیں، تم کچھ زیادہ ہی جذباتی ہورہی ہو اور جذبات میں آکر کیے فیصلے اکثر انسان کو برباد کردیتے ہیں۔'' نجاح نے اسے سمجھانا چاہا۔

''نجاح! میرے یہ احساسات محض جذباتی نہیں، میرا دل سہل کو اپنا تسلیم کرچکا ہے، میرے دل کا رشتہ جڑ گیا ہے اس سے، ہم انسان اکثر یہی بھول کرتے ہیں کہ دلوں کے فیصلوں کو بھی جذباتی فیصلے کا نام دے دیتے ہیں، جبکہ جذباتی فیصلے تو وہ ہوتے ہیں، جس میں انسان کا ساتھ نہ اس کا دل دیتا ہے، نہ دماغ، بس [illegible] بے سبب کوئی فیصلہ کرڈالتا ہے اور میرا یہ ماننا ہے [illegible] گئے فیصلے انسان کو ہمیشہ آسودہ رکھتے [illegible] انسان کے اندر کو ہمیشہ زندہ رکھتا ہے، [illegible] مجھے امید ہے وہ مجھے ضرور ملے گا۔ [illegible] لفظ [illegible] ں عزم تھا، اسے ڈھونڈ نکالنے کا اور لبوں پر [illegible] مسکراہٹ۔

''فاری! جو بھی کرنا سوچ سمجھ کر کرنا، خدا نہ کرے کہ تمہیں کبھی بھی اپنے کیے کسی فیصلے پر پچھتاوا ہو، مگر ایک بات یاد رکھنا اپنے دل کی غلام مت بننا، دل انسان کو اکثر دغا دے جاتا ہے۔'' نجاح نے اسے دعا دینے کے ساتھ نصیحت کی اور پھر شاپنگ بیگز کھول کر اسے اپنے کپڑے دکھانے لگی، جو کل مہر اس کے لیے لائی تھیں۔

☆ ☆ ☆

میرے نیہر سے آج مجھے آیا
یہ پیلا پیلا جوڑا

یہ ہری ہری چوڑیاں...!

لڑکیاں ایک طرف خوب زور و شور سے گانا گانے میں مگن تھیں، دوسری جانب لڑکیوں سے تھوڑا دور اسٹیج پر پیلا جوڑا پہنے ہاتھوں میں گجرے اور ڈھیر ساری ہری چوڑیاں پہنے، گھونگھٹ نکالے کنفیوژ سی نجاح بیٹھی تھی، مہندی کی تقریب سمیع ولا کے لان میں ارینج کی گئی تھی۔ جیسے جیسے شادی کے دن قریب آتے جارہے تھے، نجاح کا دل اور افسردہ ہورہا تھا، سمیع ولا کو چھوڑنا اور پھر ماما، پاپا، فاری کی جدائی نے اسے بہت اداس کردیا تھا، پھر فاری کی طرف سے اب اور فکرمندی ہوگئی تھی، وہ عجیب کیفیات و احساسات کا شکار تھی۔

"ماشاء اللہ! دلہن صاحبہ آج تو بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" نجاح اپنی سوچوں میں گم تھی، جب اچانک فاری نے اس کے گھونگھٹ سے جھانک کر کہا۔

"یہ سب چھوڑو، یہ بتاؤ کہ تم کہاں غائب ہو؟" نجاح نے فکرمندی سے پوچھا۔

"نہیں اب تک تلاش جاری ہے، آج بھی میں اس کے گھر، مگر بے سود روز کی طرح آج بھی تالا پڑا ملا گیٹ پر۔" فاری نے مایوسی سے کہا۔ نجاح، فاری سے مزید اور بھی کچھ پوچھنا چاہتی تھی، مگر اس کے سسرال والوں کے اسٹیج پر آجانے کی وجہ سے دونوں کو خاموش ہونا پڑا۔

☆ ☆ ☆

"عید مبارک آنٹی!" نجاح نے ثمرین سے گلے ملتے ہوئے کہا، ثمرین نے اس کی پیشانی چوم کر ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا تھا۔ شکیل خان، سمیع صاحب اور شارق بھی ایک دوسرے سے عید مل رہے تھے، آج عید کے پرمسرت موقع پر نجاح، شارق، مہر اور سمیع صاحب سب ہی شکیل پیلیس میں مدعو تھے، ثمرین اور شکیل صاحب نے آج کے دن کے لیے خاص اہتمام کیا ہوا تھا۔

"آنٹی! فاری نظر نہیں آرہی؟" نجاح نے فاری کو نیچے سب کے ساتھ نہ پاکر پوچھا۔

"بیٹا! وہ اپنے روم میں ہے، آپ اسے بلا کر لے آؤ، میں ذرا کچن کے انتظامات دیکھ لوں۔" ثمرین نجاح سے کہتی ہوئیں کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

"سوری ہوں گی دیر تک آج بھی محترمہ۔" نجاح بڑبڑاتے ہوئے فاری کے روم میں داخل ہوئی، مگر آئینے کے سامنے بیٹھی فاری پر نظر پڑتے ہی اس کے قدم رکے تھے، پرپل فراک جس پر بہت خوبصورتی سے سلور کلر کا کام ہوا تھا، نک سک سے تیار ہوئی وہ فاری نہیں بلکہ پرستان کی پری لگ رہی تھی۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو، اندر آؤ ناں۔" فاری نے دروازے پر حیران و پریشان کھڑی نجاح سے کہا۔

"واہ بھئی! اتنی تو یلی دلہن میں ہوں اور یہاں دلہنوں کی طرح بھی سنوری آپ بیٹھی ہیں۔" نجاح نے ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آکر کہا اور پھر نجاح کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔

"یار! میں نے سوچا کہ میری دوست شادی کے بعد پہلی دفعہ میرے گھر آرہی ہے، تو کچھ خاص تیاری ہونی چاہیے۔" فاری نے نجاح کو سوٹی سے جواب دیا۔

"یہ کیا تیاری ہوئی، ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟ نیچے بارات آنے والی ہے، جلدی سے ریڈی ہو آپ، نجاح بیٹا! ذرا جلدی اسے تیار کرکے باہر لے آیئے۔" ثمرین کی آواز پر نجاح نے نیچے مڑ کر دیکھا تھا، وہ فاری پر غصہ کرتی نجاح کو اسے جلدی تیار کرنے کا کہہ کر تیزی سے واپس پلٹ گئی تھیں، مگر نجاح پر تو حیرانگی کا بم پھٹا تھا۔

"بارات...؟" وہ ہونقوں کی طرح کھڑی فاری کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاں میری بارات، آج شادی ہے میری سہیل سے، اور ذرا اب دوپٹہ سیٹ کردو، ادھر آکر۔" فاری نے لاپرواہی سے کہا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

"تمہاری آج شادی ہے اور تم نے مجھے بتایا تک

Digest.pk

نہیں؟'' نجاح تیزی سے آگے بڑھی اور فاری کا گلا پکڑ لیا۔

''ارے، ارے چھوڑ دو میرا گلا، شادی والے دن مارنے کا ارادہ ہے کیا؟ اور اگر پہلے بتا دیتی تو یہ ری ایکشن دیکھنے کو کیسے ملتا؟'' فاری نے نجاح کی حالت سے محظوظ ہو کر کہا۔

''بہت بری ہو تم۔'' نجاح نے بیڈ سے کشن اٹھا کر فاری پر مارا تھا، جسے اس نے بخوبی کیچ کیا۔

''تمہیں موصوف سہل رحمان ملے کب، کیسے اور کہاں؟'' نجاح نے اچانک سہل کی گفتگو کا یاد آجانے پر پوچھا۔

''یارا وہ سہل کا پہلے سے ہی ارادہ تھا، ان دنوں وہ اپنی بہن کی شادی کے لیے کراچی گیا ہوا تھا، اس کے کراچی لوٹتے ہی میں اس سے ملی، اسے اپنی دیوانگی کا بتایا، اپنی سچی محبت کا یقین دلایا۔''

''شادی پر کیسے راضی ہوا وہ تم سے؟'' اس کی نفی میں بولنے کی گستاخی پر فاری نے اسے گھور کر دیکھا۔

''صبر... وہی بتا رہی ہوں، تھوڑی دیر چ رہو۔'' فاری نے نجاح کو مصنوعی غصے سے کہا۔

''بدتمیزی مت کرو، جلدی بتاؤ، بہت مزہ آرہا ہے تمہیں مجھے تنگ کر کے۔'' فاری، نجاح کی بات پر کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

''سہل کی شرط تھی کہ میں شادی کے بعد اس کے گھر میں رہوں اور اپنی پوری جائیداد سے دستبردار ہو جاؤں، بس پھر میں نے اس کی شرط مان لی، گو کہ میرے لیے یہ سب کرنا کچھ مشکل تھا، مگر پیار قربانی مانگتا ہے، میں نے بھی اپنے دل کی خاطر قربانی دے دی، بلکہ اللہ نے سہل کے وسیلے سے مجھ سے نیکی کا کام کروالیا، میں نے اپنے حصے کی سب پراپرٹی Donate کر دی ہے، اور اب میں بہت مطمئن ہوں، اچھی بات تو یہ ہے کہ مما پاپا بھی میرے اس فیصلے سے بہت خوش ہیں، سہل ایک سمجھدار، انتہائی خوددار اور اصلی کردار کا شخص ہے، پاپا بھی سہل کی پرسنالٹی سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔'' فاری نے مسکرا کر نجاح کو ساری تفصیل بتائی۔

''مگر فاری! تم اس بنو لائف اسٹائل کو کیسے ایڈجسٹ کرپاؤ گی؟'' نجاح نے فکرمندی سے پوچھا۔

''سہل کی جاب اچھی فرم میں لگ گئی ہے، اس کی قابلیت کی بناء پر جلد ہی اسے کمپنی کی طرف سے گھر اور گاڑی ملنے والی ہے، اور سہل میں خود بھی اتنی Ability ہے کہ وہ مجھے زندگی کی ہر سہولیات مہیا کر سکتا ہے، اور سچ تو یہ ہے اگر یہ سب بھی نہیں ہوتا، تب بھی مجھے سہل کا ساتھ منظور تھا، میں اس کے اس چھوٹے سے گھر میں بھی اس کے سنگ اپنی ساری زندگی بتا سکتی ہوں۔'' فاری کا لہجہ بہت مضبوط تھا اور اس کے چہرے پر پھیلی مسکان اسے مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔ نجاح بھی فاری کی سوچ اور اس فیصلے سے امپریس ہوئی تھی۔

''اب ذرا جلدی سے دوپٹہ سیٹ کرو، اس سے پہلے کہ سہل مجھے بلانے خود یہاں آجائیں۔'' فاری نے [illegible] کرتے ہوئے کہا، فاری کی معصومیت [illegible] نجاح نے اس کے سر پر پیار سے چپت لگائی [illegible]

فیصلوں نے [illegible] انسان کا دل ہلکا پھلکا اور پرسکون ہو جاتا ہے، فاریہ خان بھی آج اپنے دل کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی، اس کی ساجن سنگ جڑی خوشیاں اس سے محض تھوڑے ہی فاصلے پر تھیں۔ نجاح نے بھی اپنی عزیز دوست کی زندگی میں خوشیوں کے جگنو بھر جانے پر دل میں خدا کی پاک و بے نیاز ذات کا شکر ادا کیا تھا۔ آگے زندگی بہت خوبصورت تھی، خوشیوں کی بہار فاری اور نجاح دونوں کے استقبال کے لیے بے تاب تھی، اور یہ عید ان دونوں کی اپنے ساجن سنگ تھی۔

☆---☆---☆

Digest.pk

مجموعہ اپریل 2014 سے 10 جولائی 2014 تک

زبردست ڈسکاؤنٹ آفر

برائیڈل میک اپ اور پارٹی میک اپ پر

20% ڈسکاؤنٹ

Photography: Saiful Ehsan

Make-up Satwat Ehsan

From Rs. 8000/-
Upto Rs. 15,000/-

ایکسپرٹ دلہن میک اپ

روز اوکسیجن

واشنگ اینڈ لفٹنگ فیشل

Rs. 2500/-

کیراٹن

ٹریٹمنٹ

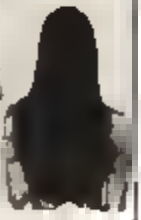

From Rs. 10,000/-

ری بونڈنگ

بالوں کی سے ہمیشہ کیلئے نجات!

بال

پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت اور حسین!

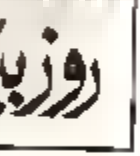

روز بیوٹی پارلر

فون نمبرز: 34977970-34977972 | 35833929-35833930

34707479-34707480 | 36636824-36636825

Email roseparlour@gmail.com Website: www.roseparlour.com

Digest.pk

فرح ناز محمد رفیق

اسید کی جلن

''پہلے روزے کی ایکسائٹمنٹ کی کیا بات ہوتی ہے، سحری کے دھڑکے میں پوری رات نیند نہیں آئی، اور افطار کے انتظار میں دن کیسے کٹا کیوں؟'' اسد نے کھجور منہ میں رکھتے ہوئے سے تائید چاہی تھی۔

''بری بات بیٹا! جب اتنے دن انتظار کیا صبر کیا، تو اب کیسی بے صبری، اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا ہوتا ہے۔'' امی نے سرزنش کی تھی۔

''ارے امی! جانتا ہوں مگر رمضان کی برکت سے اللہ تعالیٰ تھوڑا مارجن دے دیتے ہیں۔'' اس کی ڈھٹائی برقرار تھی۔

''شہرے نماز کے بعد نیوز لگانا، دیکھیں سب خیر خیریت سے گزرا آج کا دن۔'' بابا نے مسجد کی طرف جاتے اسے ہدایت کی تھی اور وہ سوچ میں پڑ گئی تھی، رحمتوں کے مہینے میں انسانوں کو درندہ صفت انسان سے کتنا خطرہ ہے، پہلا عشرہ رحمتوں بھرا گزرا کہ روٹین میں ہلچل، شہرے کی خالہ نے ڈالی، جو بچپن سے اپنے بیٹے کے لیے شہرے کو مانگ چکی تھیں، اب زریاب اور شامین کے ساتھ آ گئی تھیں۔

''بھائی صاحب! اب تو بات پکی کر دیں، منگنی تو ہونی نہیں ہے، عید کے دوسرے دن نکاح رکھ لیتے ہیں، پھر زریاب کے بعد مجھے شامین کا بھی سوچنا ہے۔'' آج پھر وہ دست سوال دراز کر رہی تھیں۔

''تم تو ہتھیلی پر سرسوں جما رہی ہو، اتنی جلدی تیاری کیسے ہوگی؟'' بابا پریشان ہو گئے تھے۔

''ہم کون سا رخصتی کر رہے ہیں، بس چند لوگ نکاح میں شریک ہوں گے، روز روز اسلام آباد سے آنا بھی تو ممکن نہیں ہے۔'' شافعہ بضد تھیں، دونوں کی محفل اندر جمی تھی، جبکہ زریاب اور اسد ٹی وی دیکھنے اور شہرے، شامین سحری کی تیاری میں مصروف تھے۔

''زریاب بھائی کو کھانے کا بالکل شوق نہیں ہے، کتنا اچھا پکاتی ہو، دیکھنا کتنے موٹے ہو جائیں گے شادی کے بعد۔'' شامین کی بات پر شہرے نے ہنستے ہوئے اسے ماری تھی، افطار کے بعد شہرے اور شامین کا بابا کے ساتھ بازار جانے کا پروگرام تھا، جسے اسد نے چالاکی سے بدل کر زریاب اور خود کو بابا کی جگہ فٹ کیا تھا۔

''بیٹا! جلدی آ جانا، حالات کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، کب کیا ہو جائے، یہاں راتیں اب نہیں جاگتیں۔'' بابا نے ہدایت کی تھی۔

''جی انکل! آپ پریشان نہ ہوں، میں جلدی لے آؤں گا سب کو۔'' زریاب نے انھیں تسلی دی تھی۔

Digest.pk

"اسد! جلدی کرو تم اور دیر لگا رہے ہو، تم دونوں کی کتنی شاپنگ رہ گئی ہے ابھی، شاہین! بعد میں کر لینا۔" اب زریاب کی جلدی پر اسد نے اپنا سر پیٹ لیا تھا کہ کیوں اسے اپنے ساتھ لایا۔ ان کے 3,4 گھنٹے کے پلان کو وہ ڈیڑھ 2 گھنٹے میں ختم کروا کر لے آیا تھا، جس پر اسد کا خون کھول اٹھا تھا۔

"واہ! اپنی ہونے والی بیگم کے لیے گفٹس اور چوڑیاں لے لیں، میں کچھ بھی نہ لے سکا، تمہاری جلدی میں۔" وہ اس کے سر پر کھڑا تھا، جس نے اپنی پسند سے شہرے اور شاہین دونوں کو شاپنگ کروائی تھی۔

"تو تم نے کیا اپنے لیے بھی چوڑیاں؟" زریاب نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تھا۔

"خبردار! اپنے لیے نہیں، اپنی ہونے والی بیگم کے لیے۔" اسد نے تڑپ کر اس الزام کی تردید کی تھی۔

"کیا... کہاں ہے وہ؟ جو ہمیں نہیں پتہ۔" شہرے نے حیرانگی سے اپنے بھائی کو دیکھا تھا۔

"تم دونوں کی قریب کی نظر کمزور ہے۔" اسد نے شہرے اور زریاب کو ایک ساتھ لپیٹا تھا، جس پر دونوں نے محوم کر شاہین کو دیکھا تھا جو معصومیت کی انتہا پر کافی پی رہی تھی، زریاب کے گھورنے پر کشن منہ پر رکھ لیا تھا، زریاب نے اٹھ کر اسد کو گلے لگایا تھا اور شہرے سب کو بریکنگ نیوز دینے چلی گئی تھی۔

☆...☆...☆

آخری عشرے کی شروعات تھی کہ ظہر کے وقت شہر میں مسجد خون سے رنگ دی گئی، اپنی بنائی نام نہاد شریعت کے پیروکاروں نے خدا اور رسول کی شریعت اور تعلیمات کی دھجیاں اڑا دیں، باقی سب تو گھر پر تھے، مگر اسد کے آفس آور زتھے دھماکے کی جگہ اس کے آفس سے قریب تھی۔

"شہرے! اس کے آفس فون کرو، موبائل تو بالکل ناکارہ ہو گئے ہیں اس وقت۔" بابا نے روتی ہوئی شہرے کا کندھا ہلایا تھا، مگر اس سے پہلے ہی زریاب فون کی طرف بڑھا تھا، اور مایوس لوٹا تھا کہ لینڈ لائن کی حالت بھی بری تھی، ظہر سے عصر کا وقت ہو گیا تھا، یوں تو وقت زیادہ نہیں تھا، مگر جب کسی کا شدت سے انتظار ہو تو نہ جانے کیوں لمحے صدیوں پر محیط ہوتے ہیں اور ان دنوں کا حال کوئی کیا جانے جن میں رہنے والے کی آہٹ تو ہر وقت سنائی دیتی ہے، مگر نظروں میں سوئی چبھ کھٹ ہو، عصر سے کچھ دیر قبل اسد گھر آیا تھا، تو سب کی جان میں جان آئی تھی۔

"کہاں تھے تم...؟ کب سے یہ حادثہ ہوا ہے، میل بھی آف تھا تمہارا۔" امی اس پر ناراض بھی تھیں اور آنسو بھی رواں تھے، اس نے ایک نظر میں سب کے پریشان چہرے اور شہرے، شاہین کی سوجی آنکھیں دیکھ لی تھیں۔

"بابا! میں اس مسجد میں نہیں تھا، کام کی وجہ سے [illegible] ہی پڑ گئی تھی، مگر ٹریفک اتنی بری طرح جام تھی، ایمبولینسز بلاک تھے، اس لیے ٹائم لگ گیا، اب آ گیا ہوں نا، بس کر تسلی دی تھی۔

"اچھا اب تو میں آ گیا، تم دونوں کام چور اٹھ جاؤ، افطاری کی تیاری کرو، مجھے پتہ ہے بہانہ کر کے کوئی کام نہیں کیا ہو گا۔" اس نے شہرے اور شاہین کو ٹوکا تھا، جو روتے ہوئے بھی اس کی بات سن کے ہنس پڑی تھیں۔

"اسد! تم آفس میں ہی نماز پڑھ لیا کرو، مسجد نہ جاؤ۔" اسد نے حیرت سے ماں کو دیکھا تھا۔

"امی! کیا کہہ رہی ہیں، مسجد کیوں نہ جاؤں، مسجد میں دھماکا ہو گیا تو نماز پڑھنا چھوڑ دیں، بازار میں ہو جائے تو باہر نکلنا چھوڑ دیں، اب تو بچوں کے اسکول بھی محفوظ نہیں تو کیا وہ بھی اسکول نہ

جائیں، گھر بھی کسی حد تک غیر محفوظ ہیں، گھر بھی چھوڑ دیں، آخر کب تک ہم پیچھے ہٹتے رہیں گے، آج اگر یہ لوگ اتنے مضبوط ہیں تو اسی لیے کہ ہمیں پیچھے ہٹایا گیا ہے، جگہ دی انھیں آگے بڑھنے کی، نہیں ہم وہ قوم ہیں جو ہر مصیبت سے لڑ کر مسکرا اٹھتی ہے، اسی لیے دشمن آج تک ناکام ہے ہمیں کمزور کرنے میں، اور ہم اللہ کا گھر کیسے ویران کردیں، یہ تو ان نام نہاد مسلمانوں کی خواہش ہے کہ ہم سے ہمارا دین چھین لیں، امی! باہر سڑک پر مرنے سے بہتر ہے، مسجد میں اللہ کے سامنے سربسجود ہوکر جان دی جائے، یہ بہت وقت تھا ہم اپنی عیدیں اور خوشیاں گھر پر آکر مناتے تھے، آج عید آئی ہے، ہم محض رسم نبھاتے ہیں مگر دل اداس رہتے ہیں، یہ ان منافقین کی وجہ سے ہی ہے، مگر یہ ان کی بھول ہے کہ ہم خوشیاں منانا چھوڑ دیں گے، ہم مسلمانوں کی خوشی ہی نماز اور پاکستان ہونے کے ناتے جشن ہی شہادت ہے، ہمارا فخر ہمارے جوان ہیں جن کے لیے آپ جیسی مائیں دعا کرتی ہیں امی!'' اسد نے جذب سے ان کے ہاتھ چوم لیے۔

''شہرے! سن لو، میں انتظاری بھی نہیں چھوڑوں گا، ابھی تک یہیں جمی ہو، نصیب پھوٹ گیا زریاب! ہم دونوں کا۔'' اس کی حرکت پر سب ہنس پڑے تھے، شہرے نے جوابی حملہ کشن مار کے کیا تھا، سب کے باہر جانے کے بعد زریاب نے اسے اٹھا کر گلے لگایا تھا اور اسد اکیلے میں اس کے سہارے اپنے آنسو اسے سونپ گیا تھا۔

''زریاب! میں بھی اسی مسجد میں تھا، خوش قسمتی سے میں ابھی گیٹ سے باہر تھا، زریاب! ان انسانی جانوں کی بے حرمتی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی، کئی کو میں نے ایمبولینس تک چھوڑا، ہم دس دن بعد عید منائیں گے، لاکھ میں سب کو ہنس کے دکھادوں، مگر دل لہولہو ہے، یہ کیا کردیا ہم لوگوں نے، کہیں نہ کہیں تو ہماری غلطی ہے ناں؟'' اسد نے زریاب سے پوچھا تھا۔

''ہاں غلطی تو ہماری ہے کیوں کہ ایسے لوگوں کی حمایت کرنے والوں کو سر آنکھوں پر بٹھا کر اپنے ہی محافظوں کی پشت خالی کردی، اسی غلطی کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں، اب گنجائش نہیں کہ غلطی در غلطی کی جائے ورنہ شاید کسی کو دکھانے کے لیے بھی ہم ہنس نہ سکیں۔'' زریاب نے سر صوفے کی پشت سے ٹکا دیا تھا، تب ہی اذان مغرب کی صدا نے اللہ کی رحمت کا احساس اجاگر کیا تھا، چاہے کوئی نہ بھی ہو تو بھی اللہ اپنے بندوں کے لیے موجود ہے بشرطیکہ بندہ رجوع تو کرے۔

☆.....☆.....☆

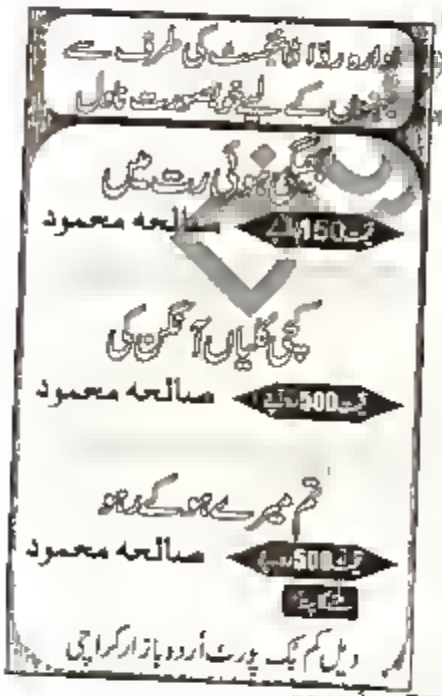

نائلہ طارق

قسط نمبر 18

جو عشق میں جیتی وہ عشق ہی جانے

جلا ہوا دل ہے میرا بجھا ہوا ہے
دھواں دھواں بن کے رہنا میری سزا ہے

Digest.pk

شکر کی دلکش آواز یکدم مدھم پڑتی ایک انگلش نمبر کے تیز میوزک میں غائب ہوگئی تھی، بیک گراؤنڈ میوزک میں اس کی کھنکھناتی ہنسی بھی شامل ہوگئی تھی۔

"خرمن! خدا کے لیے بیک گراؤنڈ چینج کردو۔" عثمان کی آواز میں جھنجلاہٹ تھی۔

"ایسا بالکل نہیں ہوگا، دیک اینڈ کا فارمیٹ ہے خوشی، انجوائمنٹ، پلیجر میں سب پوچھ رہے ہیں کہ آپ کے موڈ کو ہوا کیا ہے، خواتین زیادہ پریشان ہیں۔" بیک گراؤنڈ میوزک کی بلند ہوتی آواز کے ساتھ ایک بار پھر اس کی کھلکھلاہٹیں بکھری تھیں۔

"کچھ ٹیکنیکل پرابلم کی وجہ سے کالز کا سلسلہ رک گیا تھا مگر اب ہمارے انجینئر صاحب یہ پرابلم دور کر چکے ہیں۔" دھیمے ہوتے بیک گراؤنڈ کے ساتھ عثمان کی آواز ابھری تھی۔

"پھر جلدی سے کمال شامل کرتے ہیں اور سنتے ہیں آج کے ٹاپک کے بارے میں اپنے لسنرز کی رائے۔" خرمن نے کہا تھا۔

''مجھے یقین ہے کہ اس کال میں بھی آپ سے یہی سوال کیا جائے گا کہ آپ کا بولنے کا انداز ہارون سے ملتا جلتا کیوں ہے؟'' عثمان کا لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔

''اگر آج بھی یہ سلسلہ چلتا رہا تو میں یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤں گی کہ ہارون مجھ سے کچھ زیادہ ہی امپریس ہیں، اور وہ مجھے کال کرتے ہیں۔'' وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''میں دعا کر رہا ہوں کہ ہارون اس وقت تمہارا یہ اسٹیٹمنٹ سن رہے ہوں۔'' عثمان نے کہا تھا۔

''مجھے نہیں لگتا کہ یہ پروگرام سننے کا اسٹیمنا ان میں بچتا ہوگا۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔

''ظاہر ہے، اپنے پروگرام میں شادی کے پروپوزلز لیتے لیتے وہ تھک بہت جاتے ہیں۔'' عثمان نے کہا تھا۔

''اب تو میں دعا کر رہی ہوں کہ ہارون پروگرام سن رہے ہوں۔'' خرمن ہنسی تھی۔

''کون ہے ہمارے ساتھ لائن پر؟''

''میری کال لگ گئی ہے مجھے یقین نہیں آ رہا، میں کب سے ٹرائی کر رہا تھا خرمن! مجھے لازمی آپ سے بات کرنی تھی۔''

''خرمن! اس کی کال کاٹ دو۔'' عثمان نے فوراً کہا تھا۔

''نہیں نہیں، عثمان بھائی! مجھے آپ سے بھی بات کرنی ہے۔'' لڑکا گڑبڑا اٹھا تھا۔

''اپنا نام بتاؤ بیٹا!'' خرمن ہنسی روکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''میں چھوٹا سا نہیں ہوں، آپ مجھے بیٹا مت کہیں۔'' وہ لڑکا ہول کر بولا تھا۔

''تم چھوٹے نہیں ہو، مگر ان کا رتبہ بہت بڑا ہے، یہ میرے جیسے انسان کی روحانی استاد ہیں، اب تم خود ان کی عمر کا اندازہ لگا لو۔''

''عثمان! یہ کچھ زیادہ ہو رہا ہے۔'' خرمن کے خفگی [illegible] ہنسا تھا۔

''میری لائن کٹ جائے گی، آپ دونوں میری طرف بھی دھیان دے لیں۔'' کالر نے انھیں یاد دلایا تھا۔

''جلدی سے اپنا نام بتاؤ ورنہ تمہاری لائن کاٹ دوں گا۔'' عثمان نے پھر لڑکے کو ہولایا تھا۔

''میں وہی ہوں جسے آپ نے اپنے شو کے اسٹارٹ میں برتھ ڈے وش کی تھی۔''

''خدانخواستہ تم ایبک تو نہیں ہو؟'' عثمان نے پوچھا تھا۔

''جی ہاں، میں ایبک ہی ہوں، اور میں نے پہلی بار آپ کے شو میں کال کی ہے، میں آپ دونوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ آن ایئر آپ نے مجھے وش کر کے مجھے اور بھی خوش کر دیا ہے۔''

''ایبک! سانس لے لو اور ٹرین سے اتر کر بات کرو۔'' اس کی اسپیڈ پر خرمن ہنسی تھی۔

''خرمن! میں آپ کی اتنی پیاری ہنسی کا بھی فین ہوں، کیا میں آپ سے ملنے ریڈیو اسٹیشن آ سکتا ہوں؟ عثمان بھائی سے تو میری ملاقات ہو چکی ہے، یہ تو بہت زیادہ ہینڈسم ہیں، ان کو تو ویسے بھی سب میگزینز میں دیکھ چکے ہیں، مگر میری خواہش ہے کہ میں آپ سے ملوں۔''

''ایبک! ہماری بھی سن لو بھائی!'' عثمان نے پھر اسے روکا تھا۔

''خرمن ضرور تم سے ملیں گی، مگر اس کے لیے ابھی تمہیں ایک کام کرنا ہوگا۔''

''میں کچھ بھی کرنے کے لیے تیار ہوں۔''
''عثمان! آپ اس کا جذبہ محسوس کر رہے ہیں؟'' خرمن نے کہا تھا۔
''ابھی سارے جذبے سامنے آجائیں گے، ایبک! تمہیں بس یہ کرنا ہے کہ ابھی خرمن کو پانچ بار خرمن باجی کہہ کر پکارو۔''
''یہ تو بہت چھوٹا کام ہے، کوئی بڑا کام بتائیں۔'' ایبک کے برجستہ کہنے پر خرمن بے ساختہ ہنسی تھی۔
''بڑا کام کرنے کے لیے پہلے تمہیں بڑا ہونا پڑے گا، کتنے سال کے ہو گئے ہو؟'' عثمان نے پوچھا تھا۔
''آج 12 بجے کے بعد پورے 19 سال کا ہو جاؤں گا۔''
''19 سالوں میں کتنی گرل فرینڈز بدلی ہیں تم نے؟'' خرمن نے پوچھا تھا۔
''میری ماما یہ شوشن رہی ہیں۔'' ایبک کو فکر ہوئی تھی۔
''یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔'' خرمن ہنسی تھی۔
''ایبک! تمہیں یہاں آ کر خرمن سے ملنا ہے تو بس ایک آسان سوال کا جواب دے دو، اور وہ یہ ہے کہ ہارون شادی کب کر رہے ہیں؟'' عثمان نے کافی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔
''یہ تو ان کو ہی پتہ ہوگا۔''
''تمہیں بھی تو پتہ رکھنا چاہیے، بڑے بھائی کی کوئی ذمے داری تم پر بھی تو عائد ہوتی ہے۔'' خرمن نے جیسے سمجھایا تھا۔
''آپ ان سے بات کر لیں وہ آپ کے سامنے ہی ہیں۔'' ایبک کی اطلاع نے اسے دنگ کر دیا تھا۔
''ہارون! آپ نے سنا خرمن آپ کے بارے میں کیا کہہ رہی ہیں؟'' عثمان نے فوراً دامن بچانے کی کوشش کی تھی۔
''میں خرمن کو بھی سن رہا ہوں، اور تمہیں بھی، تم دونوں ہمارا پیچھا چھوڑو کیوں کر رہے ہو؟'' ہارون کے کہنے پر وہ دونوں ہی ہنسے تھے۔
''یقین کریں، میں میسجز دیکھ رہی ہوں اور سب ہی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ شادی کب کر رہے ہیں؟'' خرمن نے بتایا تھا۔
''میرا خیال ہے کہ میرا بینڈ بجائے بغیر بھی آپ دونوں کا پروگرام زبردست ہو رہا ہے۔'' ہارون کے جواب پر وہ پھر کھلکھلائی تھی۔
''ہارون! میں نے سنا ہے کہ آپ اپنے پروگرام میں خرمن کو کاپی کرتے ہیں؟'' عثمان کے سوال پر وہ بے ساختہ ہنسا تھا۔
''اگر تمہاری طرح میری روحانی استاد بھی خرمن ہوتیں تو میں بغیر سوچے سمجھے یہ الزام قبول کر لیتا، میرا خیال ہے کہ کال طویل ہو رہی ہے دوسرے کالرز انتظار کر رہے ہوں گے۔'' ہارون نے یاد دلایا تھا۔
''ہارون! بہت شکریہ کہ آپ ہمارا شو سن رہے ہیں، آپ جیسے سینئرز کی حوصلہ افزائی ہمارے لیے باعث فخر ہے۔'' خرمن نے سنجیدگی سے کہا تھا۔
''میں اپنے لسنرز کو یہ بتا دوں کہ میں اور خرمن اگر ان ہاٹ سیٹ پر موجود مائیک کو استعمال کرنے کے قابل ہوئے ہیں تو صرف ہارون کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے۔'' عثمان نے کہا تھا۔

"بہت زیادہ کسر نفسی سے کام مت لو تم دونوں جہاں ہو وہاں تک اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ہو، دو منٹ ایبک کو دو وہ کچھ بات کرنا چاہ رہا ہے۔" ہارون نے کہا تھا۔

"عثمان بھائی! پروگرام کے اینڈ میں دوبارہ میرا نام لے کر وش کرنا ہے آپ دونوں نے، اور میرے فرینڈ نے آپ کے چوکیدار کو میری برتھ ڈے کا کیک دے دیا ہے۔"

"صرف کیک پر ٹرخا رہے ہو؟" عثمان نے گھرکا تھا۔

"اور بھی بہت کچھ ہے، کیک ضرور کھائیے گا۔"

"ایبک! تمہارا بہت شکریہ مگر اتنی زحمت کیوں کی تم نے؟" خرمن نے کہا تھا۔

"کیونکہ آپ دونوں نے مجھے وش کیا ہے۔"

"ایبک! ہارون کی برتھ ڈے کب آ رہی ہے؟" عثمان کے سوال پر خرمن بے ساختہ ہنسی تھی۔

☆---☆ ☆

"مجھے زیادہ دیر تو نہیں ہوئی؟" فرنٹ سیٹ پر بیٹھتی وہ اس سے پوچھ رہی تھی جو بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"پہلے ہی دیر ہو چکی ہے تم ڈسٹرب ہو گئے ہو اور اب تو ہفتے میں تین دن مجھے شوکر نے ہوں گے۔" کچھ شرمندہ لہجے میں وہ بولی تھی۔

"میں تمہاری وجہ سے ڈسٹرب نہیں ہوتا؟" مسکراتی نظر اس نے خرمن پر ڈالی تھی۔

"کسی بات کے لیے پریشان ہو تو میں تو خوش ہونا چاہیے کہ تمہارے کلائنٹس زیادہ سے زیادہ سننا چاہتے ہیں۔" عارش کے نرم لہجے پر وہ مطمئن سی ہوئی تھی، پیچھے بھاگتے مناظر سے نظر ہٹا کر وہ عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"کیا ہوا، کوئی مسئلہ، کوئی پریشانی ہے؟" خرمن کے سوال پر وہ حیران ہوا تھا۔

"نہیں، مگر تمہیں ایسا کیوں لگا؟"

"تمہارے چہرے سے لگ رہا ہے، خاموش بھی ہو، شاید تم کچھ سوچ رہے ہو، نظروں پر وہ اس سے نظر نہیں ملا سکا تھا کہ واقعی وہ الجھن میں تھا، اسے سلجھانے کی کوشش [illegible] رہا تھا لیکن وہ حیران ضرور تھا کہ خرمن نے کب سے اس کے چہرے کو پڑھنا شروع کر دیا اور وہ کب سے اس کی خاموشی کی پرواہ کرنے لگی ہے، اتنی اہمیت تو اسے کبھی خرمن سے نہیں ملی تھی۔

"شاید تمہیں وہم ہوا ہے ورنہ ایسا تو کچھ نہیں ہے۔" عارش نے اسے ٹالا تھا۔

"کچھ کھانے کا دل چاہ رہا ہے تو ابھی بتا دو، ویسے بھی تم نے رات کا کھانا نہیں کھایا تھا اور میں تمہارے ساتھ کھانا کھانے کا ارادہ رکھتا تھا۔"

"گھر میں کھانا تیار رکھا ہے، اس کے علاوہ کیا کھاؤں، رہنے دو۔" وہ بولی تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم خود کفیل ہو چکی ہو، مگر کبھی کبھی تو مجھ سے کوئی فرمائش پوری کروایا کرو۔" وہ کچھ ناراضی سے بولا تھا۔

"تم کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑتے لہٰذا فرمائش کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔" خرمن نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"لیکن اگر تمہیں میرے بنائے گئے کھانے میں فائدہ محسوس نہیں ہوگا تو احتیاطاً تم اپنے لیے کچھ کھانے

Digest.pk

کے لیے خرید سکتے ہو۔"

"روز روز کھانا باہر سے لانے کے بجائے میں اسے کیوں نہ ہمیشہ کے لیے لے آؤں جس کے بنائے گئے کھانے میں ذائقہ ہو؟" ایک مسکراتی نظر عارش نے اس پر ڈالی تھی۔

"میری طرف سے تم آج ہی لے آؤ، مجھے کیا فرق پڑے گا، مرد ایسے کام کرتے ہی رہتے ہیں، اور تم پر تو مجھے پہلے ہی بھروسہ نہیں ہے، میری طرف سے سو بار ایسے کام کرو تم، حیرت نہیں ہوگی مجھے۔" اس کے تلخ لہجے پر عارش کے تاثرات بدلے تھے۔

"ظاہر ہے، جو محبت کے قابل نہیں، وہ تمہارے لیے بھروسے کے قابل کیسے ہو سکتا ہے۔" عارش کا لہجہ طنزیہ ہوا تھا۔

"تم محبت کے راگ جہنم میں نہیں بھیج سکتے؟" خرمن نے کوفت سے اسے دیکھا تھا۔

"کہو تو میں چلا جاؤں؟"

"پہلی فرصت میں۔" باہر سائن بورڈ پر نظر ڈالتی وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"تم مذاق میں بھی ہماری دوستی اتنی منفی نظر سے کیوں دیکھتی ہو؟" وہ زچ ہو کر بولا تھا۔

"میں وہی دیکھتی ہوں جو ہوتا ہے اور وہ کسی سے برداشت نہیں ہوتا۔" وہ سرد لہجے میں بولی تھی۔

"تم وہی دیکھتی ہو جو تمہاری نظریں دیکھنا چاہتی ہیں، ورنہ وہ سچ بھی تمہیں دکھائی دے سکتے ہیں جو کھلے پڑے ہیں تمہارے سامنے، مگر تم کو صرف وہی دیکھنا ہوتا ہے جو تم دیکھنا چاہتی ہو۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔

"میں کسی کی تابع نہیں ہوں، جو میرے سامنے ہوگا میں وہی دیکھوں گی، تمہیں غلط فہمی لگاتا ہے تو لگاؤ، مجھے پرواہ نہیں۔" اس کے نخوت بھرے لہجے پر وہ بمشکل خود کو چیخنے سے روک سکا تھا، کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس لاحاصل بحث کو لے کر وہ اپنے اور اس کے تعلقات کو ڈسٹرب کرے۔

"سنو۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

"بابا کی شاپ سے فون آیا تھا، کچھ حساب کتاب کا معاملہ ہے، انہوں نے بھی مجھے تاکید کی تھی کہ تمہیں یاد دلا دوں، کل چھٹی کا دن ہے، تم فری ہو گے تو کل ہی شاپ پر چلے جانا۔"

"چلا جاؤں گا۔" اس کی جانب دیکھے بغیر وہ بگڑے تاثرات سے محظوظ ہوا تھا۔

"کہاں... جہنم میں؟"

"تم مجھے سکون سے ڈرائیونگ کرنے دو گی بھی یا نہیں؟" اس کے جھلائے ہوئے انداز پر وہ اپنی ہنسی نہیں روک سکی تھی۔

☆---.☆☆

"صرف ایک گھنٹے کی بات ہے، خرمن کے سامنے تم مان گئے تھے اور اب مجھے یہاں چھوڑ کر بھاگ جانا چاہتے ہو۔" میزہ زچ ہو کر بولی تھی۔

"خرمن کے سامنے میں اس لیے انکار نہیں کر سکا کیونکہ مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے، بس... یہی سننا چاہتی تھیں تم؟" عارش نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"تمہاری فرینڈ کی بہن کے ولیمے میں میرا آخر کیا کام؟ میں ایک گھنٹے بعد تمہیں پک کر لوں گا۔"

"تم میرے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتے، اگر میری جگہ خرمن ہوتی تو کیا تم اسے گھر سے اتنی دور یہاں تنہا

چھوڑ کر بھاگتے؟'' منیزہ نے شدید ناراضی سے اسے دیکھا تھا۔

''اگر تمہاری جگہ خرمن ہوتی تو وہ میرے بغیر ہی یہاں آنا پسند کرتی، اور تمہارے کیا مطلب ہے تمہارا؟ ویسے میں کیا صرف تم ہی انوائیٹڈ ہو اور لوگ نہیں ہوں گے؟''

''اچھا ریسپشن تک تو چھوڑ دو یا ابھی فون کروں خرمن کو؟'' منیزہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا نا چار عارش کو اس کی ڈھٹائی کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے تھے۔

''اب جاؤں میں؟'' ایک طائرانہ نظر وسیع سبزے پر پھیلی رونقوں پر ڈالتا وہ منیزہ سے مخاطب ہوا تھا، مگر اگلے ہی پل بوکھلا اٹھا تھا جب منیزہ اچانک ہی دونوں ہاتھوں میں اس کا بازو دبوچے مزید آگے بڑھی تھی۔

''کیا کر رہی ہو، میں اس سے آگے نہیں جاؤں گا۔'' اپنا بازو چھڑاتے ہوئے عارش نے اسے گھرکا تھا، جو کھلکھلا کر ہنستی چلی گئی تھی تب ہی اپنے نام کی پکار پر عارش چونک کر اس جانب متوجہ ہوا تھا اور اگلے ہی پل خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوا تھا، ایبک کے مسکراتے چہرے کے پیچھے سے آتے ایک سنجیدہ سے چہرے نے منیزہ کی مسکراہٹ غائب کر ڈالی تھی، بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس وجاہت سے بھرپور وہ شخص آج پھر اس کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کر گیا تھا۔

''میں تو آپ کو ڈھونڈتے ہی ادھر دوڑا آیا، یقین کریں میں یہاں بہت بور ہو رہا تھا، آپ نے یہاں انٹری دے کر میرا موڈ ہی چینج کر دیا ہے۔'' ایبک اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔

''ویسے ہائی واٹ ہیپنڈ ٹو یو بوتھ آپ دونوں آپس میں گتھم گتھا کیوں تھے؟'' ایبک کے حیران لہجے پر عارش نے دھیرے سے ہنستے ہوئے منیزہ کے غصہ سے تنے نقوش دیکھے تھے جو کہ پہلے ہی خود پر جمی گہری نظروں پر پزل کھڑی تھی۔

''اس لیے کہ اس تقریب سے میرا کوئی انٹرسٹ نہیں ہے یہ محترمہ زبردستی اپنے ساتھ مجھے یہاں کھینچ لائی ہیں۔''

''پھر تو ایبک کو ان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے، بلکہ مجھے بھی۔'' سنجیدگی مسکراہٹ کے ساتھ ہارون نے ایک نگاہ اسے بھی دیکھا تھا، جو آج بالکل ایک مختلف اور منفرد روپ میں ہوا کے دوش پر تھی، لائٹ اور ڈارک گلر کومبینیشن کے فینسی لباس میں اس کا ہلکے ہلکے میک اپ سے سجا سنورا چہرہ دہشت پر کشش لگ رہا تھا، شانوں سے نیچے تک جاتے ادھ کھلے بالوں کی سیاہ تراشیدگیں اس کے چہرے کے گرد دلکشی بھی لگ رہی تھیں، رہی سہی کسر کانوں میں جگمگاتے آویزوں نے پوری کر دی تھی، اپنے چہرے سے گھرائی نگاہوں کی تپش نے اسے کچھ گھبراہٹ میں مبتلا کیا تھا، جبکہ عارش ان دونوں کی طرف متوجہ منیزہ کو تقریباً بھول ہی گیا تھا۔

''عارش! میں اپنی فرینڈز کے پاس جا رہی ہوں، تم جاؤ گے تو نہیں؟'' اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے منیزہ نے التجائی نظروں سے دیکھا بھی تھا۔

''آپ بے فکر ہو کر جائیں، آپ کے لیے نہ سہی مگر میرے لیے تو ان کو رکنا پڑے گا۔'' عارش سے پہلے ہی ایبک بول اٹھا تھا۔

''ظاہر ہے، اب تو رکنا پڑے گا مگر ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں اور تمہارا ٹائم شروع ہو چکا ہے۔'' عارش کی تاکید پر مسکراتے ہوئے اس کی نگاہیں بس ایک پل کے لیے ہارون سے ملی تھیں، مگر پھر وہ سرعت سے آگے بڑھ گئی تھی، ان دونوں کی ہمراہی میں ایک نسبتاً پرسکون گوشے میں ٹیبل کے گرد وہ براجمان ہوتا دونوں کی

طرف متوجہ تھا۔
"آپ دونوں یہاں کیسے؟"
"اعظم انکل، پاپا کے قریبی دوست ہیں اور یہ ولیمہ ان کے بیٹے کا ہے، شرکت تو کرنی ہی تھی۔" ہارون نے بتایا تھا۔
"مجھے تو پاپا زبردستی لے آئے ہیں، سخت بور ہو رہا ہوں، اگر آپ مجھے نظر نہ آتے تو میں یہاں سے بھاگنے والا تھا۔" ایبک نے تشکر آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔
"میں تمہاری فیلنگز سمجھ سکتا ہوں کیونکہ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے، ویسے آج تم بہت زیادہ اچھے لگ رہے ہو۔" عارش کی تعریف پر ایبک نے فخر سے اپنا ہی شانہ تھپتھپایا تھا۔
"عارش! اب تم جیسے اچھے دوست کے لیول تک آنے کے لیے اس کو اچھا نظر آنے کی سر توڑ کوشش تو کرنی ہی ہوگی۔" ہارون نے بہت سنجیدگی سے ایبک کا فخر غارت کیا تھا۔
"نہیں، ایبک مجھ سے زیادہ بہتر اور اچھا ہے۔" عارش نے مسکراتی نظروں سے ایبک کو دیکھا تھا۔
"سن لیا آپ نے، اب آپ میرے دوست کے سامنے میری انسلٹ کرنا بند کریں۔" ایبک نے خشمگیں نظروں سے ہارون کو دیکھا تھا۔
"ویسے آپ کو یہاں دیکھ کر مجھے کافی حیرت ہوئی ہے۔" وہ ہارون سے مخاطب ہوا تھا۔
"آپ کو لوگ جانتے ہیں، پہچانتے ہیں اور جب انسان لائم لائٹ میں آجاتا ہے تو زیادہ لوگوں کے درمیان جانے سے بچتا ہے۔"
"کیسی لائم لائٹ...؟ مجھے اس سے دور ہی رکھو، میری بیوی کی وجہ سے اور اللہ کی مہربانی سے مجھے کچھ نام ضرور ملا ہے، مگر لوگ مجھے صرف میرے نام اور کبھی کبھی آواز سے عام طور پر پہچان جاتے ہیں، کیونکہ جو مجھے سنتے ہیں، انھوں نے کبھی مجھے نہیں دیکھا ہے۔"
"واقعی ایسا ہے؟" عارش کو حیرت ہوئی تھی۔
"جی ہاں، ایسا ہی ہے، بھائی نہ تو کسی میگزین کے لیے انٹرویو دیتے ہیں اور نہ ہی اپنے لیکچرز سے ملاقات کرتے ہیں۔" ایبک نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔
"مگر مزے کی بات یہ ہے کہ لوگ اتنا ہی ان کو جاننے اور دیکھنے کے لیے بے تاب ہیں، خاص طور پر گرلز۔" ایبک نے شرارتی نظروں سے ہارون کو دیکھا تھا۔
"میں ایبک کی تائید کروں گا، کیونکہ میں نے جب جب آپ کا پروگرام سنا تھا وہ تمام کالرز خواتین کی ہی تھیں۔" عارش کے مسکراتے لہجے پر وہ دھیرے سے ہنسا تھا۔
"ہاں، یہ الزام تو مجھ پر ہے لیکن اب میں کیا کر سکتا ہوں، کالز لیتے وقت مجھے بھی نہیں پتہ ہوتا کہ دوسری جانب کون ہوگا اور میں اپنے تمام کالرز کی بہت عزت کرتا ہوں، مگر پرسنلی ان سے ملنا میرے لیے ذرا مشکل ہے۔" اپنی صفائی دیتے ہوئے ہارون نے کہا تھا۔
"آپ کے فادر نہیں ہیں؟" بالآخر یہ سوال کرنے سے عارش خود کو روک نہیں سکا تھا۔
"ظاہر ہے ان کی یہاں موجودگی لازم ہے۔ وہ اعظم انکل کے ساتھ ہی ہوں گے۔" ہارون نے اردگرد بکھرے لوگوں پر نظر بھی دوڑائی تھی۔

''عارش! پاپا تو آپ سے ملنا چاہتے ہیں، آپ ملیں گے ان سے؟'' ایبک نے پوچھا تھا۔
''ہاں ضرور، کیوں نہیں۔'' عارش نے فوراً کہا تھا کہ قدرت کی طرف سے اسے ایک اور راستہ مل رہا تھا اور وہ اسے کسی صورت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔
''کل مجھے بالکل وقت نہیں ملا تھا، مگر تم نے بھی مجھے کال نہیں کی، تم کہاں معروف تھے؟'' عارش نے ایبک سے شکایت کی تھی۔
''ڈے نائٹ میچز کے علاوہ اس کی کیا مصروفیات ہو سکتی ہیں۔'' ہارون نے درمیان میں کہا تھا۔
''رات میں، میں آپ کو کال کرنا چاہ رہا تھا مگر پھر یاد آیا کہ آپ تو سو چکے ہوں گے، مجھے سمجھ نہیں آتا کہ آپ اتنی جلدی کیسے سو جاتے ہیں۔'' ایبک نے کچھ حیرت سے پوچھا تھا۔
''اب تم اسے میری کمزوری کہو یا عادت کہ نیند مجھ پر جلدی مہربان ہو جاتی ہے، زیادہ رات تک جاگنا میرے لیے مشکل ہوتا ہے، مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ لوگ رات بھر جاگ کر موویز کیسے دیکھ لیتے ہیں، یا مطالعہ کیسے کر لیتے ہیں، میں تو اس بارے میں سوچ کر ہی پریشان ہو جاتا ہوں۔'' عارش نے کہا تھا۔
''آپ کو کیا لگتا ہے، لوگ صرف موویز اور مطالعے کے لیے ہی رات بھر جاگ سکتے ہیں؟'' شرارتی نظروں سے عارش کے معصوم چہرے کو دیکھتا وہ ہنسا تھا۔
''ایبک! تمیز کے دائرے میں رہا کرو، تم حد سے زیادہ منہ پھٹ ہوتے جا رہے ہو۔'' ہارون نے ناگواری سے اسے ڈپٹا تھا جو اپنی ''کمار و کیریئر'' کی کوشش میں تھا، ہلکی پھلکی باتوں کے دوران وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا تھا۔
''ایک گھنٹہ گزر چکا ہے، مجھے اب جانا چاہیے۔'' گھڑی کی واچ میں وقت دیکھتے ہوئے عارش نے کہا تھا۔
''ایبک! تم مجھے کس سے ملوانا چاہتے تھے؟''
''جی ہاں، میں پاپا کو ہی دیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں، وہ تو مجھے یہاں چھوڑ کر بھول ہی گئے ہیں۔'' بولتے ہوئے ایبک نے متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا تھا۔
''میں بھی اب مزید نہیں رکنا چاہتا، مگر پاپا ابھی واپس نہیں آئے تو میں بھی نہیں جاؤں گا۔'' ہارون بولا تھا۔
''میں آپ کو گھر ڈراپ کر دوں گا۔'' عارش نے کہا تھا۔
''تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوگا؟'' ایک پل کو کچھ سوچ کر ہارون نے پوچھا تھا۔
''مجھے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے، آپ کا گھر میرے گھر سے زیادہ دور تو نہیں ہے۔''
''لیکن تمہیں اپنی کزن کو بھی تو ان کے گھر ڈراپ کرنا ہوگا۔'' ہارون نے کہا تھا۔
''ان کی آپ فکر نہ کریں بھائی! عارش ہیں ان کی فکر کرنے کے لیے۔'' ایبک کے معنی خیز لہجے پر جہاں عارش کچھ حیران ہوا تھا وہیں ہارون کو کوئی چیز چبھی تھی، مگر وہ ضبط کر گیا تھا۔
''آپ دونوں چلے جائیں گے تو میں کیا کروں گا یہاں؟ مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔'' ایبک بیزار ہو کر بولا تھا۔
''نہیں، پاپا ناراض ہوں گے، کم از کم تم تو ان کے ساتھ رکو۔'' ہارون کی تاکید پر وہ اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔
''عارش! میں یہاں تمہارا انتظار کرتا ہوں، تم ایبک کے ساتھ پاپا کے پاس چلے جاؤ۔'' ہارون کی ہدایت

کرنے کی دیر تھی وہ فوراً ہی ایک کی تقلید میں آگے بڑھ گیا تھا۔ ان دونوں کی پشت سے نظر ہٹاتا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو جھجکتے تاثرات کے ساتھ اس کی طرف آ رہی تھی۔ ہارون اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"عارش کہاں گیا ہے؟" وہ جھجکتے لہجے میں ہی پوچھ رہی تھی۔

"السلام علیکم!" جواباً ہارون کے سلام پر وہ بری طرح شرمندہ ہوئی تھی مگر مدھم آواز میں سلام کا جواب دے دیا تھا۔

"آپ نے تو اس طرح نظر انداز کر دیا تھا جیسے جانتی نہیں ہیں مجھے۔" ہارون کی شکایت سے زیادہ وہ اس کی گہری نظروں سے پریشان ہوئی تھی۔

"ایسا تو نہیں ہے۔" وہ گڑبڑائی تھی۔

"آپ نے عارش کو بتایا تو نہیں کہ..." وہ بات مکمل نہ کر سکی تھی۔

"کیا نہیں بتایا... یہی کہ ہم فیسٹیول میں ملے تھے اور آپ میرا آٹو گراف لیے بغیر فرار ہو گئی تھیں؟" ہارون کے سنجیدہ سوالیہ لہجے نے اسے دنگ کیا تھا۔

"میرے نزدیک یہ کوئی اتنی نازیبا بات نہیں ہے کہ جسے چھپایا جائے، بہرحال میں نے عارش سے آپ سے متعلق کوئی ایسی بات نہیں کی ہے پریشان مت ہوں، آپ شفق نہ ہوں مگر اپنے بارے میں میرا یہی خیال ہے کہ میں کافی شریف انسان ہوں۔"

"آئی ایم سوری... میرا مطلب ہرگز نہیں تھا، دراصل میں نے عارش کو نہیں بتایا کہ فیسٹیول میں ہم ملے تھے، اور آپ اس کے دوست ہیں، پہلی ملاقات میں وہ تھوڑا منفی نظر ہے اور مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ وہ آپ کے بارے میں کچھ غلط سوچے۔" معذرت کرتے ہوئے وہ شرمندہ تھی۔

"بہت کلوز ہیں آپ عارش سے؟" ہارون کے لہجے میں کچھ ایسا تھا جو بیک وقت منیزہ کو حیرانی اور ناگواری میں مبتلا کر گیا تھا۔

"جی بالکل اسی طرح جیسے کوئی بھائی اپنی بہن سے ہوتا ہے۔" سپاٹ لہجے میں منیزہ نے جتایا تھا۔

"یہ بہت اچھی بات ہے۔" ہارون نے بے ساختہ ہی کہا تھا جبکہ وہ خاص طور پر اس کی آنکھوں میں بڑھتی چمک کو نوٹ کیا تھا۔

"عارش کو زیادہ دیر نہیں لگے گی، آپ یہاں بیٹھ کر میری طرح ان کی واپسی کا انتظار کر سکتی ہیں۔" ہارون نے کہا تھا۔

"دراصل میرے بیگ میں میرا فون نہیں ہے، اور مجھے یاد نہیں آ رہا کہ فون گھر میں رہ گیا ہے یا گاڑی میں۔" منیزہ نے بتایا تھا۔

"آپ میرے سیل فون سے اپنے فون پر کال کر لیں گھر میں ہوا تو کوئی ریسیو کر لے گا ورنہ وہ یقیناً گاڑی میں ہوگا۔" ہارون نے فوراً ہی اپنا فون اس کی طرف بڑھایا، وہ ایک پل کو متذبذب ہوئی تھی مگر پھر اس کا سیل فون لے لیا تھا، جبکہ ہارون دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"فون گاڑی میں ہی ہے اور اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے ہی اسے ڈیش بورڈ پر رکھا تھا۔" کچھ جھینپے انداز میں منیزہ نے سیل فون واپس کیا تھا۔

Digest.pk

''آپ کی بھول سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ آٹوگراف کے بعد اب آپ کا نمبر بھی میرے پاس آ چکا ہے، مگر نگرمت کریں میں اس کا غلط استعمال نہیں کروں گا کیونکہ۔!''

''کیونکہ آپ کافی شریف انسان ہیں۔'' مہیزہ نے مسکراتے ہوئے اس کا جملہ مکمل کیا تھا۔

''مجھے اب احساس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنے بارے میں کافی بھاری اسٹیٹمنٹ دے دیا ہے، اب تو اپنی زبان پر قائم رہنا ہی پڑے گا۔'' ہارون کے مسکراتے لہجے پر وہ بے ساختہ ہنسی تھی۔

''میں کچھ دیر میں واپس آتی ہوں تب تک حارش کی واپسی بھی ہو جائے گی۔'' مہیزہ نے جانے کے لیے پر تولے تھے۔

''یعنی اب حارش کے ساتھ ساتھ مجھے آپ کی واپسی کا بھی انتظار کرنا ہوگا۔'' گہری نظروں سے ہارون نے اسے دیکھا تھا۔

''دنیا میں بہت سے انسان یہ کام کرتے ہیں، آپ بھی صبر سے یہ کام کریں۔'' مسکراہٹ چھپاتی وہ جانے کے لیے پلٹی تھی جب ہارون کی نظر اس کے سبز سے پر رینگتے دوپٹے کے پلو تک گئی تھی، اس نے فوراً ذرا جھک کر دوپٹے کو چنگی میں پکڑ کر اٹھایا تھا۔

''اپنا دوپٹہ سنبھالیے۔'' ہارون کی آواز پر وہ چونک کر پلٹی اور جھینپی مسکراہٹ کے ساتھ دوپٹے کا پلو اپنے ہاتھ میں سنبھال لیا تھا۔

''میرے لیے تو اسے سنبھالے رکھنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔'' پلو جھاڑتے ہوئے وہ بس ایک پل کے لیے ہارون کی خاموش مگر گہری نظروں کی تاب نہ لا سکی تھی، مگر اگلے ہی پل سرخ چہرے کے ساتھ سرعت سے آگے بڑھ گئی تھی، چند لمحوں تک وہ اسے دور سے جاتا دیکھتا رہا تھا اور پھر گہری سانس لیتا واپس ٹیبل کے گرد جا بیٹھا تھا۔

☆

''وہ رہے پاپا۔'' ایبک کی اطلاع پر حارش کی نظریں بھی لہر کی صورت اس جانب گئی تھیں، جہاں چند اشخاص باتوں میں مشغول تھے۔

''آپ یہیں رکیں، میں پاپا کو ساتھ لے کر آتا ہوں۔'' ایبک اسے بتا کر کہتا گیا تھا، حارش کی نظریں ان کی پشت پر ہی تھیں، جن کے قریب ایبک پہنچ چکا تھا، ایبک کی بات سنتے ہی وہ حارش کی طرف متوجہ ہوئے تھے، جس کے دل میں یکدم ہی ایک ہیجان سا اٹھا تھا، وہ اپنی نظریں ان پر سے ہٹا نہیں سکا جو اب ایبک کے ساتھ اس کی جانب بڑھ رہے تھے، سیاہ سفاری سوٹ میں ملبوس وہ پروقار اور مرعوب کر دینے والی صلاحیتوں کے حامل نظر آ رہے تھے، جس وقت وہ قریب آئے حارش کی دھڑکنیں ساکن ہونے لگی تھیں۔

''حارش! یہ ہیں میرے پاپا اور پاپا! ان کے بارے میں تو آپ کو میں بتا چکا ہوں۔'' ایبک نے مسکراتے ہوئے تعارف کروایا تھا جبکہ حارش کسی ٹرانس سے نکلا تھا۔

''تم سے مل کر خوشی ہوئی حارش!'' گرم جوشی سے مصافحہ کرتے وہ بولے تھے۔

''ایبک تمہارا بہت ذکر کرتا ہے، تمہارے بارے میں اس سے اتنا کچھ سن چکا ہوں کہ لگتا نہیں تم سے پہلی بار ملاقات ہو رہی ہے۔'' ان کے رعب دار مگر پرخلوص لہجے پر حارش بمشکل ہی مسکرایا تھا۔

''مجھے بھی آپ سے مل کر اچھا لگا، میں دوبارہ بھی ضرور آپ سے ملنا چاہوں گا۔'' بغور ان کی آنکھوں کو

دیکھتا وہ بے اختیار بول گیا تھا۔
"پاپا! یہ موقع اچھا ہے، عارش کو گھر پر انوائٹ کرلیں، کیونکہ میرے کہنے پر تو یہ اب تک تشریف لائے نہیں۔" ایبک نے کہا تھا۔
"تم کیسے دوست ہو جو اب تک اپنی بات نہیں منوا سکے۔" ہشام قزلباش نے مسکراتے ہوئے بیٹے کو گھورا تھا۔
"عارش! اگر تمہارے پاس کل شام وقت ہے تو چائے پر ہماری طرف ہی آجاؤ، پھر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"
"اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے، میں خود حاضر ہو جاؤں گا اور بہت جلد۔"
"بیٹا یہ تکلف نہیں، خلوص اور محبت ہے۔"
"میں جانتا ہوں اور مجھے ان جذبوں کی بہت قدر ہے۔" سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولا تھا۔
"عارش! میرے دوستوں میں سے واحد ایک آپ ہیں جو کہ پاپا کے نزدیک ناپسندیدہ قرار نہیں دیے گئے، آپ ان کا الوئیشس مس نہ کریں، میں صبر نہیں کرسکتا۔" ایبک بضد تھا۔
"مگر پھر بھی ہمیں صبر کرنا پڑتا ہے، ان کے لیے بھی جو ہم سے کھو جاتے ہیں یا جن کو ہم خود چھوڑ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں، صبر کرنے سے زندگی رکتی نہیں ہے، سب کچھ مکمل ہی تو ہوتا ہے۔" سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتا وہ ہشام قزلباش کو چونکا گیا تھا۔
"آپ کا کیا خیال ہے؟" عارش نے کچھ ان سے پوچھا تھا۔
"تم نے ٹھیک کہا، صبر زندگی کے سفر کو روکتا نہیں ہے، سب کچھ مکمل رہتا ہے، مگر صبر کرنے والے کے لیے نہیں، مکمل صرف "نظر" آتا ہے۔" وہ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے تھے۔
"آپ دونوں گفتگو کو کہاں اتنے سنجیدہ رخ پر لے گئے ہیں، گھر پر عارش کے ساتھ کسی خشک موضوع پر ڈسکشن شروع مت کیجیے گا ورنہ میرا بی پی لو ہو جائے گا۔" ایبک نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
"عارش! جب مناسب لگے، مگر ضرور وآنا وقت نکال کر ایبک کے لیے بھی تمہارا انتظار رہے گا۔" بغور عارش کو دیکھتے وہ بولے تھے۔
"مجھے امید ہے کہ آپ کو زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا، آپ کا انتظار میرے لیے اہم ہے جسے میں کچھ دن تک اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔" اس کے پراعتماد لہجے پر ہشام مسکرائے تھے۔

☆.....☆.....☆

تیزی سے پیچھے جاتے مناظر کو گنتے ہوئے وہ بیک سیٹ پر موجود ان دونوں کو بھی سن رہی تھی، جو آپس میں باتوں میں مشغول تھے۔
"ہارون! آپ کی فیملی کتنے عرصے سے اس شہر میں ہے؟" عارش کے سوال نے اسے چونکایا تھا۔
"تم کیسے جانتے ہو کہ میں اور میری فیملی ہمیشہ سے یہاں نہیں ہیں؟" ہارون کے سوال پر دو بس ایک پل کے لیے گڑبڑا سا گیا تھا۔
"ایبک سے اس بارے میں تھوڑا بہت معلوم ہوا تھا۔" عارش نے سادہ سے لہجے میں بتایا تھا۔
"تقریباً 12 سال پہلے ہم یہاں مستقل طور پر آگئے تھے، پاپا جاب ترک کرکے اپنا بزنس شروع کرنا

چاہتے تھے، یہاں ان کے لیے بہتر مواقع تھے، انھوں نے چھوٹے پیمانے پر لیدر گڈز کا کام شروع کیا جو کہ پھیلتا چلا گیا، تم بھی فیکٹری کے وزٹ پر آؤ۔" مختصراً بتاتے ہوئے ہارون نے دعوت بھی دی تھی۔

"میں ضرور آنا چاہوں گا، آپ اپنے فادر کے ساتھ یہ بزنس سنبھالتے ہیں؟"

"ہاں، میں ان کے ساتھ ہی ہوتا ہوں، میری یہی کوشش ہوتی ہے کہ اب ان پر کام کا زیادہ پریشر نہ ہو، حالانکہ وہ کافی مضبوط اعصاب کے مالک ہیں۔" ہارون نے کہا تھا۔

"وہ بہت ینگ بھی دکھائی دیتے ہیں، مجھے ان کی شخصیت نے بہت متاثر کیا ہے۔" عارش نے پوری سچائی سے کہا تھا۔

"عارش! میں جانتا ہوں کافی ٹائم ہو چکا ہے لیکن اگر کچھ دیر کے لیے میرے گھر میں آؤ گے تو مجھے اچھا لگے گا۔" سفید آہنی گیٹ کے سامنے گاڑی روکی تھی جب ہارون نے کہا تھا۔

"کچھ دیر کے لیے نہیں میں آپ کے گھر بہت دیر تک کے لیے بھی آؤں گا، مگر اس وقت مجھے آپ سے معذرت کرنی پڑے گی۔" عارش نے کہا تھا۔

"کوئی بات نہیں، یہ رعایت تمہیں بخش دیتا ہوں۔" ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتا وہ فرنٹ سیٹ سے اتر گیا تھا۔

"منیزہ! آگے آجاؤ۔" عارش کی ہدایت پر وہ بیک سیٹ سے نکل آئی تھی، پیچھے ہٹتے ہوئے ہارون نے فرنٹ سیٹ کا ڈور اس کے لیے مزید کھول دیا تھا، اس کی مسکراتی نظروں پر کچھ جھینپتے ہوئے وہ فرنٹ سیٹ پر جا بیٹھی تھی۔

"مجھے بحفاظت، بخیر و عافیت گھر تک پہنچانے کا شکریہ عارش!" فرنٹ ڈور بند کر کے وہ عارش سے مخاطب ہوا تھا جبکہ منیزہ بمشکل اندر ہی اندر اٹھتی ہنسی کو لبوں پر روکے ہوئے تھی۔

"زبردستی تمہارے ساتھ بیگانی تقریب میں چلے جانے کی حماقت اب مجھے سمجھ آ رہی ہے۔" عارش کے سنجیدہ لہجے پر وہ حیران ہوئی تھی۔

"میں بھی نہیں۔" ڈیش بورڈ سے اپنا فون اٹھاتی وہ بولی تھی۔

"پہلے مجھے سمجھنے دو پھر شاید میں تمہیں بھی سمجھانے کے قابل ہو جاؤں۔" ہارون کے بارے دیکھتا وہ عجیب سے لہجے میں بولا تھا اور وہ جو ہنستی اسے دیکھ رہی تھی، چونک کر اپنے [illegible] متوجہ ہوئی تھی۔

"میں دعا کر رہا ہوں، دوبارہ کوئی ایسی صورتحال نہ درپیش ہو، جس میں آپ کو میرے گھر کے دروازے سے ہی واپس جانا پڑے۔" میسج پڑھتے ہوئے بے اختیار وہ مسکرا اٹھی تھی۔

☆ ☆ ☆

گرین ایریا میں تیز روشنیوں کے باعث رات کے وقت بھی دن کا سا سماں تھا، البتہ بڑھتی خنکی کی وجہ سے چہل قدمی کرنے والے لوگوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی، ٹریک بالکل خالی تھا، گرم اسکارف کے ساتھ سرد ہوا سے بچنے کے لیے اس نے گرم شال بھی شانوں کے گرد لپیٹ رکھی تھی، شام سے ہی اسے اپنی طبیعت میں گڑبڑ کا احساس ہو رہا تھا، اس کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، موسم سرد ہو یا نہیں ان ہیلر کی ضرورت اسے پڑ ہی جاتی تھی، ان ہیلر کا استعمال اسے عارش سے چھپ کر کرنا ہوتا تھا، ورنہ وہ تو اسے ڈاکٹر سے چیک کروائے بغیر مطمئن نہیں ہو سکتا تھا، شکر تھا کہ عارش کو انسٹیٹیوٹ سے واپس گھر آ کر بھی رکنے کا موقع نہیں ملا

تھا، کیونکہ منیزہ اس کے انتظار میں ہی تیار بیٹھی تھی، تقریب میں جانے کے لیے، اگر منیزہ نہ ہوتی تو وہ یقیناً اس کا چہرہ دیکھ کر ہی تشویش میں مبتلا ہو جاتا اور خرمن تو شروع سے ہی ڈاکٹرز اور دوائیوں سے اس طرح فرنٹ رہتی تھی جیسے کعبہ سے کافر۔

ٹریک کی طرف بڑھتے ہوئے وہ گردن موڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسی کی طرف آ رہا تھا۔

"بہت شوق ہے تمہیں خود کو ایکسپوز کرنے کا، سردی نہیں لگ رہی تمہیں؟" عثمان کو چھوٹی سی ہاف سلیوس کی لوز شرٹ میں ملبوس دیکھ کر اس نے گھرکا تھا۔

"اب میں تمہاری طرح دھان پان سا تو ہوں نہیں کہ ایسی معمولی سردی میں بھی کمبل لپیٹ کر رکھوں۔"

"بالکل ٹھیک کہا، ڈھیٹ چمڑی پر کوئی چیز اثر نہیں کرتی۔" اس کے ساتھ ٹریک پر آتے ہوئے وہ تنفر بھرے لہجے میں بولی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ بلا کو ساتھ لے کر آنا۔"

"میں نے اسے لانے کے لیے کہا، مگر اس نے انکار کر دیا۔"

"تم نے اس کو بتایا نہیں کہ میں نے اسے واک کے لیے بلایا ہے؟"

"وہ میرے سامنے رکی تھی، مزید کچھ کہتا، میری موجودگی میں وہ اپنے پارلر میں رہ کر اسے سنوارنے میں ہی لگی رہتی ہے، تمہیں بھی بہت ضروری تھا اس کا شوشہ چھوڑنا۔"

"بکومت، اس کے لیے یہ معمولات ضروری ہے، دماغ پر اور طبیعت پر اچھا اثر پڑے گا ورنہ سارا دن خالی بیٹھ کر اس نے الٹا سیدھا سوچ کر مزید خود کو بیمار کر لینا ہے۔" خرمن نے گھرکنے والے انداز میں ہی کہا تھا۔

"ذرا تیز چلو، یہاں واک کرنے آئی ہو، میرے ساتھ ریس پر نہیں۔"

"اور کتنا تیز چلوں؟" وہ جھلائی تھی۔

"عارش کہاں رہ گیا، منیزہ سے معلوم کرو، سب کچھ ٹھیک تو ہے، بے چاری گئی بھی ایسے بندے کے ساتھ ہے جو اس وقت فیند میں ڈولتا ڈرائیو کر رہا ہوگا۔" عثمان کی تشویش پر [illegible]

"منیزہ سے بات ہو چکی ہے، وہ تو گھر پہنچ چکی ہے، عارش کی والدہ ہی رہنے والی ہے۔" ٹریک پر اس کے ہمقدم چلتی وہ بتا رہی تھی۔

"سنو! تم نے کانٹریکٹ سائن کر لیا ہے، شرافت سے ٹریٹ دے رہے، کیا میں منیزہ کو تمہارے پیچھے لگا دوں؟"

"اس کا تو نام بھی مت لو، آدھی زندگی وہ ٹریٹ کے نام پر لوگوں کو کنگال کرتی گزار چکی ہے۔"

"زیادہ مت بولو، ٹریٹ نہیں دے سکتے تو مٹھائی ہی کھلا دو، موبائل کمپنی نے تمہیں اپنا برانڈ ایمبیسڈر بنایا ہے، کمرشل آن ایئر ہونے والا ہے، گارمنٹس کے اتنے پروجیکٹ لے کر دولت کما رہے ہو مگر رہے وہی کنجوس۔" خرمن نے اسے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔

"بات سنو! جس جگہ تم مجھے لے آئی ہو، یہاں اپنا ذاتی اپارٹمنٹ خریدنے کے لیے اگلے پانچ سال میں بھی میں جتنی دولت کمالوں وہ اونٹ کے منہ میں زیرے کے برابر ہی ہوگی، تمہارے شوہر کا معاملہ الگ ہے، اس کی زندگی میں جو تھے اور جو ہیں وہ اسے اچھی طرح سپورٹ دے گئے ہیں جبکہ مجھے تو میرے اپنے خو،

سے کاٹ کر الگ پھینک چکے ہیں۔'' وہ تلخ لہجے میں بولا تھا۔

''عثمان یہ مت بھولو کہ برہان بھائی آج بھی تمہیں ہر طرح کی سپورٹ دینے کے لیے تیار ہیں، مگر تم نے کسی کی بھی سپورٹ لینے سے انکار کردیا تھا، تو پھر اب یہ شکایت بھی مت کرو، تمہیں خود پر فخر ہونا چاہیے کہ تم اپنے زور بازو پر اپنی زندگی کو بہتر کر رہے ہو، اگر ابھی بھی کچھ رشتے تمہیں اچھا نہیں کہتے تو ان کو تم یہ موقع بھی نہیں دو گے کہ وہ یہ کہیں کہ تم غلط تھے، سارے شکوے بھول کر تم خود کو اسٹیبلش کرنے میں لگا ڈونا چاہتوں کے باوجود رشتے اپنی جگہ موجود رہیں گے، خواہ مخواہ ان کے لیے کڑھ کر اپنا خون مت جلاؤ بلکہ یہ ثابت کردو کہ تم غلط نہیں ہو، نہ بیلا کے لیے اور نہ ہی ان سب کی نظر میں جو تم سے بدظن ہیں، تمہاری ماں تمہارے ساتھ ہیں، فی الحال تمہارے لیے یہی کافی ہونا چاہیے۔'' ٹھہرے لہجے میں اسے سمجھا رہی تھی جو خاموش ہی تھا۔

''مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی، عارش بھی کرسکتا تھا مگر میں نے اسے روک دیا۔'' چند لمحوں بعد خرمن نے یہ کہہ کر اسے چونکا دیا تھا۔

''فاروق بھائی نے عارش سے کہا ہے کہ وہ اپنے والد کی پراپرٹی میں سے جتنا حصہ بیلا کا بنتا ہے، وہ اس کے پیپرز تیار کرچکے ہیں۔''

''بیلا کو اس سے کچھ نہیں لینا چاہیے۔'' عثمان ناگواری سے بولا تھا۔

''فاروق بھائی اسے مجبور نہیں کر رہے، بیلا کو جو کچھ مل رہا ہے، وہ اس کے باپ کی جائیداد ہے، فاروق بھائی کی نہیں، بیلا کا حق ہے کہ اپنا حصہ اپنا حق وہ لیتی ہے یا نہیں یہ فیصلہ بیلا کو کرنا ہے۔''

''اس سے اس بارے میں بات کی تم نے؟'' عثمان نے پوچھا تھا۔

''ہاں، آج صبح ہی میں نے اس سے بات کی ہے اور اس نے اپنا حصہ لینے سے انکار کردیا ہے۔'' خرمن کی اطلاع پر وہ خاموش رہا تھا۔

''میں اسے مجبور تو نہیں کرسکتی اس معاملے میں، مگر مجھے لگتا ہے کہ اسے اپنا حق چھوڑنا نہیں چاہیے، اپنے ماں باپ پر اس کا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ فاروق بھائی کا ہے، وہ پراپرٹی بھی صرف اسے سب دے رہے ہیں جو اس کے ماں باپ نے اس کے لیے مخصوص رکھا تھا۔'' خرمن اسے قائل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔

''میں کہتی ہوں کہ اگر اس طرح اپنا حق چھوڑنے سے سب کچھ پہلے جیسا ہوسکتا ہے تو وہ ضرور اپنے انکار پر قائم رہے اور تم جانتے ہو کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا، فاروق بھائی نے اس سے تعلق توڑا ہے مگر اس کے ماں باپ نے نہیں، وہ اپنے حق کو نہیں اپنے ماں باپ کی محنت اور محبت کو ٹھکرا رہی ہے، کسی ایک شخص کے لیے۔'' خاموش ہوکر خرمن نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا تھا جو سامنے نظر جمائے کسی گہری سوچ میں چل رہا تھا۔

''فاروق بھائی پراپرٹی کے پیپرز عارش کے ذریعے تم تک پہنچانا چاہتے تھے مگر میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ خود پیپرز بیلا کے حوالے کریں، میں نے ان سے معذرت کرلی ہے کہ اس معاملے میں وہ مجھے اور عارش کو درمیان میں نہ لائیں، کل رات وہ میری طرف آئیں گے جب عارش موجود ہوگا، میں تمہیں کال کروں گی جہاں بھی مصروف ہو، کچھ وقت نکال کر آجانا، بیلا ان کے سامنے آنے سے بھی انکار کرچکی ہے، غصے اور جذبات سے کام لینے کا وقت نہیں ہے، تسلی سے اس بارے میں سوچو، اس وقت تم ہی بیلا کے لیے بہتر فیصلہ لے سکتے ہو، کل تمہیں انکار کرنا ہو یا پیپرز قبول کرنے ہوں یہ تمہارے اختیار میں ہے، جب فاروق بھائی کے

سامنے آنا تو بالکل شانت اور پرسکون ہو کر، تم سمجھ رہے ہو میری بات؟'' خرمن کے پوچھنے پر وہ فوری طور پر اثبات میں سر کو حرکت بھی نہیں دے سکا تھا۔ گہری سانس لیتے ہوئے خرمن کی نظر گیٹ سے برآمد ہوتی سوک تک گئی تھی۔

''عارش آ گیا ہے، چلو اب چلنا چاہیے۔'' عثمان سنجیدگی سے بولتا اس کے ساتھ ہی ٹریک سے اتر گیا تھا، پارکنگ ایریا سے وہ سید حا ان دونوں کی طرف آ گیا تھا جو اس کے انتظار میں ہی رکے تھے۔

''بیلا کہاں ہے؟'' قریب آتے ہی عارش نے سوال کیا تھا۔

''اگر عثمان یہاں ہے تو ظاہر ہے بیلا کی یہاں موجودگی ناممکن ہے۔'' مسکراہٹ چھپاتے ہوئے خرمن نے عثمان کو بھی دیکھا تھا۔

''تم دونوں کے درمیان کب تک یہ چپقلش جاری رہے گی؟ معافی کیوں نہیں مانگتے اس سے؟'' عارش نے کہا تھا۔

''میں کتنی بار اس سے معافی مانگوں، تم کہو تو اس کے پیروں میں بھی سر رکھ کر معافی مانگ لیتا ہوں۔'' عثمان بگڑے تاثرات کے ساتھ بولا تھا۔

''جو کچھ تم نے کیا ہے اس کے بعد تمہارے لیے یہی کرنا مناسب ہے۔'' ناگوار نظروں سے عثمان کو دیکھتی وہ عارش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''میں دو منٹ میں ذرا بیلا آؤں بیلا کو دیکھ چلتے ہیں۔'' اسے رکنے کا اشارہ کرتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

''ابھی میری بات غور سے سنو۔'' دور ہوتی خرمن سے نظر ہٹاتا وہ عثمان سے مخاطب ہوا تھا۔

''ہم نے جو سیکریٹ انویسٹی گیشن شروع کی ہے اس سلسلے کو کچھ عرصے کے لیے روک دو، جو ذرائع تم استعمال کر رہے تھے ان سے بالکل الگ ہو جاؤ۔'' عارش کے حکم لہجے نے اسے چونکایا تھا۔

''ہارون سے ملاقات ہوئی تھی، باتوں باتوں میں میں نے ان سے جو چند سوالات کیے تھے، انہیں سن کر وہ جس طرح چونک رہے تھے، مجھے یہ شک ہے کہ ان کے علم میں کوئی بات آ گئی ہے کہ ان کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں کوئی غیر متعلقہ شخص معلومات لیتا رہا ہے، ان کو بھی کسی شخصیت سے میں مل چکا ہوں، اس نے مجھے عجیب کشمکش و پیچ میں مبتلا کر دیا ہے، سب کچھ سلجھانے کی کوشش میں میں نہیں میں مزید الجھ رہا ہوں یا مجھے خوف ہے کہ یہ سب کچھ لاحاصل نہ ہو، اور میں ایسا نہیں چاہتا۔ ایسا نہ ہو کہ سارا راستہ طے کرنے کے بعد مجھے مایوسی کا سامنا ہو۔'' وہ شدید اضطراب میں مبتلا ہو رہا تھا۔

''مایوس مت ہو، میں جانتا ہوں کہ اتنی تگ و دو کے باوجود تمہیں کچھ خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے، مگر جو یقین تمہیں پہلے دن سے ہوا ہے اور جو بھروسہ تمہیں خدا پر ہے وہ تمہیں مایوسی سے نہیں نوازے گا، وقت آنے پر الجھن بھی سلجھ جائے گی، کوئی نہ کوئی مصلحت تو موجود ہے جو تمہیں قدرت نے اس گمبھیر اور ناقابل یقین حالات میں جکڑا ہے، تمہیں بہت صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا کیونکہ یہ حالات بہت نازک بھی ہیں۔'' عثمان کے تسلی آمیز لہجے پر بھی وہ مضطرب ہی نظر آ رہا تھا۔

''تم مجھے تفصیل سے بتاؤ، ہارون سے کہاں ملے تھے تم؟'' عثمان پوچھ رہا تھا۔

(جاری ہے ....)

☆---- ☆---- ☆

جویریہ بانو

وہ رانی میرے خواب بو گئی

میں نے ابھی ابھی اسے بہت بے دردی سے ڈانٹا تھا اور وہ سرخ، پانی بھری آنکھوں سے مجھے تکتے ہوئے میرے آفس سے باہر نکل گئی تھی، لمبا سانس بھرتے ہوئے میں نے گلاس وال پر پردہ ہٹایا تھا، باہر کا منظر مجھے چند سال پہلے کیا تو کوئی خاص نہیں تھا۔ تب میں باہر ہوتا تھا اور وہ میری جگہ بن کر اس آفس میں بیٹھا کرتی تھیں۔ آن ڈیوٹی اور میں اس کا چاہت بنا اس آفس کے اندر بیٹھا ہوں کہ کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے، اس کا ادراک مجھے کئی سال پہلے تھا، مگر کوئی آپ کو چاہے، یہ بھی تکلیف دہ ہے، اس کا ادراک اب ہو رہا تھا۔ مجھے نہ تو میری اپنی چاہت معتبر کر پائی اور شاید نہ اس کی محبت معتبر کر پا رہی تھی۔

یکدم میری نظر سامنے بنے گراؤنڈ پر پڑی، عروشہ پلکیں جھکائے بغیر مجھے دیکھ رہی تھی، میں جیسے اڑ کے ماضی میں پہنچ گیا، وہ بالکل یہیں اسی جگہ کھڑی ہوا کرتی تھیں اور میں اس گراؤنڈ میں بیٹھ کے انھیں دیکھا کرتا تھا، تب میں 21 سال کا تھا، ایم ایس سی کا دوسرا سال تھا، جب وہ ڈپارٹمنٹ میں سرگودھا سے ٹرانسفر ہو کر آئی تھیں، میم رجا، خالق.... میں نے مین ڈور کی طرف جاتی روش پر انھیں چلتے دیکھا تھا، اس دن کے بعد سے دل ایسا گم ہوا کہ ملا ہی نہیں، ملا تو ان کے آفس میں ملا۔ وہ اچھی تھیں، مجھے بہت زیادہ اچھی لگتی تھیں، ان کی کلاس میں میری حاضری سو فیصد ہوتی تھی، یہ اور بات ہے کہ سب سے گندا ان کے سبجیکٹ کا پیپر ہی ہوا تھا، قصور میرا نہیں تھا، نوٹس کے صفحات تک پر مجھے وہی نظر آتی تھیں، ان کے آنے کے دو ماہ بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھ سے 12 سال بڑی تھیں۔

☆ --- ☆ --- ☆

''عروشہ! یہ کیا ہے، بمشکل پاس ہوئی ہو تم۔'' میں نے آج ایم ایس سی کے پیپرز دکھائے تھے، اور اس کا پیپر انتہائی گندا تھا، وہ چپ چاپ مجھے دیکھتی رہی۔

''کیا وجہ ہے؟'' میں نے اس کی نظروں سے گھبرا کر پوچھا تھا۔

''آپ وجہ ہیں۔'' وہ بولی، میں ساکت رہ گیا۔

''آپ کلاس میں آ کر کیا بولتے ہیں، مجھے کچھ پتا نہیں چلتا، مجھے بس بعد آپ یاد آ جاتے ہیں، آپ کے ایک ایک کی ڈیٹیل یاد رہتی ہے، تصویریں ہی تصویریں بنتی ہیں۔'' اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں، میں اسے ڈانٹ نہ سکا، وہ جو کچھ سہہ رہی تھی وہ میں اس سے پہلے سہہ چکا تھا، میں نے اس کی طرف دیکھا، وہ انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

''عروشہ! تمھیں پتا ہے میں تم سے کتنا بڑا ہوں؟'' میں نے پوچھا۔

''14 سال دو ماہ۔'' میں بول نہ سکا، یعنی وہ صرف 20 سال کی تھی۔

☆ . ☆ . ☆

علی اور جیا میرے بیسٹ فرینڈ تھے، میں نے خود انھیں کچھ نہیں بتایا، دونوں خود ہی جان گئے، مجھے آج

بھی یاد ہے کہ سب کچھ جاننے کے بعد علی نے مجھے پورا ڈیڑھ گھنٹہ سمجھایا تھا اور میں اس کی ہر بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکالتا گیا تھا۔

''تجھ سے بڑی ہیں وہ۔'' یہ سب سے بڑا مسئلہ تھا جو میرے نزدیک سرے سے مسئلہ ہی نہ تھا، اور پھر ایک دن میں بے بس ہو کر ان کے آفس میں چلا ہی گیا تھا، وہ سمجھیں کہ شاید میں کچھ پوچھنے آیا ہوں، مگر میں تو انھیں کچھ بتانے آیا تھا اور میرا بتایا ہوا انھیں بہت برا لگا۔ میری اچھی خاصی بے عزتی کر کے انھوں نے مجھے آفس سے نکال دیا، اس دن مجھے پتا چلا کہ دل ٹوٹنا کسے کہتے ہیں۔

اور پھر..... ہمیشہ کی طرح میرے اس دکھ کو بھی انھوں نے بانٹ لیا جو مجھے ان کے دکھ بانٹتے آئے تھے، میرے پاپا۔۔۔ ہمیشہ مجھے ثابت کرنے والے پاپا، 2 سال کی عمر سے وہ مجھے [illegible] تھے اور صحیح معنوں میں میری ہر جائز خواہش پوری کرتے آئے تھے، آپ لوگ شاید یقین نہ کریں مگر میرے پاپا کی بہت چھوٹی عمر میں ہی شادی ہوئی تھی، وہ مجھ سے صرف اس لیے بڑے لگتے تھے کہ میں پاپا کہتا تھا، ورنہ وہ صرف 37 سال کے تھے۔

''کیا ہو گیا ہیرو؟'' انھوں نے مجھے بازوؤں میں بھرا تھا۔

''عشق ہو گیا۔'' میں فوراً بولا۔

''اوئے ہوئے وہ تو مجھے بھی ہو گیا ہے ہیرو!'' میں سمجھا شاید وہ مذاق کر رہے ہیں، مگر پاپا مذاق نہیں کرتے تھے۔

☆ ☆ ☆

''سر! مے آئی کم اِن؟'' عروشہ اجازت مانگ رہی تھی، میں نے سر ہلا دیا، وہ اندر آ کے چند لمحے چپ رہی، پھر بولنا شروع ہوئی۔

''سر! میرے والدین نے میری منگنی کر دی ہے۔'' واقعی میں چند لمحوں کے لیے سن ہو گیا مگر پھر بولا۔

''تو پھر۔۔؟'' وہ آگے کو آئی۔

''سر! میں آپ کے بغیر کیسے رہوں گی؟'' میں چپ رہا۔

''سر! میں خوش نہیں رہ سکوں گی۔'' وہ رو دی تھی۔

''تو میں کیا کروں عروشہ؟'' میری بس ہو گئی۔

''سر! آپ مجھ سے شادی کر لیں۔'' میں اس کی جرأت پر بھونچکا رہ گیا۔

''عروشہ! دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ شرم تو نہیں آ رہی تمھیں، ہے ناں؟'' میں اپنی جگہ پر کھڑا ہوا تھا۔

''سر! آئی لو یو!'' وہ بولی اور میرا ہاتھ اٹھ گیا، اس کا سرخ گال مجھے وہ تھپڑ یاد کرا گیا، جو میرے لگا تھا، میں نے بھی ان کے سامنے اتنی ہی جرأت دکھائی تھی، وہ بھی جواباً بھڑک اٹھی تھیں، جیا میری فیور میں بولی تو ایک اس کے بھی لگا دی۔

''خبردار! جو آئندہ ایسی بدتمیزی کی تو۔'' میری محبت کو وہ بدتمیزی کہہ رہی تھیں، اس رات میں مزید ٹوٹ گیا۔

''او یار! بتا ناں کون ہے، میں خود بات کرتا ہوں۔'' [illegible] نے پاپا کو کچھ نہ بتایا۔

''شادی کرے گا اس سے؟'' وہ بولے، میں نے اثبات [illegible]

[illegible] مجھے لگا کہ وہ مذاق کر رہے ہیں اور میں [illegible] میں سر ہلا دیا، مگر پاپا مذاق نہیں کرتے تھے۔

☆ ☆ ☆

عید میں دو دن رہ گئے تھے اور عید سے ایک دن پہلے عروشہ کی شادی رکھ دی گئی تھی، وہ معصوم اور نازک لڑکی دیوانوں کی طرح میرے آگے پیچھے پھرتی رہی، مگر میں کس سے مس نہ ہوا، اسے دیکھ کر مجھے اور اک ہوتا کہ کیوں میم جاہ میرا یقین نہیں کرتی تھیں، چند سال پہلے تک وہ جو کہتیں تھیں وہ مجھے سمجھ نہیں آتا تھا، جیسے آج میرا کہا، عروشہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا، میں نے عروشہ کی ایک نہ سنی جیسے انھوں نے میری نہیں سنی تھی، تب بھی دو دن بعد

عید تھی، میں اوپر کمرے میں تھا جب نیچے سے پاپا کی آواز آئی، میں فوراً نیچے آیا، لاؤنج میں وہ اکیلے نہیں تھے ماں کے ساتھ.....!

"صائم اشی از یور مدر۔" ان کی جگہ کوئی اور ہوتیں تو شاید میں قبول کر لیتا مگر وہ۔ اوہ میری تھیں، پاپا نے مجھ سے چھین لیں 20 سال انھوں نے صرف میری خاطر تنہا گزارے تو وہ مجھے بہت اچھے لگے، اگلے بیس سال کے لیے انھوں نے ساتھ چھین لیا تو مجھے وہ برے لگے، بہت برے۔۔ اور ساتھ بھی کون سا؟ میرا ساتھ چھین لیا انھوں نے، میں وہاں رک نہیں سکا تھا۔

☆ ☆

دروازے پر بیل [illegible] آنکھوں میں آیا پانی صاف کرتا میں دروازے [illegible] کھڑا تھا، میں حیران ہوا۔

"صائم! خدا کے لیے اس کو [illegible] لے۔" اس نے سیاہ چادر اور سرخ لباس میں ملبوس عروشہ کو میرے سامنے کیا تھا، میں دم بخود رہ گیا، وہ آگے کو آئی تھی۔

"سر! میں نہیں رہ سکوں گی آپ کے بغیر پلیز!" وہ میرے قدموں میں گر گئی۔ میں پیچھے ہٹ گیا، اس کے آنسوؤں کی قدر نہ کر سکا۔

"صائم! تو تو خود ان راہوں کا مسافر رہا ہے، پھر اتنی سنگدلی کیوں؟" علی بولا۔

"رجائے بھی ایسی ہی سنگدلی دکھائی تھی علی!" میرے منہ سے نکل گیا۔

"تو تو بدلہ لے رہا ہے؟" وہ بولا، میں سر نہ ہلا سکا، میں نے اس رات بھی عروشہ کو دھتکار دیا۔

"صائم! جب کوئی لڑکی تمہیں اتنی شدت سے چاہے تو اسے مت ٹھکراؤ، تو اچھا نہیں کر رہا۔" عروشہ واپس چلی گئی، میرے ساتھ بھی تو ایسا ہی ہوا تھا۔

☆ ☆

میں نے رجا کا وجود گھر میں برداشت ہی نہ کیا، دن بہ دن رجا سمیت پاپا کے ساتھ بھی بدتمیز ہوتا چلا گیا، پاپا سے بات کرنا بھی کم کر دی، مجھ سے پاپا کی ہنسی اور خوشی برداشت نہیں ہوتی تھی، صرف دو ماہ برداشت کیا میں نے اور اس کے بعد اس دن کچن میں رجا پر برس پڑا۔

"بڑا نیک سمجھتی تھیں ناں آپ خود کو، مگر نیک بن تو نہ سکیں، میرے پاپا کو پھنسا لیا آپ نے۔" وہ تڑپ گئیں۔

"زبان کو قابو میں رکھو صائم!" مگر میں چپ نہ رہ سکا۔

"میری زبان سے ہی مسئلہ رہتا ہے آپ کو، عزت سے نام لیتا تھا تب بھی، پیار کا اظہار کرتا تھا تب بھی، آج نام نہیں لیتا ہوں تو تب بھی، اور رہ گئے پاپا، تو کاش ایسے پاپا میری زندگی میں نہ ہوتے، جنھوں نے مجھ سے میرا پیار چھین لیا۔" میری آواز اتنی دھیمی نہیں تھی کہ باہر کھڑے پاپا تک نہ پہنچ پاتی، وہ ساکت رہ گئے، کچن سے باہر نکلتے ہوئے میں نے پہلی بار انھیں کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھا، آخری بار..... اس کے بعد انھوں نے آنکھیں موند لیں، میری بات مان لی، وہ میری زندگی سے چلے گئے۔

☆ ☆

[illegible] نے وہ دن روتے گزارا تھا اور آج بھی مجھے [illegible] آتے ہیں، پاپا کے جانے کے بعد رجا کی حالت [illegible] ان کی تو زندگی تباہ ہو گئی تھی، ایک ماہ بعد میں انھیں ہسپتال سے واپس لایا، وہ خاموش ہو گئی تھیں، اس حالت ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ Expected ہو گئیں، دل کے ٹکڑے کرواتے ہوئے میں نے وہ عرصہ گزارا۔ خود سے 22 سال چھوٹے بھائی کو گود میں اٹھاتے ہوئے مجھے پاپا شدت سے یاد آئے، پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا، رجا میرے نصیب میں نہیں تھیں، یہ طے تھا، اس لیے میں نے اپنی اور ان کی دونوں کی زندگی کو مزید جہنم بنانے سے بچا لیا، اس دن میں ان کا پاسپورٹ اور کاغذات لے کر آیا تھا۔

"آپ امریکا واپس چلی جائیں، اپنے بھائی کے

پاس۔" میں نے ان سے کہا تھا۔

"جب تک زندہ ہوں، تب تک آپ کو یا آپ کے بیٹے کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔" پاپا کی ہچکچاتی جائیداد ان کے چھوٹے بیٹے کے نام کرکے میں نے کاغذات زبردستی رجاء کو دیئے تھے، واپسی کے وقت میرے گلے لگ کے بہت روئی تھیں، وہ مجھے معاف کرگئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

اب بتائیں، نہیں ناں کوئی فرق چاہنے اور چاہے جانے میں؟ دونوں ہی تکلیف دیتے ہیں، دونوں ہی رلاتے ہیں، دونوں ہی صبر سکھاتے ہیں، میں نے اور علی نے مل کر ایک آرگینک وائی انڈسٹری لانچ کی تھی، اس دن ہماری انڈسٹری کی [illegible] بڑی ڈیلنگ تھی، عروشہ والے قصے کو تین سال [illegible] تھے علی نے مجھے بتایا کہ دوسری کمپنی کی چیئرپرسن خود ہی [illegible] سے ملتی پنک ساڑھی میں ملبوس عروشہ کے پھولوں کی طرح کرتے ہوئے میں سن رہ گیا تھا، [illegible] میری قسمت میں ہی لکھے تھے، عروشہ سارا وقت [illegible] نہ بولی، مجھے بعد میں پتا چلا کہ چند ماہ پہلے اس [illegible] کی ڈیتھ ہوگئی تھی اور آج کل وہ اکیلی رو رہی تھی، علی نے مجھ پر دباؤ ڈالنا شروع کردیا۔

"قسمت بار بار یوں موقع نہیں دیتی صائم!" میں چپ رہا۔

"وہ نہیں مانے گی۔" مجھے یقین تھا، اور وہ نہیں مانی، اس کے انکار کے لیے اس ایک رات کی تذلیل ہی کافی تھی، اس دن میں آخری بار اس کے آفس میں گیا تھا، وہ مجھ پر چڑھ دوڑی۔

"تب کیوں نہیں مانے تھے؟ تب بھی تو میں ایسی ہی تھی ناں، کہا تھا ناں کہ آپ کے بغیر خوش نہیں رہ سکوں گی۔" وہ رو رہی تھی۔

"تب میں نہیں مانا، آج تم نہیں مان رہی ہو، فرق تو کوئی نہ ہوا۔" عروشہ چپ رہی، میں واپس پلٹ گیا، دو دن بعد عید تھی، اور شاید ایک بار پھر رو کر گزرنی تھی۔ میں ابھی دروازے کے پاس ہی تھا جب پیچھے سے اس کی آواز اور قدموں کی دھمک آئی تھی۔

"ہمیشہ یوں ہی کرتے ہیں آپ، تب بھی چھوڑ دیا تھا مجھے اور آج پھر چھوڑ کر جارہے ہیں، تب بھی میں ہی روک رہی تھی اور آج بھی میں نے ہی روکا ہے۔" وہ یکدم پیچھے سے میرے ساتھ آ کر لگی تھی، مجھ سے مزید نہ گیا۔

"دیکھ لو عروشہ! اب تم سے اور بڑا ہوگیا ہوں۔" وہ میرے سامنے آئی تھی۔

"کوئی بات نہیں، اب میں بھی بڑی ہوگئی ہوں۔" وہ مسکرائی تھی۔ وہ عید میں نے اور عروشہ نے مل کر منائی تھی۔

واقعی فرق کوئی نہیں ہے، کسی کو چاہنا اگر کمزور کرتا ہے تو چاہا جانا مغرور کردیتا ہے، کمزوری اور غرور، دونوں ہی دکھ دیتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

ادارہ ردا ڈائجسٹ

[illegible] سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول

تم میرے ہو کے رہو

صالحہ محمود

[illegible] 500 روپے

ملنے کا پتہ

[illegible] بک پورٹ اردو بازار، کراچی

Digest.pk

نظرِ بد کی حقیقت

نظرِ بد کے بارے میں فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

آپؐ نے فرمایا : اَلْعَیْنُ حَقٌّ

ترجمہ: نظر لگ جانا برحق ہے (صحیح بخاری)

- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نظرِ بد سے بچنے کیلئے تعویذ استعمال کیا کریں۔ (صحیح مسلم)
- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر ایک لڑکی کو دیکھا جس کا چہرہ زرد تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اس کیلئے دعا تعویذ کراؤ اسے نظر بد لگی ہے۔ (بخاری، مسلم)
- حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کرتے تھے (اسلام لانے کے بعد) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے تعویذات مجھے پیش کرو، اگر ان میں شرک نہ ہو تو (ان کے) استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ (مسلم)

علاج

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظرِ بد سے بچنے کے لئے دعائیہ کلمات بھی اپنی امت کو سکھائے فرمایا جب تمہیں کوئی چیز اچھی لگے تو بَارَكَ اللّٰهُ کہو۔ (مشکوٰۃ)
- جس کی نظر لگے، اس کو بلایا جائے وہ غسل کرے اور اس کے غسل کا پانی اس شخص کے سر اور جسم پر ڈالا جائے جس کو نظر لگی ہو۔ (مشکوٰۃ)
- مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (روزمرہ کہنا) پڑھنا قرآن سے ثابت ہے۔
- سورۃ الفلق اور سورۃ الناس بھی نظر کے لئے بطور دم پڑھنا چاہیئے۔ (صحیح ترمذی)

الھدیٰ انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن فاروقیہ

اسلام آباد 051-2264773 فون www.alhudapk.com ویب سائٹ

کراچی 021-6333568 فون 021-6572923-5896784 فیکس

Digest.pk

سباس گل

آخری قسط

اعتبار وہی آبی جہاں ہے

''شاید آپ کے چلے جانے سے ان کی یہ حالت ہوئی ہے۔'' ڈاکٹر شاکر نے شریر لہجے میں کہا۔
''میں انھیں اس حالت میں چھوڑ کر جانے والا نہیں ہوں ڈاکٹر!'' وہ سنجیدگی سے بولے۔ رابی نے

انھیں ڈاکٹر شاکر سے اپنے متعلق بات کرتے دیکھا تو اس کے ذہن میں یہ شعر بے اختیار چلا آیا۔

دل بھی پاگل ہے کہ اس شخص سے وابستہ ہے
جو کسی اور کا ہونے دے نہ اپنا رکھے

''آپ کو بھی مجھے بے چین کیے بغیر چین نہیں آتا، ڈاکٹرز کے تابوں میں ہی نہیں آتیں، وہ بے چارے پریشان ہو کر مجھے کال کر لیتے ہیں، آپ کا علاج میرے ہاتھ میں ہی تو ہے ناں، اور یہ کیا محترمہ اکمل آپ کی شادی ہے اور آپ نے اپنی یہ حالت بنائی ہے۔''

''میں نے خود تو نہیں بنائی۔'' وہ ہچکی لے کر بھیگتی آواز میں بولی۔

''تو کیا میں نے بنائی ہے؟''

''ہاں!'' اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا اور ساتھ ہی آنکھ سے آنسو بھی۔

''کیا؟'' وہ اس نقطے کی گہرائی جان کر جہاں خوش ہوئے تھے وہاں حیرت کا اظہار کرنا بھی ضروری

سمجھا۔

''میں اتنا ظالم اور بے رحم لگتا ہوں آپ کو؟''

''پتا نہیں ... میں نے ہمیشہ ہر کسی کے متعلق غلط اندازے لگائے ہیں، ہر بات ... میری ہی کم عقلی، نا سمجھی اور بے وقوفی سے کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔'' وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی تو وہ بے چین ہو کر اسے دیکھتے رہے۔ رات کے آخری پہر انھوں نے اسے زبردستی دوا کھلا کر سلایا تھا، صبح کے دس بج رہے تھے، جب اس کی آنکھ کھلی۔ اسے اپنے کمرے کی بدلی ہوئی حالت پر بہت حیرت ہوئی۔ کمرہ دلہن کی طرح سجا ہوا تھا، شادی مبارک کے خوبصورت پوسٹر بنا کر دیواروں پر لگائے گئے تھے۔ پھولوں کے گلدستے، چمکیلے کاغذ سے لڑیوں سے سجے در و دیوار بہت اچھے لگ رہے تھے۔ اسے سمجھ نہیں آئی کہ یہ سب کیا ہے اور وہ کہاں ہے؟ اس کا سر گھوم رہا تھا، آنکھیں اوھ کھلی تھیں اور حیرت زدہ تھیں سرخ سرخ سوجھی ہوئی آنکھوں کا مکمل کھلنا بھی مشکل تھا۔ بخار سے اس کا پورا بدن تپ کر سرخ ہو رہا تھا۔ ہونٹوں پر خشکی کے آثار تھے، ہلنے جلنے تک کی سکت باقی نہیں تھی اس میں۔ نرس اسے واش روم تک سہارا دے کر لے گئی۔ وہ ضروریات سے فارغ ہو کر تولیے سے چہرہ خشک کرتی بے جان قدموں سے چلتی اندر آ گئی۔ نرس نے اسے ولیہ کھلایا اور دوا کھلا کر اس کے بالوں میں کنگھی کی۔ اس سے مارے تکلیف اور کمزوری کے بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ پھر سے بستر پر لیٹ گئی، اس کی سانسیں اتنی تیزی سے آ جا رہی تھیں کہ جیسے وہ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگ کر آ رہی ہو۔ یہ ساری صورتحال اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ سر ویسے ہی سن ہو رہا تھا، رواں رواں دکھ رہا تھا، بخار میں الگ تپ رہا تھا۔ اسے یہ سب اپنا وہم، آنکھوں کا فریب ہی محسوس ہو رہا تھا۔

''ہم تو تمہاری عیادت کرنے آئے تھے، یہاں آ کر پتا چلا کہ آج تمہارا نکاح ہو رہا ہے، بھئی! ہمیں تو بہت خوشی ہوئی سن کر، اچھے موقع پر پہنچ گئے ہم لوگ اور اتنی خوشی شادی میں شرکت کریں گے، ہاسپٹل کے وارڈ میں شادی کرنا دنیا کا انوکھا کام ہوگا۔'' ناہید بھائی کی آواز پر اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں، ان کے ساتھ وسیم اور افشین بھی تھے، وسیم موبی کیمرہ لیے کھڑا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی وسیم نے کیمرہ آن کر دیا۔

''او... میری شادی...!'' اس کی سمجھ میں اب اصل بات آئی تھی، اس کا تو دل ڈوبنے لگا، گویا وہ سب اس کی ہاں کے منتظر تھے۔ اس نے اقرار کیا کیا تھا اگلے دن ہی اس کو رخصت کرنے کا پروگرام بنا لیا گیا تھا۔

''تو کیا میں سچ مچ ان سب کے لیے بوجھ اور بدنامی کا باعث تھی۔'' اس نے دکھ سے سوچا۔

''بھئی! وہ خوش قسمت اور بہادر دولہا کہاں ہے جس نے زخمی دلہن پسند کی ہے؟'' افشین نے اس کے پاس بیٹھ کر شرارت سے کہا تو اس کی نظروں میں احتشام کی صورت آ سمائی۔ دل ان کی جدائی کے اس مستقل خیال سے تڑپ اٹھا۔ سر بری طرح چکرا گیا تو اس نے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا لی اور دل میں خدا سے اپنے خوش اور پرسکون مستقبل کی دعا مانگنے لگی۔

اور پھر ایک ایک کر کے سب گھر والے اس کے کمرے میں جمع ہو گئے۔ احتشام کے ممی، ڈیڈی کو اس نے نجانے کس آس پر تلاش کرنا چاہا مگر وہ نہیں نظر آئے۔ ناہید بھائی اور افشین اپنے اپنے شوہر کے

ساتھ موجود تھیں۔ وہ بالکل ہی بے دم سی ہوگئی۔ نصرت نے اس کے سر پر سرخ بھاری کام والا دوپٹہ اوڑھا دیا۔ وسیم موی بنا رہا تھا ساتھ ساتھ رابی کو شرارت بھرے جملے بھی سنا رہا تھا۔ اسے ہوش ہی کہاں تھا وہ تو اپنی زندگی کے اس اہم موڑ پر اپنے دل کی اہم ہستی کے چھن جانے کے تلخ احساس سے ہی اوہ موئی ہوگئی تھی۔

مجھے تو اس کی جدائی ہی مار ڈالے گی
میں کس کے نام اب اپنی زندگی لکھوں!

اسے ہوش نہیں تھا کہ وہ کس کے خیالوں میں گم ہے اور کس کے نام کا حرف اپنے نام کروا چکی ہے۔ کسے اپنی زندگی میں شامل کر چکی ہے، کون اس کی زندگی کا مالک بن بیٹھا ہے، کسے اس پر اختیار اور استحقاق حاصل ہوگیا ہے اس نے تو بس ابو اور امان بھائی کے کہنے پر تین جگہ کانپتے ہاتھوں سے دستخط کردیئے تھے اور پھر ایسے ہوگئی تھی جیسے اپنا سب کچھ ہار گئی ہو۔ امی ابو اور امان بھائی نے اس کی پیشانی باری باری چومی تھی۔ سب ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔ نکاح خواں کا ہاتھ اس نے اپنے سر پر محسوس کیا تو اس کے نین کٹورے پانیوں سے لبالب بھر گئے۔

''رابی! بہنا! ادھر دیکھو میں تمہارا کلوز اپ لے رہا ہوں۔''

شازیہ کے شوہر وسیم نے اس کے چہرے کو فوکس کرتے ہوئے کہا تو اس نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا پلکوں پر ٹکے آنسو موتی بن کر ٹوٹنے لگے۔

''اشک شادمانی اتنے نہ بہاؤ کہ غموں کے لیے بچا رکھو۔'' وسیم نے شوخ لہجے میں کہا مگر اس کے لبوں پر ہلکی سی بھی مسکان نہیں ابھری وہ تو کسی اور ہی عالم اور بے بسی کی تصویر بنی رہی تھی۔ بخار سے وہ ویسے ہی اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ آنکھیں بند ہوئی جارہی تھیں۔ وہ سب مٹھائی سے ایک دوسرے کا منہ میٹھا کروا رہے تھے، اور اس کا حلق تک بنا کچھ کھائے پیئے ہی کڑوا ہوگیا تھا۔

جس کو چاہا اس کو پا نہ سکے
آرزو کا شہر ہم بسا نہ سکے

''رابی بیٹا تم بھی منہ میٹھا کرلو، خدا تمہارا نصیب سب سے اچھا کرے۔'' [illegible] نے گلاب جامن اس کے منہ کے قریب لاکر کہا اور وہ چکرا کر ایک سائیڈ پر گر گئی۔

''رابی.....!'' سب ایک ساتھ چیخ اٹھے۔

''اب آپ میں سے کوئی ان سے ملنے کی کوشش نہ کرے، سب لوگ چلے جائیں یہاں سے، ہم آپ کو ان کی کنڈیشن سے متعلق اطلاع فون پر دیتے رہیں گے اور اگر آپ کو رابی کی زندگی عزیز نہیں ہے تو بے شک ان کے کمرے میں مجمع لگائے رکھیں، جاتے ہے ان کی ڈیڈ باڈی اپنے ساتھ لے جایئے گا۔''

پینتالیس سالہ ڈاکٹر شاکر نے رابی کا معائنہ کرنے کے بعد ان سب کو مخاطب کر کے کہا تو سب بے چین ہوگئے۔ نصرت اور شازیہ تو باقاعدہ رو رہی تھیں۔ شازیہ، نازیہ اور سعدیہ باجی نے اس سے معذرت بھی کی تھی اپنے رویوں کی، مگر وہ تو بت بنی بیٹھی تھی اس نے تو جیسے ان کی کوئی بات سنی ہی نہیں تھی۔

جاں ہے کہ نکلتی ہی نہیں ہے
دل ہے کہ سنبھلتا ہی نہیں ہے

وہ سب عمر دہ اور آبدیدہ وہاں سے واپس چلے گئے تھے، رابی کو اگلے دن ہوش آیا تو اس کی آنکھوں نے سب سے پہلے جو چہرہ دیکھا وہ احتشام کا چہرہ تھا۔

☆.....☆.....☆

''میرے جاتے ہی آپ کی سانسیں اکھڑنے لگتی ہیں، اتنا بے لگام چھوڑنا بھی اچھا نہیں ہوتا دل کو، کہ جب چاہے سانسوں کی طنابیں کھینچنے لگیں، بہرحال اس سے ایک بات تو ثابت ہوگئی ہے کہ آپ مجھے اذیت پہنچا کر پریشان کر کے بہت خوش ہوتی ہیں۔'' احتشام نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بہت نرم لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا، تو وہ بے قراری سے انھیں دیکھنے لگی، بھلے جلنے کی بولنے کی سکت کہاں تھی اب اس میں۔

''رابی! آپ جو بار بار موت کے منہ سے زندگی کی طرف لوٹ آتی ہیں، اس کا کوئی نہ کوئی سبب تو ہوگا ناں، قدرت آپ کو زندہ رکھنا چاہتی ہے اور آپ ہیں کہ موت کی طرف بار بار دوستی کا ہاتھ بڑھانے لگتی ہیں، آخر کیوں؟ کیا ہو سزا بھی اسی کو ملنی چاہیے، چاہنے والوں کو سزا نہیں دیا کرتے، اور آپ کو جینا ہے رابی! کم از کم ان کی خاطر ہی خود کو سنبھال لیجیے، جسے اب آپ کا مالک و مختار بنا دیا گیا ہے، جو اب آپ کا شریک زندگی بن کر ایک سفر طے کر چکا ہے، پلیز رابی! خود کو مضبوط بنائیے، سنبھالیے خود کو اس کی خاطر جس نے آپ کے پیچھے کا خراج ادا کر کے بچایا ہے، اتنے سارے لوگ آپ کے لیے دعا گو اور پریشان ہیں، کوئی تو ہے جو آپ کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے، کسی کی دعاؤں، رت جگوں، آنسوؤں اور محبتوں نے آپ کو نئی زندگی دی ہے، اس دل، دعاؤں، رت جگوں، آنسوؤں اور محبتوں کا ہی کچھ خیال کر لیجیے۔'' احتشام نے اس کے خاموش تکتے رہنے پر اسی مدھر اور نرم لہجے میں کہا تو اس کے اندر زندگی کی حرارتیں سرائیت کرنے لگی تھیں، مگر ایک دکھ دل میں پنجے گاڑھ کر بیٹھ گیا تھا کہ وہ اب کسی اور کے نام منسوب ہو چکی ہے، اتنی انمول محبتوں کو خود اس نے اپنے دل کے انجان پن اور خوف کی وجہ سے ٹھکرا دیا تھا، جبھی تو شام نے اپنا راستہ الگ کر لیا تھا، آخر کب تک وہ اس کے پیچھے چلتے اس کا انتظار کرتے، پھر بھی اس کا اس قدر خیال رکھ رہے تھے، انھوں نے اپنے عمل سے ثابت کیا تھا کہ تمام مرد برے اور ظالم نہیں ہوتے اور ان کی اس بات کی تو وہ شروع دن سے قائل ہو گئی تھی، مگر صرف ان کے معاملے میں، وہ سراپا وقار اور وجاہت کا مجسمہ تھے، کتنے نرم خو، خیر خواہ، اس کے خوفزدہ اور ناامید دل میں محبت کی چاندنی انھوں نے ہی تو کاشت کی تھی، پیار کا اعتبار انھوں نے ہی تو دیا تھا اسے۔

''رابی...!'' احتشام نے اس کی مسلسل خاموشی سے گھبرا کر پکارا۔

''جی...!'' اس نے بمشکل اتنا ہی کہا تو وہ بولے۔

''آپ نے میری باتوں کا برا تو نہیں منایا؟''

''نہیں۔'' وہ مختصر جواب دے کر خاموش ہو گئی، وہ چند لمحے اس کے پژمردہ چہرے کو دکھ سے دیکھتے رہے پھر گہرا سانس لے کر بولے۔

''او کے میں چلتا ہوں مس رابی! اوہ سوری! اب تو آپ مسز رابی... کیا نام ہے آپ کے ہسبینڈ کا؟''

''نام... ہسبینڈ؟'' رابی نے اپنے ذہن پر بہت زور دیا اور بے بسی سے اپنا سر پکڑ لیا، کوئی نام اس کے

ذہن میں نہیں ابھرا سوائے شام، اس نے بے چینی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"مجھے... نہیں معلوم؟"
"تعجب ہے، آپ کو اپنے شوہر کا نام بھی نہیں معلوم، اچھا خیر یہ بتایئے کہ وہ ہیں کیسے، کیا بہت خوبصورت ہیں؟" انھوں نے حیران ہوکر اگلی بات پوچھی۔
"پتا نہیں۔" اس نے بے بسی اور شرمندگی سے کہا، اسے اس وقت اپنا ہوش ہی کب تھا، جو نام اور صورت کی طرف اس کا دھیان جاتا، اور اس کا سارا دھیان تو ان کی طرف کھنچ کر اس کی حالت بری بنا رہا تھا اس لمحے۔
"میری حالت ایسی نہیں تھی کہ میں یہ سب جاننے اور دیکھنے کی کوشش کرسکتی۔" اس نے بات صاف گوئی سے ان کے گوش گزار کردی۔
"چلیے مان لیا، مگر اب اپنی حالت بہتر بنا لیجیے تاکہ آپ اپنے شوہر کو جان اور پہچان سکیں، اوکے؟" وہ یہ کہہ کر جانے کے لیے مڑے تو اس نے بے اختیار ہوکر کہا۔
"آپ پھر جا رہے ہیں؟"
"ہاں لیکن آپ پھر سے بے ہوش نہیں ہوں گی، اور نہ ہی اپنی حالت خراب کرکے موت کو بلانے کی کوشش کریں گی، آپ کو صحت مند ہوکر جلد از جلد اپنے گھر جانا ہے، اتنی سی بات تو مان لیجیے میری، کیا میرا اتنا سا حق بھی نہیں ہے آپ پر؟" انھوں نے اس کے قریب آکر مسکرا کر نرمی سے کہا تو اس نے دل میں کہا۔
"اس دل نے تو سارے حق آپ کے نام کر دیے ہیں کب سے۔"
"آپ کو... مجھ سے اب... کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" ہمت کرکے بولی۔
"گڈ، یہ ہوئی ناں زندہ دل لوگوں والی بات، اوکے آپ آرام کیجیے، میں اب آپ سے اس وقت ملوں گا، جب آپ مکمل طور پر صحت یاب ہوکر یہاں سے چلی جائیں گی۔"
"آپ کی... منگیتر کا کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولے۔
"ٹھیک ہے مگر بہت افسردہ ہے وہ میرے بغیر، اب انشاء اللہ میں اسے بیاہ کر اپنے گھر لے آؤں گا، تاکہ اس کی افسردگی اور میری بے قراری کو قرار آجائے، اوکے سی یو لیٹر، اپنا خیال رکھیے گا آپ کو اپنا بہت خیال رکھنا ہے، آپ جانتی ہیں ناں کہ کس کی دعاؤں نے آپ کو بچایا ہے، انجان مت بنیے گا اب کی بار، اللہ حافظ!" وہ اپنی بات مکمل کرکے چلے گئے تھے، اور اسے ایک بار پھر الجھن اور دکھ کی کیفیت نے گھیر لیا تھا، اتنے میں نرس آگئی، اس کا منہ ہاتھ دھلوا کر اسے ناشتہ کروانے کے بعد اس نے اسے دوا کھلائی، وہ ساتھ ساتھ احتشام کی باتیں بھی کر رہی تھی اس سے۔
"آپ کے کزن تو آپ کا بہت خیال رکھتے ہیں۔"
"جی ہاں، بہت اچھے انسان ہیں شام!" رابی نے دل سے کہا۔
"اچھے انسان ہیں، جب ہی تو آپ کو خون کی دو بوتلیں دی ہیں انھوں نے۔" نرس نے کہا۔
"مجھے خون کی بوتلیں شام نے دی تھیں؟" رابی کا انداز و یقین کی سند پا کر اسے حیران کر گیا۔
"ہاں رابی صاحبہ! آپ کو پتا ہی نہیں ہے، وہ تو تیسری بوتل دینے کو بھی تیار تھے، لیکن ڈاکٹر شاکر نے

منع کر دیا کہ کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں، بے شک وہ صحت مند آدمی ہیں، لیکن اکہتی دو بوتلیں خون کی جسم سے نکال لینے کے بعد تیسری نکالنا تو خطرے والی بات تھی۔ ''نرس تو اور بھی بہت کچھ بتا رہی تھی اور وہ احتشام کی محبتوں، دعاؤں، رت جگوں اور آنسوؤں کے بوجھ تلے دبتی چلی جا رہی تھی، آنسو بے آواز بہتے چلے جا رہے تھے، دل ان کی محبت میں قربان ہو رہا تھا۔

''تو شام! وہ کوئی وہ کسی آپ خود تھے میرے لیے اتنا کچھ کر کے بھی کوئی تقاضا، کوئی گلہ نہ کیا آپ نے، آپ واقعی بہت عظیم انسان ہیں، لیکن میں کتنی بدقسمت اور بے وقوف ہوں کہ جب خوشی اور محبت نے مجھے اپنانا چاہا تو میں انجان بنی رہی، ڈرتی رہی اس ڈر نے مجھے آپ سے اقرار محبت نہیں کرنے دیا، اور تقدیر نے مجھے کسی اور کے نام سے جوڑ دیا، کاش آپ ہی کہہ دیتے، جب میرے دل کا حال بھی جانتے تھے کہہ کیوں نہیں دیا سب کچھ؟'' اس کی سوچوں نے اسے توڑ پھوڑ کے رکھ دیا، مگر اس نے احتشام کی ان عنایتوں اور محبتوں کی خاطر خود کو مضبوط اور صحت مند بنانے کا تہیہ کر لیا اور اپنی قوت ارادی سے خود کو صحت کی طرف مائل کرنے میں کامیاب بھی ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

''شکر ہے تمہارے زخم بھر گئے ہیں اور تم نے آرام سے چلنا اور کام کرنا شروع کر دیا ہے، بس اب جلدی جلدی باقی کمزوری بھی مٹاؤ کیونکہ گھر میں تمہاری رخصتی کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہیں۔'' جویریہ بھابی نے اس کو نہارتا دیکھ کر خوش دلی سے کہا۔

''تیاریاں...؟'' اس کا ہاتھ بالوں میں برش کرتے کرتے رک گیا۔

''تیاریاں کیسی بھابی؟ میں نے منع کر دیا تھا کوئی جہیز نہیں لے جاؤں گی اور آپ نے ان صاحب سے نہیں کہا، جن سے میرا نکاح پڑھوایا تھا؟''

''تمہارے دولہا میاں ہی سب تیاریاں کر رہے ہیں، انہیں پتا ہے تمہارے کسی چیز میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، اور تمہارے کپڑے، جوتے اور زیور کا ناپ وہ [illegible] اب تو تقریباً سب ہی چیزیں تیار ہو گئی ہیں، جن کی ضرورت رخصتی والے دن ہو گی وہ چیزیں [illegible] خریداری گئیں، قسم سے بہت زبردست اور خوبصورت عروسی جوڑا اور زیورات ہیں تمہارے، تمہارا [illegible] ہو جائے گا ان میں سج کر، اور ہم نے تو چھوٹی موٹی تیاریاں کرنی ہیں، دھوم دھام سے ہو گی تمہاری رخصتی، ہم سب کی دعاؤں اور نیک تمناؤں میں تم اپنے دولہا میاں کے ساتھ رخصت ہو گی انشاء اللہ'' جویریہ بھابی نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی، نگاہوں میں احتشام کی دلکش صورت آ سمائی اور وہ سرد آہ بھر کر رہ گئی۔

''السلام علیکم! کیا حال ہے ہماری وکیل بیٹی کا؟'' صدیقی صاحب جن کے انڈر وہ کام کرتی رہی تھی، ہاتھوں میں پھولوں کا گلدستہ لیے کمرے میں داخل ہوئے۔

''السلام علیکم انکل! میں بالکل ٹھیک ہوں، اب بس دو ایک روز میں گھر شفٹ ہو جاؤں گی۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ویری گڈ! یہ تو بہت خوشی کی خبر سنائی تم نے، شکر ہے کہیں سے تو خوشی کی خبر سننے کو ملی، ورنہ تو بری خبریں سن سن کر زندگی سے شرمندگی محسوس ہونے لگی تھی۔'' صدیقی صاحب نے گلدستہ اسے دیتے ہوئے

اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر کہا۔
''خیریت تو ہے انکل! آج سے پہلے تو میں نے آپ کو کبھی اس قدر رنجیدہ نہیں دیکھا تھا کیا ہوا؟''
اس نے فکر مند ہو کر پوچھا۔
''تمہیں میں نے ایک جائیداد اور قتل کے کیس کے بارے میں بتایا تھا، جو گزشتہ تیس برس سے چل رہا تھا یاد ہے تمہیں؟''
''جی انکل! یاد ہے کیا ہوا اس کیس کا؟''
''آج اس کیس کا فیصلہ ہو گیا ہے۔'' انھوں نے افسردگی سے بتایا۔
''اور انتہائی افسوسناک بات یہ ہے رابی بیٹی! کہ جنھوں نے عدالت میں انصاف کے لیے کیس دائر کیا تھا، انھیں مرے ہوئے بھی دس بارہ برس گزر چکے ہیں، حق مارنے والا اور حق مانگنے والا کوئی بھی زندہ نہیں بچا، ان کے بچوں کے بچے عدالت میں اس کیس کا فیصلہ سننے کے لیے موجود تھے۔ دو نسلیں ختم ہو گئیں، تیسری نسل اس کیس کی سماعت کے دوران پیدا ہوئی، بچپن، لڑکپن اور جوانی کی دہلیز پر پہنچی تو عدالتی فیصلہ ان کا منتظر تھا، تیس سال کم نہیں ہوتے، کیا فائدہ ایسے انصاف کا جو زندوں کو مردوں میں تبدیل کرنے کے بعد ملے، یہ کیس تو قبرستان میں چلنا چاہیے تھا، ہمارے ملک میں انصاف کا پھوا ابھی انگڑائیاں ہی لے رہا ہوتا ہے اور اس دوران چیونٹی چالوں کا ٹرک ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتی ہے، انصاف مانگنے والے گھر دنیا سے قبروں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور انصاف کی گردان کی قبروں کو سوکھی مٹی پر اڑتی دکھائی دیتی ہے، یہ معاشرے جہاں انصاف نہ ہو وہاں جرم ہوتا ہے، ہم سب ایک بے انصاف معاشرے میں جی رہے ہیں رابی بیٹی! یہ تو تمہارے ساتھ معجزہ ہی ہوا ہے تم نے مسلسل اور اتنی تیزی سے کامیابی حاصل کر لی اور تیز رفتار کامیابی نے تمہیں ہاسپٹل کے وارڈ میں پہنچا دیا، تمہیں جلد اس کھیل کا انجام دکھا دیا، میں تو اب وکالت سے ریٹائر ہو رہا ہوں اس کیس کے فیصلے نے میرا ذوق و شوق میری لگن اور ہمت ہی چھین لی ہے، بہت بد دل ہوا ہوں آج میں، انصاف کے اس مظاہرے پر، اب عدالتوں سے دور کتابوں میں گم رہوں گا، سنا ہے کہ کتاب بہترین دوست ہوتی ہے، اب وکالت سے ہٹ کر بھی کچھ پڑھ کر دیکھتے ہیں۔''
''انکل! بات تو یقیناً بہت افسوسناک ہے، لیکن آپ تو ماشاء اللہ ابھی بہت صحت مند اور جوان لگتے ہیں، آپ بھی اگر چھوڑ دیں گے تو کون اس پروفیشن کی طرف آئے گا؟'' رابی نے سنجیدگی سے کہا تو وہ ہنس کر بولے۔
''بیٹی! مجھے معلوم ہے کہ ابھی تو میں جوان ہوں، مگر جوان کا دل اگر ویران ہو جائے تو کچھ اچھا نہیں لگتا، کوئی کام بھی صحیح طریقے سے نہیں ہو پاتا، سچی بات تو یہ ہے کہ میں اب تھک گیا ہوں، خیر چھوڑو اس قصے کو، تم سناؤ خوش تو ہو نا اپنے نکاح سے؟''
''جی، پتا نہیں۔'' اس نے نظریں جھکا کر مسکرا کر اداس لہجے میں کہا، احتشام کی صورت اس کی آنکھوں میں بس گئی تھی۔
''شام نے کیا نہیں کیا تمہارے لیے، تم خود ہی بے حس بنی رہیں، ان کا تمہارے لیے اتنا کچھ کرنا حتیٰ کہ اپنا خون تک تمہیں دے کر ذکر تک نہ کرنا، راتوں کو اپنی نیندوں کی قربانی دن کو اپنے کام کا حرج کرنا،

کوئی تو بات تھی ناں جسے تم محسوس کرتے ہوئے بھی انجان بنی رہیں، کتنی بے رخی اور بے حسی کا مظاہرہ کیا تھا تم نے۔'' رابی نے اپنے دل میں کہا:

''ہم کو احساس تک نہیں ہوتا
ہم کسی کی حیات ہوتے ہیں''

''اس نے پھولوں کو دیکھتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

''تم لاکھ چھپاؤ سینے میں احساس ہماری چاہت کا
دل جب بھی تمہارا دھڑکا ہے آواز یہاں تک آئی ہے''

احتشام کی طرف سے اسے پھولوں کا گلدستہ ملا تھا اور چٹ پر یہ شعر تحریر تھا، جسے پڑھ کر اس کا دل واقعی بہت زور سے دھڑکا اور وہ چوری بن گئی۔

''ہیلو السلام علیکم!'' احتشام کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا وہ سامنے کھڑے بہت دلکشی سے مسکرا رہے تھے، بکے ان کے ہاتھوں میں تھا۔

''وعلیکم السلام! کیا حال ہے؟'' رابی نے مسکراتے ہوئے کہا، چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''الحمدللہ! میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت نیک مطلوب ہے۔'' وہ بشاشت سے مسکراتے ہوئے بولے۔

''میں بھی اللہ کے فضل و کرم اور آپ کی دعاؤں سے خیریت سے ہوں۔''

''اچھا.. ویری گڈ!'' وہ اس کے ''آپ کی دعاؤں سے'' کہنے پر ہنس کر بولے۔

''آپ کہاں تھے اتنے دن؟'' اس نے بے اختیار پوچھا اور پھر نادم سی بھی ہو گئی۔

''ہم یہیں تھے اتنے دن بھی، ہم نے کہاں جانا ہے آپ کو دیکھنے آتے رہے، ملنے اس لیے نہیں آئے کہ آپ کے شوہر برا نہ مان جائیں، بھئی! پہلے کی بات اور تھی اب رات آپ کے پاس ٹھہر سکتے تھے، اب تو آپ کسی کی ہو گئی ہیں، اس لیے احتیاط لازم ہے۔ کیسے ہیں آپ کے شوہر، تیمارداری تو خوب کر رہے ہوں گے آپ کی؟'' احتشام نے مسکراتے ہوئے کہا تو رابی نے اپنے دل میں کہا۔

''تیمارداری... وہ تو ایک بار بھی مجھے دیکھنے نہیں آئے، دعویٰ محبت کا ہے انہیں۔''

''کیا سوچنے لگیں آپ؟'' احتشام نے اسے خاموش دیکھ کر کہا۔

''ہوں... کچھ نہیں آپ بیٹھیے نا پلیز۔''

''جی نہیں شکریہ! آپ کو شادی اور صحت یابی مبارک ہو، اللہ آپ کو ہمیشہ شاد آباد رکھے، ہر دکھ، تکلیف سے محفوظ رکھے۔'' احتشام نے بکے اسے دیتے ہوئے دل سے کہا تو وہ اندر ہی اندر بے قرار ہو گئی، دل تڑپنے لگا۔

''بہت شکریہ سر!'' اس نے کانپتی آواز میں کہا جب سے احتشام نے اسے شام کہنے پر شوخ جملہ کہا تھا تب سے اس نے انھیں سر کہنا شروع کر دیا تھا، وہ بھی اس کا یہ انداز تخاطب انجوائے کر رہے تھے، وجہ سمجھتے تھے اور مسکرا بھی رہے تھے۔

''آئی ایم ریلیم اوکے! اب میں چلوں گا۔''

''سنیے...!'' اس نے انھیں پکارا تو وہ واپس پلٹے۔

"جی...!"

"آپ نے میرے لیے جو کچھ کیا، مجھے نہیں معلوم کہ میرا کون سا عمل، کون سی بات یا لفظ آپ کے ان احسانات کا ذرہ برابر بھی حق ادا کر سکے گا، بعض اوقات کسی کے خلوص، احسان اور عنایتوں کے لیے شکریہ کا لفظ کہہ دینا بہت معمولی محسوس ہوتا ہے، میں آپ کے ان احسانات اور خلوص کا شکریہ واقعی ادا نہیں کر سکتی، پھر بھی بہت بہت شکریہ حالانکہ یہ لفظ....!"

"حالانکہ یہ لفظ غیروں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اپنوں کے لیے نہیں، اپنے جو کرتے ہیں اپنوں کے لیے دل سے اپنی مرضی اور خوشی سے کرتے ہیں، بہرحال میں آپ کا شکریہ قبول کرتا ہوں، کیونکہ مجھے آپ کی فیلنگز کا احساس ہے، آپ کا بھی شکریہ کہ آپ نے میری بات مان لی، اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے، او کے نیک کیئر اینڈ گڈ نائٹ!" احتشام نے اس کی بات کاٹ کر مسکراتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا اور کمرے سے باہر نکل گئے، اور رابی کا دل ایک بار پھر اس اچھے انسان کی سنگت سے محروم ہونے اور کسی اور کے ساتھ وابستہ ہو جانے پر کھٹک اٹھا۔

اپنے گھر کے آنگن میں پھول میں سجاؤں گی
جھلملاتے تاروں سے کہکشاں بناؤں گی
ہر طرف محبت کے جگنو مسکرائیں گے
پیار کے چاند میرے من میں جگمگائیں گے
شرط صرف اتنی ہے
کہ مجھ کو زندگی میں بس ہم دم ملے ایسا
جو مجھ کو اعتبار دے اور تھوڑا پیار دے
تب وہ بھی جان جائے گا
کہ میں اک ایسی لڑکی ہوں
جو پیار و اعتبار پر جان وار سکتی ہے
ایسے جیون ساتھی پر سب کچھ وار سکتی ہے
شرط صرف اتنی ہے
اے ہمسفر میرے مجھ کو تیرا اعتبار آئے تو!!

☆.....☆.....☆

گھر آئے اسے آج ایک ہفتہ ہو گیا تھا، اس کی شادی کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں، جہیز کی کوئی تیاری، خریداری نہیں ہوئی تھی، اس کے کپڑے، زیور، جوتے، میک اپ کا سامان اور دیگر اشیاء اس کے دولہا نے منگوائی تھیں، اور وہ حیران رہ گئی تھی، اس قدر قیمتی اور خوبصورت چیزیں دیکھ کر، مگر دل تھا کہ بجھا بجھا سا تھا، احتشام کی محبت اس کے دل کی زمین میں جڑیں پکڑ چکی تھی، جسے اکھاڑ پھینکنا اس کے بس سے باہر تھا، وہ بس اپنے لیے دعا مانگتی رہتی تھی کہ اسے سکون مل جائے، محبت جس سے کرتی ہے وہ نہیں اشارہ مل جائے مگر کیسے؟ یہ سوال فوراً ہی اسے بے قرار کر دیتا، اور دماغ بری طرح اسے جھٹکتا۔

"تم اب کسی کی امانت ہو، ایسی باتیں سوچ کر گناہ گار مت بنو، تم پر اب کسی کا حق ہے شام کو بھول

جاؤ۔"

میں اور اس کے بھولوں نا صرتا تیں کیسی کرتے ہو
صورت تو پھر صورت ہے دو نام بھی پیارا لگتا ہے

عمران، نیہا اور رابی اس وقت گھر میں موجود تھے، باقی گھر والے خاندان میں ہونے والی شادی کی تقریب میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے، رابی کی شادی میں صرف دس دن باقی رہ گئے تھے، وہ بولائی بولائی، بے کل بے کل سی اپنے کمرے میں روتی، تڑپتی، مگر احتشام کو نہ دل و دماغ سے نکال پاتی، اپنا معاملہ اب اللہ پر چھوڑ کر وہ خود کو سنبھالنے میں لگی تھی، تین دن سے اس نے کپڑے تک نہیں بدلے تھے، اب جو آئینے میں اپنی اجاڑ صورت دیکھی تو شرمندگی سے ہنس دی اور پھر میرون رنگ کا سادہ سا سوٹ نکال لیا، یہ رنگ اس پر بہت کھلتا تھا، اسے پسند بھی تھا، سو یہی نہا کر پہن لیا، اپنے کمرے میں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے بال سنوارتے ہوئے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اسے کوئی دیکھ رہا ہے، اس کا دل بھی خوف سے دھڑکا۔

"آپ..." اس نے اپنے بیڈ پر احتشام کو نیم دراز دیکھا تو حیرت اور بے یقینی سے بولی، وہ بولے کچھ نہیں، بس مسکراتے رہے، اسے دیکھ کر اس نے اسے اپنا وہم سمجھ کر نظر انداز کرنا چاہا اور بال سنوارنے لگی، اور بڑبڑانے لگی۔

"پاگل ہو گئی ہوں میں، بھلا وہ یہاں کیسے آسکتے ہیں؟"

"آپ... آپ یہاں کیسے آگئے... نیہا آپ سے کہہ رہی ہوں مسٹر شام!" وہ کنگھی کر کے فارغ ہوئی تو احتشام کو مسلسل اسی پوز میں دراز دیکھ کر اب کی بار غصے سے بولی تھی، مگر وہ تو جوں کے توں اسی طرح براجمان تھے۔

"سن نہیں رہے آپ، میں آپ سے مخاطب ہوں، میرے کمرے میں بغیر اجازت کے آنے اور میرے بیڈ پر دراز ہونے کی جرأت کیسے ہوئی آپ کی؟" وہ غصے سے بول گئی مگر وہ بھی ڈھیٹ بنے مسکراتے رہے، وہ پیٹ گئی۔

"اوہ گاڈ! عمران... نیہا... ادھر آؤ!" اس نے ان دونوں کو آواز دی۔

"جی پھپھو! کیا ہوا؟" وہ دونوں دوڑے چلے آئے۔

"بیٹے! اپنے انکل شام سے کہیے کہ یہاں سے چلے جائیں۔"

"پر انکل شام ہیں کہاں، ہمیں تو نظر نہیں آرہے؟" دونوں نے یکے بعد دیگرے کہا۔

"کیا؟" اس کے پیروں تلے سے جیسے زمین ہی سرک گئی، اس نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"یہ تمہارے سامنے لیٹے تو ہوئے ہیں، میرے بیڈ پر۔"

"کہاں پھپھو! یہاں تو نہیں ہیں وہ، آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں پھپھو!" عمران نے بیڈ کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ پریشان ہو کر بولی۔

"تمہیں دکھائی نہیں دے رہا یہاں دیکھو یہ شام انکل ہیں تمہارے۔"

"پھپھو! شام انکل نے آپ کی خدمت بھی تو بہت کی تھی ناں ہاسپٹل میں، اس لیے آپ کو ایسا لگ رہا ہے، وہ آپ کو یاد آرہے ہیں، ورنہ یہاں تو شام انکل نہیں ہیں۔" نیہا نے کہا تو وہ کرسی پر ڈھے گئی۔

روح افزا اور کیا چاہیے!
ہر موسم کا مشروب
ہمدرد

''یہ کیسے ہوسکتا ہے عمران! تمہیں دکھائی نہیں دے رہا کیا؟''

''پھپھو! آپ کا وہم ہے یہاں شام اکیلی نہیں ہیں، آپ اکیلے میں ڈر رہی ہیں، آئیں ہمارے ساتھ پکنک پوائنٹ کے کارٹون دیکھیں، ہم تو جا رہے ہیں۔'' عمران نے سنجیدگی سے کہا اور نیہا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گیا۔

''ایسا کیسے ہوسکتا ہے، یہ سچ ہے کہ مجھے شام سے محبت ہے لیکن میں اتنی دیوانی تو نہیں ہوئی کہ... وہ یوں مجھے صرف مجھے دکھائی دیں اور کسی کو دکھائی نہ دیں، یا اللہ! رحم کر میری حالت پر، میں تو اب نجانے کس کے نام سے منسوب کر دی گئی ہوں، اور شام کی محبت مجھے جینے نہیں دے گی، ابھی تو نئی زندگی کا آغاز بھی نہیں ہوا اور میرا یہ حال ہو رہا ہے، یا اللہ! تُو تو میرے دل کا حال جانتا ہے، مجھے شام دے دے یا سکون دے دے کہ میں ان کے بغیر خوش رہ سکوں۔'' رابی نے بھیگتے لہجے میں دعا مانگی اور احتشام کو مسلسل بیڈ پر دراز دیکھ کر گھبرا کر دروازے کی طرف دوڑی تو احتشام نے فوراً جست لگائی اور سامنے آ کر اس کا راستہ روک لیا، خوف سے اس کی چیخ نکل گئی۔

''ہیلو گولڈن گرل! کہاں بھاگ رہی ہو، مجھ سے بچ کر بھاگ رہی ہو، میں تو تمہاری رگ رگ میں لہو بن کر گردش کر رہا ہوں، تمہارے لہو میں میرا لہو بھی شامل ہے، میں تو محبت بن کر تمہارے انگ انگ میں سما چکا ہوں، تمہارے روم روم میں میرا بسیرا ہے اور تم مجھ سے اپنے آپ سے ڈر کر گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کر رہی ہو، بھاگ کر بھی تو تمہیں میرے پاس ہی آنا تھا۔'' احتشام نے مسکراتے ہوئے نرم اور محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''آ... آپ... میرا وہم ہیں، خیال ہیں... آپ سچ مچ نہیں ہیں یہاں، ہٹیں مجھے باہر جانا ہے۔'' وہ خوف اور گھبراہٹ سے کانپتے لہجے میں بولی۔

''تمہیں کہیں نہیں جانا۔'' احتشام نے یہ کہتے ہوئے اسے شانوں سے پکڑ لیا۔

''چھوڑیں مجھے۔'' اس کا وہم جاننا رہا ان کے بھاری ہاتھوں کی گرفت نے اسے حقیقت کا ادراک دیا، تو وہ جھنجھنا اٹھی اور غصے سے بولی۔

''آپ کو جرأت کیسے ہوئی میری اجازت کے بغیر میرے کمرے میں آنے کی... میرے بیڈ پر دراز ہونے کی، چھوڑیں مجھے، میں آپ کو اب تک ایک شریف آدمی سمجھتی تھی اور...''

''اور... درست سمجھتی تھیں۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر مسکراتے ہوئے بولے۔

''محترمہ! مجھے اپنی بیوی کے کمرے میں آنے کے لیے اس کی یا کسی کی بھی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، میں اپنی بیوی کے کمرے میں بے دھڑک آ سکتا ہوں اس کا بیڈ شیئر کر سکتا ہوں اسے چھو سکتا ہوں، کون روکے گا مجھے؟''

''کک... کیا مطلب ہے آپ کا؟'' وہ اپنا آپ ان کے حصار سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے الجھن آمیز لہجے میں بولی تو وہ پیار بھرے غصے سے بولے۔

''مطلب تو میں تمہیں ایسا سمجھاؤں گا کہ تم یاد کرو گی۔''

''کیا... مطلب؟''

''بے فکر رہو، آج سارے مطلب سمجھا کر ہی دم لوں گا تم نے انجانے بننے اور لاپروائی برتنے کی حد

کردی ہے، دنیا میں شاید ہی کوئی لڑکی ہوگی جسے اپنے شوہر اور محبوب کا نام معلوم نہ ہوگا، تم دنیا کی واحد لڑکی ہو جسے اپنے محبوب شوہر کا نام تک معلوم نہیں ہے۔"

"تو... آپ کو... اس سے کیا مطلب ہے؟" اس نے غصے سے ان کے بازو ہٹانے کی کوشش کی، مگر گرفت مضبوط تھی، ناکام رہی۔

"اوہ... مطلب کی بچی، میں ہی وہ بدنصیب شخص ہوں، جس کے نام تم اپنے تمام حقوق کر چکی ہو، محبوب تو میں تمہارا ہوں ہی اس کا اقرار تم نے ابھی میرے سامنے کیا تھا، میں ہوں تمہارا شوہر محمد احتشام ظفر۔"

"آ... آپ...!" رانی کے سر پر حیرتوں کے پہاڑ ہی تو ٹوٹے تھے، اس کی خود کو ان سے چھڑانے کی کوشش اور مزاحمت خود بخود تھم گئی اس نے خود کو غیر ارادی طور پر ان کے سپرد کر دیا تھا، اور احتشام یہ محسوس کر کے سرشار ہو گئے۔

"جی میں، اب آپ چھڑائیے ناں خود کو میرے ہاتھوں سے، کوشش کیوں ترک کر دی؟" وہ شرارت سے بولے تو اس نے شرمیلے لہجے میں کہا۔

"کیونکہ مجھے یقین ہے اب میں محفوظ ہاتھوں میں ہوں۔"

"رئیلی...؟" وہ ہنسے تو شرما کر مسکرائی اور پھر ان کے سینے سے لگ کر رو پڑی۔

"ہیں... ہیں یہ کون سا طریقہ ہے اقرار کرنے کا، کم آن رانی!" وہ پیار سے بولے۔

"آپ نے میرے ساتھ مذاق کیوں کیا؟"

"یہ تمہارا قصور ہے، تم نے جو چار سال سے میرا ایسا دو بھر کر رکھا تھا، اس پر انجان بھی بنتی رہیں، تمہیں کچھ تو سزا ملنی چاہیے تھی ناں میرا دل دکھانے کی، تمہیں لے کر ان اور نیہا کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور محترمہ! آپ کی عقل اور سمجھ پر ماتم کرنے کو جی چاہ رہا ہے میرا، آپ مجھے اب تک نہیں سمجھ پائیں، میں آپ کو بار بار تنہائی میں ملنے آتا رہا اور بہت سے مواقع بھی ملے مجھے جب آپ تنہا تھیں، مگر میں نے آپ کو اس طرح اپنے حصار میں لینے کی کوشش بھولے سے بھی نہیں کی تھی کہ مجھے مذہب اور قانون کا حق چاہیے تھا، جائز رشتہ اور تعلق ہی میرا ایمان تھا، اب جو آیا ہوں تو اس رشتے کی عظمت کے احساس کے ساتھ ہی آیا ہوں، ورنہ پہلی بار اس کمرے میں آنے اور بے عزت کر کے نکالے جانے کے بعد دوبارہ یہاں آنے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا میں، یہ تو ہمارے دل نے ہمیں بے بس کر کے رکھ دیا تھا کہ جس نے تمہیں اپنے بیڈ روم سے بے عزت کر کے نکالا تھا، ہم اسی کو اپنے بیڈ روم میں عزت اور محبت سے لانے کی تمنا کر بیٹھے اور اللہ کے کرم سے ایسا ہونے کا سامان بھی ہو گیا ہے، اب تو صرف وہاں جانا باقی ہے، اگر آپ کو یقین نہ ہو تو کیا میں نکاح نامہ بھی پیش کروں آپ کو تاکہ آپ کو یقین آ جائے کہ اس خاکسار کو ہی آپ کا محرم بنایا گیا ہے۔" احتشام نے سنجیدگی سے انکشاف کیا تو وہ ان کی آنکھوں اور لہجے کی سچائی کو محسوس کرنے کے باوجود ایک دم سے ان سے الگ ہو کر بولی۔

"تو آپ کی منگیتر کون تھی جو آپ کے بغیر رہ نہیں سکتی تھی؟"

"وہ تم ہی تو تھیں۔" وہ شرارت سے ہنسے۔

"اس کا اندازہ مجھے اب بھی ہو گیا ہے، میں اگر یہ مذاق نہ کرتا تو تمہاری اس محبت کا پول کیسے کھلتا جو

برسوں سے تمہارے دل میں چھپی ہوئی تھی۔"

"تو آپ ...میرے دل کا حال، میری زبان سے سننا چاہتے تھے۔"

"بالکل!" انھوں نے اسے پھر سے اپنے حصار میں لے لیا۔

"تو سن لیا ناں، اب تو آپ خوش ہیں ناں؟" وہ قدرے ندامت اور خفگی سے بولی۔

"ایسا ویسا۔" وہ خوش دلی سے ہنس پڑے وہ شرم سے سرخ ہوگئی۔

"آپ بہت...!" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"برے ہیں یہی ناں؟" وہ اس کی بات مکمل کرتے ہوئے بولے۔

"نہیں۔" رابی نے ان کے خوبصورت چہرے کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ تو ذرا سے بھی برے نہیں ہیں، آپ تو اتنے اچھے ہیں کہ میں آپ کو مذاق میں بھی برا نہیں کہہ سکتی۔"

"اوہ رابی! رئیلی تم کیا کہو گی؟" وہ خوشی اور محبت سے اس پر نثار ہوتے ہوئے بولے۔

"ذرا سے [illegible]

"کیا؟" وہ مسکرائے

"تو اور کیا بہت اچھے [illegible] آپ، میرا ہارٹ فیل ہو جاتا تو؟"

"تو کی بات مت کرو، میرا اس دنیا میں تمہارا بسیرا ہے اور میرا پیار اتنا کمزور نہیں ہو سکتا کہ یہ اتنے سے مذاق سے تمہیں وہ ہٹا دے جاتا۔" [illegible] کی بات کاٹ کر بولے۔

"پتہ نہیں کیوں مجھے یقین نہیں آ رہا [illegible] سوصاف کرتے ہوئے بولی۔

"اف لڑکی! بے مروتی اور بے نیازی کی حد ہے، کہو تو میں اپنے اور تمہارے نکاح نامے کی فوٹو کاپی اور اپنے شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی تمہیں دکھاؤں [illegible] اپنے ساتھ لایا ہوں، کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ تم حد درجہ بے یقین اور بے اعتبار سوچوں میں گھر جاؤ گی [illegible] شام ظفر!"

"پلیز مجھے مزید شرمندہ نہ کریں۔" وہ ندامت اور [illegible] سے بولی۔

"یعنی آپ مزید سے پہلے بھی شرمندہ ہو چکی ہیں اور مجھے پتا ہی نہیں چلا۔" وہ مذاق سے مسکراتے ہوئے بولے۔

"شام پلیز!" وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔

"آں ہاں... ہاتھ ہٹاؤ بھئی! یہ کون سا طریقہ ہے، شوہر پہلی بار ملنے آیا ہے اور تم ہو کہ روئے چلی جا رہی ہو، اتنا پانی مت ضائع کرو، پہلے ہی آج کل ملک میں پانی کی بہت قلت ہو رہی ہے۔" احتشام نے اس کے ہاتھ پکڑ کر چہرے سے ہٹائے اور آنسو پونچھتے ہوئے بولے۔

"رابی! چار سال پہلے تم سونا تھیں، اور دکھوں، غموں اور مشکلوں کی بھٹی میں جل کر آج تم کندن بن چکی ہو، مجھے تم سے کل بھی پیار تھا اور آج بھی پیار ہے، پہلے سے بھی زیادہ پیار۔"

"شام!" اس نے حیرت اور محبت سے انھیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی میری جان! شام تو مجھے مجھ سے پیار کرنے والے لوگ کہتے ہیں کیا آپ کو بھی مجھ سے پیار ہے؟" احتشام نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ شرما گئی، وہ تو خدا کی اس نعمت اور معجزے پر

حیران اور اس کی شکر گزار تھی کہ جس نے اسے اس کی محبت سے ملا دیا تھا، جس کی اس نے تمنا کی تھی، وہ اس کا شریک زندگی، شریک سفر بن گیا تھا، وہ دل ہی دل میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گئی۔

"اے گولڈن گرل! اب تو مردوں کا اعتبار کر لو۔" وہ اس کے چہرے کو تھام کر بولے۔

"کیوں؟" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"رابی!" ان کا چہرہ بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"چار سال کم نہیں ہوتے رابی! میری نیت اور محبت کو پرکھنے کے لیے کیا چار سال بھی تمہارے لیے کم ہیں، ارے بے پروا و لڑکی! تم نے مجھے کس کس طرح ستایا ہے، کیسے کیسے مجھے آزمایا ہے یہ میرا دل ہی جانتا ہے، میرے ارد گرد لڑکیوں کی کمی نہیں تھی، اور عمر کے اس دور میں جب جذبات کا سیلاب احتیاط کی ساری فصیلیں، سارے قلعے بہا لے جاتا ہے، میں نے اپنے جذبوں کو جوانی کے سمندر کو کناروں سے باہر نہیں نکلنے دیا، بس تمہیں دیکھا، چاہا اور اپنانے کی خواہش اور تمنا دل میں لیے اچھے وقت کا انتظار کرتا رہا، تم نے بھی تو محبت کا مزہ اور ہجر کے لمحوں کا عذاب سہا ہے، میری کیفیت محسوس کر سکتی ہو ناں تم؟"

"جی مگر...!"

"ارے مگر اگر کی بچی! تمہیں تو خوش ہونا چاہیے ایسا ٹیک اور حسین ہمسفر اور شوہر تمہیں ساری دنیا میں نہیں مل سکتا، جس کی جوانی اسی جوانی کے لیے اب تک کہ جس کے دامن سے بوقت ضرورت فرشتے وضو تک فرما لیتے تھے۔" احتشام نے بہت شوخ ہونے کی کوشش میں کہا، تو وہ بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تھینکس گاڈ! تم ہنسیں تو، میں تو ترس گیا تھا تمہیں ہنستا دیکھنے کے لیے۔" وہ بہت محبت سے بولے تو وہ شرمیلے پن سے مسکرا دی اور پھر دل سے بولی۔

"احتشام مجھے اوروں کا تو پتا نہیں، لیکن مجھے آپ پر اعتبار ہے، بھروسہ ہے اور...!"

"اور...؟" انھوں نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر کہا۔

"کچھ نہیں۔" وہ شرما کر ہنس دی۔

"سمجھتا تو میں ہوں کہ اس کچھ نہیں کے پیچھے میرے لیے بہت کچھ چھپا ہوا ہے، مگر سوچ رہا ہوں کہ نکاح دوبارہ پڑھوالوں، کیونکہ تم نے تو مدہوشی اور بے خبری کے عالم میں نکاح نامے پر دستخط کیے تھے ناں، تمہیں تو میرا نام بھی معلوم نہیں تھا، اب تک کیسی خاکم لڑکی ہو تم۔" وہ مسکراتے ہوئے مسرور اور شریر لہجے میں بولے تو اسے ہنسی آ گئی، اور پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

"تین بار قبول تو کہا تھا ناں؟"

"میرے سامنے قبول کرو تو میں مطمئن ہو جاؤں گا کیونکہ وہ نکاح زبردستی کیا تھا تم نے دل سے نہیں کیا۔"

"آپ کو تو دل سے قبول کیا تھا۔" وہ شرمگیں لہجے میں بولی۔

"کیا حرج ہے ایک بار اور قبولیت کا شرف بخش دو۔" وہ بضد تھے اس نے ان کے چہرے کو دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں، وہ اپنے دل میں ان کو قبول کرنے کا اقرار کر رہی تھی، نکاح کے وقت کو اپنے ذہن میں دہرا رہی تھی۔

''واہ... سبحان اللہ! کتنا منفرد، انوکھا اور خوبصورت انداز قبولیت ہے، ہمیں یہ انداز بہت پسند آیا رانی ڈارلنگ! اور ہمیں یقین بھی آ گیا کہ آپ نے ہمیں دل سے قبول کرلیا تھا، ہے ناں؟'' وہ مسکراتے ہوئے بولے تو وہ شرما کر ہنس پڑی۔

☆ ... ☆ ... ☆

اور ٹھیک دس دن بعد وہ احتشام کی دلہن بن کر ان کے ساتھ رخصت ہوگئی تھی، احتشام نے لاہور والی کوٹھی اس کے نام کروی تھی، اور احتشام کو پا کر وہ اتنی خوش تھی کہ اسے ہر شے سے پیار ہوگیا تھا، احتشام کی بے پناہ اور بے ریا محبتوں نے اسے مالا مال کردیا تھا، جوں جوں وقت گزرتا گیا احتشام کا پیار اور اعتبار بڑھتا چلا گیا، وہ بہت خوش تھی، احتشام سے وہ خود بھی بے پناہ محبت کرتی تھی، احتشام کو اس کی محبتوں کے خزانے کیا ملے تھے وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھنے لگے تھے، سارے غم، دکھ اور زخم مٹ گئے تھے، قدرت نے ان دونوں کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی کی نعمت سے نوازا تھا، بیٹوں کے نام احتشام نے ابتسام اور ہشام رکھے تھے اور بیٹی کا نام طاشہ رکھا تھا، آج ان کی شادی کی ساتویں سالگرہ تھی، اور وہ سوچ رہی تھی کہ اس کی اور احتشام کی محبت روز اول کی طرح پرجوش، جنوں خیز اور دیوانی ہے، اپنی محبت بھری جنت میں وہ بہت خوش تھی، چاند کی رات کا یہ منظر اسے گزرے برسوں کی یاد دلا رہا تھا، بچے سو گئے تھے، احتشام عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے، اور وہ لیس پر کھڑی سرور رات میں خاموش چاند کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کتنا مہربان اور شفیق ہے جس نے اس کے من اور گھر آنگن میں محبتوں، چاہتوں، مسرتوں اور راحتوں کے چاند تارے بھر دیے تھے، جس کی چاندنی نے اس کے چار سُو اجالا بکھیر دیا تھا وہ مالکِ کُل کے اس معجزے اور احسان پر حیران اور [illegible] ہردم۔

''اے گولڈن گرل!'' احتشام کی آواز پر اس نے چونک کر مڑ کر دیکھا، وہ اسے اکثر پیار سے گولڈن گرل کہہ کر ہی مخاطب کرتے تھے۔

''جی!'' وہ براؤن شلوار قمیض پر گرے کلر کی گرم شال [illegible] کھڑے تھے۔

''بچوں کی طرح خیال رکھنا پڑتا ہے تمہارا۔'' انھوں نے قریب آ کر محبت آمیز نرمی سے کہا، تو اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب پوچھنے سے باز نہ آنا۔'' انھوں نے پیار سے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی تو وہ ہنس پڑی، تو وہ بھی دھیرے سے ہنس کر بولے۔

''مجھے پریشان کر کے اور تکلیف پہنچا کے راحت محسوس ہوگی تمہیں؟''

''نہیں تو۔'' اس نے فوراً حیران کن لہجے میں جواب دیا۔

''تو پھر اس برفیلی ٹھنڈ میں کھڑی کیا کر رہی ہو، چلو اندر!'' احتشام نے اپنا شال سے ڈھکا بازو اس کے شانوں کے گرد حائل کرتے ہوئے پیار سے کہا تو وہ ان کی محبت پر مسرور ہو کر ہنستی ہوئی ان کی نرم گرم اور محفوظ پناہوں میں سمٹ آئی، جہاں پیار ہی پیار تھا، اعتبار ہی اعتبار تھا، ایک دوسرے کا ایک دوسرے پر۔

☆ ... ☆ ... ☆

فضائل قرآن

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

★ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

★ حق سبحانہ و تقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی، میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہ کو تمام مخلوق پر۔

★ حسد دو شخص کے سوا کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ سبحانہ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور دن رات اس میں مشغول رہتا ہے۔ دوسرے وہ جس کو حق سبحانہ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔

★ حق تعالیٰ شانہ اس کتاب (قرآن) پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ عطا کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

★ قیامت کے دن صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا۔ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

★ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لئے ایک حرف کے عوض ایک نیکی اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ سارا (الم) ایک حرف ہے بلکہ الف حرف ہے لام ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے۔

★ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی اگر وہ آفتاب تمہارے گھر میں ہو۔ پھر گمان تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

★ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام حق تعالیٰ شانہ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور اس کے گھر والے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہو، اس کی شفاعت قبول فرمادیں گے جس کے لئے جہنم واجب ہو چکی ہو۔

★ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

★ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دلوں کی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

★ تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔

★ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سنے اس کیلئے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے اور جو تلاوت کرے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

★ کلام اللہ کو آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنے والے کے مشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا مخفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

★ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا نہ کوئی نبی نہ فرشتہ وغیرہ۔

★ اگر تو صبح کو جاگ کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو 100 رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول پر ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

★ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ان سے نجات کی کیا صورت ہے انہوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

Digest.pk

عائشہ ذوالفقار

میری ہمراہی اب تم ہی ہو

''ماریہ! چلو تمہیں سب بلا رہے ہیں۔'' ساشع نے کمرے میں جھانکتے ہوئے کہا تھا، اسے اثبات میں جواب دیتے ہوئے ماریہ کی آنکھیں جن پر وہ نہ جانے کب سے جبر کیے ہوئے تھی، چھلک پڑیں۔

''جب اسے میرا بننا نہیں تھا تو میرے سامنے کیوں آیا پھر؟ میرے دل میں اتنی محبت کیوں اترا؟ جب قسمت میں کسی اور کا ساتھ لکھا تھا تو مجھ کیوں نے اس کا ساتھ کیوں مان لیا؟'' آنسو بے بندش بہنا شروع ہو رہے تھے، جب اس کی کزنز اسے لے کر باہر آئیں تو اسے لگا جیسے دل بند ہوا جا رہا ہے، اسے لگا موت بھی شاید ایسی ہی ہوگی، دائیں بائیں چلتی اپنی کزنز اسے موت کے فرشتے معلوم ہو رہی تھیں، جن کے نرغے سے چھٹکارا پا کر بھاگنا ناممکن تھا اور دل کا درد بڑھتا جا رہا تھا۔ اسے واقعی لگا کہ جیسے چند لمحوں میں وہ مر جائے گی، بھاری کام کا عروسی لہنگا اٹھاتے ہوئے جب وہ اسٹیج پر چڑھی تو قدم لڑکھڑا رہے تھے، صرف ایک جنبش۔ صرف ایک نظر تھی جو سامنے کھڑے شخص کی طرف اٹھی تھی اور پھر اس میں اتنی ہمت بھی نہ رہی کہ وہ اٹھی ہوئی نگاہ واپس جھکا لیتی، دل یکدم بند ہو گیا۔

''آخر میرے ساتھ ہی کیوں؟ ایسا کیوں۔ کیسے؟'' اسے نہیں معلوم کہ باقی کے کام کب ہوئے، کب اس کا نکاح ہوا اور کب وہ رائی ہو کر اس شخص کے ہمراہ رخصت ہو آئی، بس آنکھ کھلی تو کمرہ پرایا تھا۔

''واقعی سب ہو گیا۔'' یقین نے سر پیٹ لیا ہوگا، اس کی غیر یقینی پر۔

''اللہ! کیسے کیسے خوش فہم لوگ ہیں تیری دنیا میں۔'' دروازہ کھلا تھا، ماریہ کا دل لرزا۔

''میں اسے سب بتا دوں گی، سب .. پھر دیکھوں گی کہ سر آنکھوں پر رکھے گا یا جوتی کی نوک پر، بتا دوں گی کہ میں...!'' مگر اس سے پہلے کہ ماریہ بتاتی، آنے والے نے بتایا۔

''مجھے نہیں معلوم کہ آپ کتنا جانتی ہیں اور کتنا نہیں، میں یہ بات واضح کر دوں کہ آپ کوئی یقین، کوئی ماضی... آپ کے لیے آپ کا ہو گیا، دل میں مت لائیے گا کہ... یہاں پر، رہیں گی اور اس کمرے پر جس کا حق ہے وہ جب چاہے گا یہاں آ جائے گی اور تب آپ کو جانا پڑے گا۔'' ماریہ کو لگا دل پھر بند ہو رہا ہے، اسے لگا اصل موت یہ ہے، جو ایک دم آ گئی تھی، وہ بول ہی نہ سکی، کہہ نہ سکی کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتی۔

''یقیناً یہاں آنا آپ کی اپنی مرضی ہوگی، اس لیے شکوہ مت کیجیے گا۔'' لائٹ بند کرتے ہوئے وہ اس کے پہلو میں آ کر لیٹا تھا، پل بھر میں وہ اس کے بازوؤں میں تھی، چند لمحے اور پھر... پھر اس ایک رات میں اس نے بہت کچھ سیکھ لیا۔

درد کی انتہائیں برداشت کرنا سیکھ لیا

Digest.pk

چیخوں کو لبوں میں ہی مقید کرنا سیکھ لیا
بند آنکھوں کے ساتھ رونا سیکھ لیا
عذاب سہنا سیکھ لیا
اور ہاں ماتم کرنا بھی سیکھ لیا۔

صبح جب وہ اوپر کمرے سے نیچے آئی تو بدن چور چور تھا، آنکھوں میں اس کی ساس کھڑی تھیں، اس کی شکل دیکھ کر ہی سمجھ گئیں۔

''وہ ماریہ! دراصل ریان تھوڑا سا شدت پسند ہے، ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ اس کی شادی کر دی جائے، شادی کے بعد وہ ٹھیک ہو جائے گا اس لیے...'' اور ان کی اس میں کتنی سچائی تھی یہ اسے آنے والی زندگی میں پوری طرح عیاں ہوگئی، ریان شدت پسند نہیں تھا، جنونی تھا اور بچپن سے ہی اس کے اندر [illegible] سہتا چلا آرہا تھا، جب برداشت کی حد ختم ہو جاتی تو وہ جسمانی تکلیفیں دینا شروع ہو جاتا، حریم اس کا کون تھی، اسے بھی لگتی تھی اور مسئلہ شاید پیدا نہ ہوتا اگر حریم [illegible] لگنے کے ساتھ ساتھ اس سے پیار بھی ہو گیا، جنون بن کر عشق بھی ہو گیا اور حریم ایک قدم بھی آگے [illegible] سکی۔

''بہت جنونی ہے وہ، مجھ سے برداشت نہیں ہو پائے گا۔'' حریم کا انکار اس کی ذات کے پرخچے اڑا گیا، پوری رات کمرے میں بند ہو کر انگلیاں کاٹتا رہا، رونا آیا مگر نہ رویا، اسے بھولنا چاہا مگر وہ کون سا ''پسند'' تھی جو بھول جاتی ''عشق'' تھی، ہمیشہ کے لیے چلے آئی تھی، برداشت کرنا چاہا مگر وہ کون سا ''چوٹ'' تھی جو برداشت ہو جاتی۔ ''لگاؤ'' تھی ہمیشہ رکھنے کے لیے آئی تھی، آخر جا کھڑا ہوا اس کے سامنے، نم آنکھوں، زخمی دل اور شکستہ وجود کے ساتھ۔

''رحم نہیں کرو گی؟'' التجا پر زور تھی، حریم پگھل نہ سکی۔

''ریان! میں مان جاؤں گی تو کیا ہوگا، تمہارا جنون میرے لیے اذیت ہو جایا کرے گا، اپنے پاگل پن میں تم مجھے بھی نقصان پہنچایا کرو گے، مجھے بھی تکلیف دیا کرو گے، ہم مجھے اچھے لگتے ہو ریان! مگر سوری، اس ذرا سے اچھا لگنے پر میں پورا مستقبل داؤ پر نہیں لگا سکتی۔'' حریم صاف گوئی سے بولی تھی۔

''اور اگر ٹھیک ہو جاؤں تو...؟'' عشق ہار کیسے مان لیتا۔

''تو پھر ہو کر دکھاؤ۔'' حالانکہ وہ جانتا تھا جنون کا کوئی علاج نہیں ہوتا، مگر پھر بھی وہ ڈاکٹر کے پاس چلا آیا۔

''کچھ ہو سکتا ہے ڈاکٹر صاحب!''

''آپ خود بھی جانتے ہیں مسٹر ریان! کہ کچھ نہیں ہو سکتا، ایک فیصد امید ہے کہ اگر آپ شادی کر لیں تو شاید کوئی اثر ہو جائے، کیونکہ شادی کے بعد تنہائی والا احساس ختم ہو جائے گا۔'' اور ریان ایک بار پھر حریم کے در پر چلا آیا۔

''حریم! شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' حریم مسکرائی۔

''ہاں تو ٹھیک ہے ناں، شادی کر کے دیکھ لو، اگر [illegible] ہو گیا تو آ جانا، مان جاؤں گی میں۔'' ریان [illegible]

[illegible] اور شادی کر کے دیکھ لو۔'' وہ بولی۔

کسی اور کی [illegible] اپنا لو گی؟'' وہ بولا تھا۔

''ٹھیک ہوئی تو اپنا لوں گی۔'' حریم نے کہا تھا، یوں اس نے ماریہ سے شادی کی تھی، ریان نے لڑکی والوں کو سب کچھ بتانے کو کہا تھا مگر اس کی والدہ جانتی تھیں کہ ایسے نہ کوئی مانے گا اور نہ ریاں کو حریم ملے گی، اس لیے انھوں نے ماریہ کے گھر والوں کو کچھ بھی نہ بتایا اور ماریہ انجانے میں ہی اس گھر میں آ گئی، یہ ساری حقیقت اسے آنے والے دو سالوں میں معلوم ہوئی تھی، وہ تو صرف تجربہ کرنے کے لیے اس گھر میں لائی گئی تھی اور اگر تجربہ کامیاب ہو جاتا تو اسے چلے جانا تھا، ریان کا سارا جنون

اب اس پر اترتا تھا، اپنی ہر خواہش ماریہ نے اپنے اندر ہی مار لی، اپنے پہلو میں ہونے کے باوجود ریان اسے کوسوں دور کھڑا محسوس ہوتا، ماریہ کے وجود کو تار تار کر کے پرسکون ہو کر بے خبر ہو جاتا، وہ سسکیاں دباتی، آنسو پیتی، چیخیں گھونٹتی، ماتم کرتی رہ جاتی، ایسے میں دو انگلیاں بہت نرمی سے اس کے بھیگے ہوئے لبوں، رستی ہوئی انگلیوں اور نیلو نیل وجود پر مرہم رکھ دیتیں، دو مضبوط بازو بہت ہولے سے اس کے ٹوٹے وجود کے گرد پناہ بن جاتے، وہ اس کا چھوٹا دیور تھا فرحان ...وہ اس قدر نڈھال ہوتی تھی کہ رکتی ہوئی سانسوں اور بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ وہ اس سے اتنا پوچھنے کی بھی ہمت نہیں رکھتی تھی۔

''اتنا رحم کیوں؟ اتنی فکر کیوں؟'' ماریہ اگر دو سالوں سے ریان کی دی ہوئی اذیتیں، وحشت کر رہی تھی، تو فرحان بھی بڑی مستقل مزاجی سے ان دو سالوں سے اس کی اذیتوں کا مداوا کر رہا تھا، اس نے ایک دفعہ پوچھا تھا اس سے۔

''ایسا کیوں کرتے ہو؟'' وہ مسکرایا تھا۔

''بھائی اتنا کر دیتے ہیں آپ کو، ان سے تو کبھی وجہ نہیں پوچھی اور میں اگر ان زخموں کا ازالہ کرتا ہوں تو سوال کر رہی ہیں۔'' ماریہ چپ ہو گئی تھی۔

''آپ کو بھائی سے محبت ہے؟'' فرحان نے پوچھا۔

''کیوں پوچھ رہے ہو؟'' وہ فوراً بول نہ سکی۔

''کیونکہ اگر محبت ہے تو پھر تو آپ کا اتنے دکھ، وہ بھی بلاوجہ سہنا سمجھ میں آتا ہے، اگر نہیں ہے تو واپس کیوں نہیں چلی جاتیں؟'' ماریہ صرف اتنا کہہ سکی۔

''کاش۔ یہ سوال کبھی تمہارا بھائی کرے، پھر میں اسے بتاؤں کہ میں یہاں سے کہاں نہیں جاتی۔'' فرحان چپ ہو گیا تھا، آخر رفتہ رفتہ ریان میں بہتری آ گئی، وہ لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا تھا جب ماریہ اس کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

''ریان! I am expected!''۔ وہ تیسری دفعہ امید سے ہوئی تھی، ریان کا چہرہ بے تاثر تھا۔

''ریان! اس دفعہ تو ...!'' وہ نجانے کس امید پر بولی تھی۔

''ماریہ! مجھے نہیں چاہیے بچہ پلیز!'' ماریہ کوئی سوال نہ کر سکی، جانتی تھی کہ اب جواب نہیں ملے گا۔

''مسٹر ریان! اس بار نہ کروائیں، پھر یہ کبھی ماں نہیں بن سکیں گی۔'' ڈاکٹر نے کہا تھا، ماریہ نے دہل کر ریان کی طرف دیکھا تھا۔

''جو خدا کی مرضی۔'' وہ کہہ کر اٹھ گیا تھا، ماریہ سن رہ گئی، ریان اس کے نڈھال وجود کو کمرے میں چھوڑ کر باہر نکل گیا تھا، آج بڑے عرصے بعد وہ بلک بلک کر روئی تھی، فرحان نے آہستگی سے پانی کا گلاس اس کے کانپتے ہوئے لبوں سے لگایا۔

''واپس چلی جائیں، اتنی بیوقوف نہیں ہوئیں آپ ابھی کہ اتنی بڑی بڑی قربانیاں دے سکیں۔'' وہ بولا تھا۔

''تو پھر یہاں سے واپس جانے کی قربانی کیسے ...'' ریان ایک بار پھر حریم کی طرف گیا تھا۔

''مجھے حریم میں بہت پیار کرتا ہوں تم سے۔'' وہ بے بس ہوا تھا، تب ہی آنکھیں چھلک گئیں، حریم کو ترس آیا تھا اس نے نرمی سے ریان کی آنکھیں صاف کی تھیں۔

''تھینکس، تھینک یو ویری مچ۔'' ریان مسکرایا تھا۔

''ماریہ! میں حریم سے شادی کر رہا ہوں، وہ اسی کمرے میں آئے گی۔'' دوسرے لفظوں میں کہہ رہا تھا کہ کمرہ خالی کر دو، ماریہ سن رہ گئی، وہ وقت جس کے بارے میں اس نے اپنی شادی کی پہلی رات سنا تھا، آ ہی گیا، اپنے چند جوڑے اور باقی چیزیں ایک بیگ میں ڈال کر وہ آنسو پیتی چپ چاپ نیچے آ گئی، فرحان نے اسے سیڑھیوں کے پاس ہی روکا تھا۔

''یوں بار بار لینے سے کچھ نہیں ہوگا، آج کمرے سے نکالا ہے، کل گھر سے نکال دیں گے آپ کو، اپنے حق

Digest.pk

کے لیے آواز اٹھائیں یا پھر عزت سے واپس چلی جائیں، یوں خود کو رسوا نہ کریں۔" ماریہ اپنے دکھ میں فرحان کی آنکھوں کی چنگاریاں اور درد دیکھ ہی نہ سکی، گزرے کئی سالوں کی اذیت، آنسوؤں کی التجاؤں اور دل کی دہائیوں سے تنگ آ کر، مجبور ہو کر، ہمت کر کے ریان کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"ریان! پلیز ذرا سا رحم کریں مجھ پر، دوسری شادی نہ کریں پلیز!" ریان چند لمحے اس کی آنکھوں کی برسات دیکھتا رہا پھر بولا۔

"ماریہ! میں نے کہا تھا ناں کہ یہ زندگی آپ نے اپنی مرضی سے چنی ہے اب شکوہ مت کیجیے گا، پھر اب کیوں کر رہی ہیں؟" [illegible] ہاتھوں کی پشت سے آنکھوں کو رگڑا اور صرف [illegible]

"سوری ریان! میں [illegible]" اس کے نکاح کے روز وہ خود سے بیگانہ ہوئی تھی، ریان کی والدہ خاموش تھیں، انھیں شاید بیٹے کی [illegible] تھیں، اس روز وہ ریان کے کمرے کی ایک [illegible] انگلیاں پھیرتے ہوئے روئی۔

"کاش۔۔۔ مجھ میں اتنی ہمت ہوتی کہ میں واپس پلٹ سکتی، کاش میں اتنی کمزور نہ ہوتی۔" آخر برداشت ختم ہو گئی تو باہر آ گئی، ریان، حریم کا ہاتھ تھامے اوپر آ رہا تھا، دو سیڑھیوں کے درمیان میں ہی ساکن ہو گئی، کیا کیا نہیں سیکھایا تھا ریان نے اسے، کیا کیا نہیں دیا تھا ریان نے ماریہ کو، ماریہ کو لگا موت ایک بار پھر آ رہی ہے، دل ایک بار پھر جواب دے رہا تھا، ریان اس کے پاس سے گزر کر اوپر چلا گیا، ماریہ کی لرزتی پلکیں ایک دم بند ہوئیں، ریلنگ پر ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہوئی اور وہ لہراتی ہوئی نیچے کی طرف آئی، ایک بار پھر فرحان کے مہربان ہاتھوں نے اسے تھام لیا، ماریہ نے بے بسی سے ہاتھ اوپر جاتے ریان کی طرف بڑھایا، فرحان نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا، کمرے کا دروازہ بند ہوا تھا، اس رات فرحان کی شرٹ کو پانی پانی کرتی وہ اس کی پناہوں میں ٹوٹ ٹوٹ گئی۔

"کاش۔۔۔ میں اتنی مجبور نہ ہوتی، خدا کسی کو اتنا مجبور نہ کرے۔" اس کے لبوں سے نکل رہا تھا فرحان دل میں بولا۔

"واقعی! خدا کسی کو اتنا مجبور اور بے بس نہ کرے۔" ماریہ یہ گھونٹ بھی پی گئی، حریم کی نگاہوں میں اس کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا، ریان اب اس سے بالکل لاتعلق ہو گیا تھا، ریان نے سوچا وہ ٹھیک ہو گیا ہے مگر وہ صرف تب تک ٹھیک تھا جب تک ماریہ کے ساتھ تھا، ماریہ اس کا ہر جنون اپنے وجود پر سہتی تھی اس لیے وہ ٹھیک تھا، جب اس جنون کو نکلنے کے لیے ماریہ نہ ملی تو وہ ایک بار پھر ریان پر ہی نکلنے لگا، کیونکہ حریم سے تو وہ اونچی آواز میں بات کرنا بھی گناہ سمجھتا تھا، اسے بے وردی سے اپنا آپ کاٹتے دیکھ کر حریم برداشت نہ کر سکی۔

"ریان! تم جنونی تھے اور جنونی رہو گے۔" ریان بے بسی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"جب تک ٹھیک نہیں ہو گے، میں تمہارے ساتھ [illegible] رہوں گی۔" ریان کی راتیں عذاب ہو گئیں، حریم [illegible] سامنے ہونے کے باوجود اس کی نہیں تھی، وہ [illegible] کی اور ریان کا جنون ان دو ماہ میں پھر [illegible] وہ کمرے میں بند خود کو اذیتیں دیے رہا [illegible]

"حریم اسے [illegible] میرا بیٹا مر جائے گا۔" ریان کی والدہ حد درجہ پریشان تھیں، ماریہ کو لگا ریان کی اذیتیں اسے تکلیف دے رہی ہیں، چند لمحوں کی دیر تھی اور اس کے بعد وہ دوپٹہ گلے سے اتارتی حریم کے پہلو سے گزر کر ریان کے کمرے میں چلی گئی۔

"ماریہ! جاؤ یہاں سے۔" ریان کی گردن سے خون بہہ رہا تھا، ماریہ بے چین ہو گئی۔

"جاؤ یہاں سے۔" وہ چلایا مگر ماریہ نے آگے بڑھ کر اس کی انگلیوں سے بلیڈ چھینا تھا۔

"ماریہ!" مگر ماریہ کی انگلیاں اس کے لبوں کو

Digestpk

خاموش کروا گئیں، بہت نرمی سے دو اس کے سینے سے لگی تھی اور ریان کا دو ماہ کا غبار اس پر نکل گیا، ریان نے تھپڑوں سے اس کا چہرہ لال کر دیا تھا، اس کے منہ سے نکلتے خون کو صاف کرتے ہوئے نہ جانے کیوں فرحان کی آنکھیں نم ہو گئیں، مگر یہ انجام نہیں تھا، ریان جنونی تھا اور اس کا جنون ہمیشہ کے لیے تھا، حریم صرف چھ ماہ برداشت کر سکی۔

"ماریہ! تم اس کے جنون کو نکلنے کا راستہ دیتی ہو، اسے برداشت کرنے دیا کرو۔" ماریہ چپ رہ گئی۔

"جب تک ریان پر میرا حق ہے تب تک کم از کم میں اسے یوں خونم خون تو نہیں دیکھ سکتی۔" لیکن یہ صرف ماریہ کی غلط فہمی تھی، ریان پر صرف حریم کا حق تھا اور حریم نے یہ حق بہت بھرپور سے ادا کیا تھا، شادی کے چھ ماہ بعد ریان خود ماریہ کے پاس آیا تھا طلاق کے کاغذات لے کر۔

"ریان!" وہ صرف اتنا کہہ سکی۔

"یہ حریم کی خواہش ہے اور اس کی خواہش میری آنکھوں پر۔" ریان نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا تھا، اپنی عدت کے دنوں کا ایک ایک لمحہ اس نے گن گن کر گزارا تھا، ہر گزرتا پل اسے ریان سے دور کرتا جا رہا تھا، جیسے ہی اس کی عدت ختم ہوئی، حریم نے اس کا سامان، اس کے سامنے لا کر رکھ دیا۔

"جاؤ یہاں سے۔" نہ جانے ابھی اور کتنی دفعہ موت کا سامنا کرنا تھا، ماریہ کی آنکھیں برس پڑیں۔

"ریان پلیز!" اس نے انتہائی بے بسی سے ریان کی طرف دیکھا تھا۔

"ریان پلیز! مجھے یہاں سے نہ نکالیں، آپ نہیں جانتے کہ آپ میرے لیے کیا ہیں۔" حریم، روتی بلکتی ماریہ کو دروازے تک لے کر آئی تھی، ماریہ کے والدین اسے لینے آئے تھے۔

"ماریہ چلو!" اس کی والدہ نے اس کا ہاتھ پکڑا جسے اس نے جھٹک دیا اور دوبارہ ریان کی طرف مڑی۔

"ریان! آپ کو اندازہ نہیں ہے میں ایک پل نہیں رہ پاؤں گی آپ کے بغیر، آپ کو دیکھے بغیر مجھے سانس نہیں آتی، تو کیسے زندہ رہوں گی میں آپ سے دور ہو کر، خدا کا واسطہ ریان! مجھے مت نکالیں۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی، پورا بدن لرز رہا تھا، ریان سے برداشت نہ ہوا تو ایک دم سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا، حریم نے اسے باہر کی طرف دھکیلا۔

"جاؤ۔" فرحان کو لگا جیسے اس دروازے سے قدم باہر نکالتے ہی وہ مر جائے گی، کاش! محبت اتنا مجبور نہ کیا کرے، اتنا بے بس نہ کیا کرے۔

"ٹھہریں!" وہ آگے بڑھا تھا اور ماریہ کا ہارا ہوا شکستہ وجود ایک بار پھر اسی نے تھاما۔

"مجھے ماریہ سے شادی کرنی ہے۔" اوپر جاتا ریان ایک دم رکا تھا۔

☆.....☆.....☆

"یہی ایک راستہ ہے ماریہ! صرف اسی طریقے سے آپ اس گھر میں رہ سکتی ہیں۔" ماریہ کے منع کرنے پر فرحان نے اسے کہا تھا۔

"مجھ میں حوصلہ نہیں ہے۔" وہ بولی۔

"ایک بچے کا حوصلہ پیدا کریں، مجھ سے نکاح کا پابند ہو جائے گا۔" اور جانے کا تو سوال ہی نہیں تھا، اس نے فرحان سے شادی کر لی، ریان ہر اس کا ہر حق ختم ہو گیا، فرحان اور وہ دو اجنبی اجنبیوں کی طرح رہنے لگے، ماریہ صرف ریان کو دیکھ کر جیتی رہی اور فرحان شاید ماریہ کو دیکھ کر، ماریہ ریان کے عشق میں اتنی پاگل ہو گئی کہ فرحان کو سمجھ ہی نہ سکی، یا شاید کوئی کسی کو بھی نہ سمجھ سکا، مگر گزرتے وقت کے ساتھ ماریہ کو محسوس ہوا کہ یوں جینا زیادہ مشکل ہے۔ ریان کی اذیتوں کو خود پہ سہنا آسان تھا مگر اسے اذیت میں دیکھ کر چپ رہنا مشکل۔ خود کو تکلیف دینا اس کا ہاتھ روکنا آسان تھا، مگر دور کھڑے ہو کر تماشا دیکھنا مشکل۔ پہلے بڑے حق سے اس کے پاس جا کر اسے روک دیتی تھی، پر اب زبان

سے کہنا بھی بس میں نہیں تھا، ریان اس کے سامنے اپنے جنون سے لڑتا اور وہ بے بس کھڑی تماشا دیکھتی رہ جاتی، تین ماہ... حریم صرف مزید تین ماہ برداشت کر پائی اور پھر اس کی بس ہوگئی۔

"ریان! مجھے طلاق چاہیے، میں مرجاؤں گی تمہارے ساتھ رہ کر۔"

"حریم! میں مرجاؤں گا۔" ریان صرف اتنا کہہ سکا۔

"کوئی کسی کے بغیر نہیں مرتا۔" وہ بولی۔

"مرتا ہے حریم! جب کسی سے حد سے زیادہ عشق کرکے اس کے بغیر رہنا پڑے تو پھر مرجاتا ہے انسان۔" حریم نہیں مانی۔

"ٹھیک ہے جاؤ، چھوڑ دیتی ہوں، تمہاری ہر بات پہلے بھی سرآنکھوں پر رکھی ہے اور اب بھی رکھوں گا، مگر پلیز ابھی طلاق مت لو، خود سے کوئی ایک دوماہ جڑی رہنے دو، خود سے ملنے اور خود کو دیکھنے کا ایک اور موقع دو میرے پاس۔" وہ بولا تھا۔

"اور جب مجھے دوسری شادی کرنی ہوئی تو۔" حریم نے اس کی روح تک کھینچ لی۔

"تو یقین رکھو کہ تب بھی تمہاری خوشی سرآنکھوں پر ہوگی۔" حریم چلی گئی، شاید ہمیشہ کے لیے، اس کے جانے کے بعد ریان اور ٹوٹ گیا، اب صرف دو تھا اور اس کا جنون۔ رفتہ رفتہ گھٹ گھٹ کر جینے مرنے لگا، لوگ صرف سانسیں بند ہونے کو ہی مرنا کیوں کہتے ہیں؟ چلتی سانسوں اور کھلی آنکھوں کے ساتھ بھی موت آتی ہے، جسے نہیں یقین وہ ریان کو دیکھ لے۔ وہ واقعی مرگیا تھا، اسے یوں جلتا، سلگتا دیکھ کر ماریہ ویران ہوجاتی، مگر بے بس تھی، صرف اسے دیکھنے کا اختیار رکھتی تھی، کہنے کا، کرنے کا اور روکنے کا اختیار کھو چکی تھی، اس دن اس کی حد ہوگئی، ریان نے خود کو آگ لگالی تھی، ماریہ بلک بلک کر مرنے والی ہوگئی، بمشکل ریان کو بچایا گیا، اسے یوں بلکتا دیکھ کر شاید فرحان کی بس ہوگئی۔

"میں کچھ کرسکتا ہوں آپ کے لیے تو بتائیں؟" اور ماریہ نے ایک لمحے سے کم وقت میں کہا تھا۔

"مجھے طلاق دے دو، بس!" فرحان صرف اتنا بولا۔

"پھر کیا کریں گی؟"

"میں خود کرلوں گی، اب مجھے جو کرنا ہے۔" اور فرحان نے اسے طلاق دے دی، وہ ریان کی والدہ کے پاس آئی تھی۔

"آنٹی! آپ جانتی ہیں کہ ریان کو صرف میں بچا سکتی ہوں، پلیز میرا اور ریان کا نکاح کروادیں۔" مگر اس بار انکار ریان کی طرف سے تھا۔

"ریان! تیری زندگی بچ جائے گی بیٹا!" وہ ماں تھیں، انھیں آج بھی صرف اسی کا خیال تھا۔

"ایک بار پہلے بھی کوشش کی تھی آپ نے میری جان بچانے کی، مگر ناکام ہوگئیں ناں، تو پلیز مزید کوشش نہ کریں۔" وہ چپ ہوگئیں۔ نکاح کے پیپرز ان کے ہاتھ میں ہی رہ گئے۔

"جائیں!" وہ بولا، وہ ابھی مڑی تھیں کہ دروازے کے بیچ کھڑی ماریہ نے انھیں روک دیا۔

"نہیں آنٹی!" کہہ کر وہ آگے کو آئی تھی۔

"ریان! اب تو حریم نہیں ہے، اب کیوں منع کر رہے ہیں؟" ریان ایک دم اس کی طرف مڑا۔

"اچھا اور اگر میں پوچھوں کہ تمہیں تو مجھ سے محبت بھی نہیں ہے پھر کیوں کر رہی ہو یہ سب تو؟" شاید اسی پل کا انتظار تھا اسے، یہ پل اس نے کئی دفعہ مانگا تھا، آج مل ہی گیا، آج بتانا تھا اسے سب کچھ۔

"تو سنیں ریان! ایک لڑکی ہوا کرتی تھی، بہت عام سی، معمولی سی، ذرا ذہین زیادہ تھی، اس لیے پڑھ لکھ گئی، چھوٹے شہر کی رہنے والی تھی سو ماں باپ نے آگے پڑھنے کے لیے یونیورسٹی بھیج دیا، تب تک اس کے دل کا ورق سادہ ہی تھا، پھر نہ جانے کیسے، کب اور کیوں وہ ورق رنگین ہوتا چلا گیا، نہ جانے وہ کون تھا مگر اس نے

صرف ایک بار اسے دیکھا اور اس کے بعد کسی اور کو نہیں دیکھا، یونیورسٹی کے دو سال اس انجان شخص کو دیکھتے گزار دیے، سمجھ نہ سکی کہ کسی ایک کو دیکھنا، دوبارہ دیکھنا اور بار بار دیکھنا، یہی تو محبت ہوتی ہے، اور ہمت اتنی کہ دو سالوں میں اس کا نام تک نہ جان سکی، گھر واپس آئی تو پتا چلا کہ کیا ہو گیا ہے، اسے ذہن سے جھٹکنے کی پوری کوشش کی مگر بے سود، بھولنا چاہا مگر بے سود، اسے یاد نہ کرنے کی قسمیں کھائیں، اسے بھول جانے کی دعائیں کیں، جتیں مانگیں، نفل پڑھے مگر وہ غبار کی طرف ذہن و دل پر نقش ہوتا چلا گیا، لڑتے لڑتے تھک گئی تو پتا چلا کہ پیار محبت بن چکا تھا، شدید محبت..... ماں باپ نے رشتہ ڈھونڈا اور شادی کر دی، شادی والے دن اسے لگا جیسے اس کی محبت کا قتل ہو رہا ہے، دولہے والے شوہر کو دیکھا تو سن رہ گئی، نہ جانے خدا نے کتنے قریب سے اس کی سنی تھی، وہ وہی تھا جس کا نام تک وہ نہیں جانتی تھی، محبت جذبات سے وہ بے ہوش ہو گئی، ہوش آیا تو شوہر سامنے تھا، سوچا اسے سب بتائے گی مگر اس کے بتانے سے پہلے ہی اس کے شوہر نے اسے بتا دیا، وہ من چاہی بہن تھی، برداشت کر گئی، شوہر نے اس سے ماں ہونے کا غرور چھین لیا، برداشت کر گئی، شوہر نے دوسری شادی کر لی، برداشت کر گئی، شوہر نے رونا سکھایا، دکھ دیے، اذیتیں دیں، خوشی سے سہہ گئی، اس لیے کہ محبت نہ جانے کب عشق کا درجہ پا گئی تھی، شوہر نے طلاق دے دی، رو رو کر برداشت کر گئی مگر اب اس کا پیار اس کا عشق اس کے سامنے ٹوٹ ٹوٹ کر قبر میں اترے گا تو کیسے برداشت کرے گی ریان؟" ریان ساکت تھا، وہ تھوڑا آگے کو ہوئی۔

"اب یہ بھی مجھے ہی بتانا پڑے گا کیا کہ وہ لڑکی کون تھی اور اس کا شوہر کون تھا؟" ریان ایک دم پھٹ پڑا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے ماریہ! کہ تمہارے ساتھ رہ کر میں دوبارہ سے جی اٹھوں گا، نہیں ماریہ! ایسا نہیں ہوگا، ساری رات تمہارے وجود کو مارنے پیٹنے اور روندنے کے بعد میں اس قابل بھی نہیں ہوا کروں گا کہ تمہارے زخموں پر مرہم ہی رکھ دوں، تمہارے سامنے نگاہیں اٹھانے کے قابل نہیں رہوں گا میں، تمہیں پیار کی ایک بوند بھی نہیں دے پاؤں گا، میں خود تو قبر میں اتروں گا ہی ساتھ تم بھی اتر جاؤ گی۔"

"میں آپ کے بغیر بھی قبر میں ہی اتروں گی ریان! تو بہتر ہے ناں کہ آپ کے ساتھ ہی اتر جاؤں۔" وہ بولی، ریان چپ رہ گیا، ماریہ بازو سے پکڑ کر ریان کو آگے تک لے کر آئی اور صوفے پر بٹھا دیا، پھر اس کی والدہ کے ہاتھ سے نکاح کے کاغذات پکڑے اور ریان کے سامنے رکھ دیے، پین اس کی انگلیوں میں تھما دیا، ریان نے اس کی طرف دیکھا۔

"جب تک حریم شادی نہیں کر لیتی میں روز اس سے ملوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ بولی۔

"میری زندگی میں تمہاری حیثیت ہمیشہ حریم سے نیچے ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔"

"تمہیں کبھی پیار نہیں کر سکوں گا۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے، میں آپ سے پیار کر لوں گی۔" ماریہ بولی۔

"تمہاری میرے دل میں کوئی جگہ نہیں ہوگی۔" وہ بولا۔

"مگر میرے دل میں صرف آپ ہوں گے۔"

"میرے جنون کی بھی شکایت نہیں کرو گی۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے مگر آپ روزانہ مجھے ایک دفعہ سوری ضرور کہیں گے اور اپنے 24 گھنٹوں میں سے دو گھنٹے مجھے دیں گے۔" ریان نے چند لمحوں بعد سائن کر دیے، فرحان دروازے میں کھڑا تھا، اس نے ایک بار پھر اپنے ہاتھ میں پکڑے پاسپورٹ کو دیکھا، آج رات اس کی فلائٹ تھی اور پرسوں عید۔

☆...☆...☆

آج سے اس کا امتحان شروع تھا، ریان کا ہر دکھ، ہر اذیت اس نے اپنے وجود پر سہہ لی، آنکھوں سے لگاتار پانی نکل رہا تھا، اس کے دونوں ہونٹوں سے خون رسنے لگا تھا، بے خبر ہوتے ہوئے ریان نے اسے بازوؤں کی قید سے آزاد کیا، وہ نڈھال سی بیڈ کے کنارے پر گر گئی، ابھی اس کی لرزتی آنکھیں بند ہوئی ہی تھیں کہ کسی نے روئی سے نہایت نرمی سے اس کے ہونٹوں سے رستا خون صاف کیا تھا، اس نے ایک دم آنکھیں کھولیں، وہ وہی تھا جو ہمیشہ اس کے دکھوں کا مداوا کرتا تھا۔

''تم گئے نہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں۔'' وہ بولا۔

''کیوں؟'' فرحان کچھ کہہ نہیں رہا پھر بولا۔

''ماریہ! ایک لڑکا تھا، بہت عام سا، معمولی سا، 17 سال کی عمر میں اس نے ایک لڑکی کو دیکھا، وہ شاید کہیں جا رہی تھی، اس کا سارا سامان لے تیزی سے بس میں چڑھی تھی، اسے وہ اچھی لگی بہت اچھی، پھر اس کے بعد کئی بار اس نے اس لڑکی کو دیکھا، اس لڑکی کی تصویر جیسے نقش ہو گئی، ہر جگہ، اس لڑکے کے دل میں، سانسوں میں، باتوں میں، یادوں میں اور سب سے بڑھ کر آنکھوں میں، مگر نہ جانے کیا ہوا کہ وہ ایک دم گم ہو گئی، کبھی واپس نہ آئی، لڑکا ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو گیا، نام تک نہ جانتا تھا، محبت پر پھیلا چکی تھی آخر کئی سالوں بعد دوبارہ مل گئی مگر... اپنے جنونی بھائی کی بیوی کے روپ میں، برداشت کر گیا، اس کا ہر دکھ ہر زخم، ہر تکلیف اپنی انگلیوں میں سوتا چلا گیا، بھائی نے طلاق دی اور وہ روتی بلکتی برداشت نہ ہوئی، تو صرف اس کے لیے اس سے شادی بھی کر لی، صرف اس کی خوشی کے لیے طلاق بھی دے دی، مگر اب وہ اس کی نظروں کے سامنے اپنی مرضی سے موت کے کنوئیں میں اترے گی تو کیا وہ لڑکا آنکھیں بند کر سکے گا؟'' ماریہ رو دی۔

''اب یہ بھی مجھے ہی بتانا پڑے گا کہ وہ لڑکا کون تھا اور لڑکی کون تھی؟'' ماریہ کے آنسو بہہ نکلے۔

''تم اپنے عشق میں اذیتیں سہہ سکتی ہو تو میں اپنے عشق میں ان کا مداوا نہیں کر سکتا کیا؟'' وہ بولا۔

''کب تک؟'' وہ بولی۔

''جب تک زندہ ہوں۔'' فرحان بولا، ماریہ نے آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنا نڈھال وجود اس کی مہربان پناہوں میں دیا تھا۔

☆ ... ☆ ... ☆

وہ کچن میں کھڑی انڈا فرائی کر رہی تھی، جب کسی نے نہایت نرمی سے اس کے دونوں ہاتھوں کو مقید کرتے ہوئے چولہا بند کیا اور اپنا چہرہ اس کے کندھے سے ٹکاتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''آئی ایم سوری!'' ماریہ اندر تک سرشار ہو گئی، اس نے آہستگی سے اپنا آپ اس کے ساتھ لگاتے ہوئے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا، ریان اسے ہی دیکھ رہا تھا، ماریہ کے ہونٹ پر موجود زخم ابھی تازہ تھا، ریان نے نرمی سے ہاں اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔

''چھوڑیں آپ کو ناشتہ دوں۔'' وہ بولی، تو ریان کرسی گھسیٹ کر وہیں بیٹھ گیا، ماریہ نے ناشتہ اس کے آگے رکھا اور خود بھی کرسی گھسیٹنے لگی تھی جب ریان نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے بٹھایا تھا، اسے ریان کی سانسوں کی مہک آ رہی تھی۔

''اب وہ گھنٹے اتنی دیر بیٹھ کر کرتی کیا؟'' وہ اس کے منہ میں لقمہ دیتے ہوئے بولا تھا، جواباً وہ مسکراتے ہوئے اس کے کندھے سے لگی تھی۔

''یقیناً اب شاپنگ کی فرمائش بھی ہو گی؟'' وہ اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر بولا تھا۔

''نہیں، یہ دو گھنٹے ہی میری شاپنگ سمجھیں۔'' دونوں ایک ساتھ مسکرائے تھے، دروازے میں کھڑے فرحان نے بڑی شادمانی سے ماریہ کے ہنستے چہرے کو دیکھا تھا، کل آنے والی عید یقیناً بہت آسودہ ہونی تھی۔

☆ ... ☆ ... ☆

Digest.pk

Italiano®
Free Developer Inside
Italiano
Italiano
Italiano
Italiano
Nourishment for Hair With
Silk Protein, Vitamin E & Hair Conditioner

فریدہ فرید

عید وصال

"یا باری تعالیٰ! آج چاند مت دکھانا۔" اہل کی دعا کتنی انوکھی تھی چھت پر موجود سب ہی نفوس جو انتیسواں روزہ افطار کیے چاند ڈھونڈنے چھت پر موجود تھے، اس کی دعا پر چلا اٹھے، حنا نے تو اس پر مکوں کی برسات کر دی تھی، انتیس روزے سر مر کے رکھے تھے، تیسواں روزہ تو اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوتا۔

پورا پاکستان جہاں چاند نظر آنے کی دعائیں

کر رہا تھا، چند مقامات پر تو زبردستی چاند نکلوا بھی لیا گیا تھا، وہاں اس تنہا دعا کی کیا حیثیت تھی اور مانگنے والی ہستی بھی وہ تھی جو ہمیشہ سے انتیسویں چاند کی شیدائی رہی تھی، مگر اس سال اس کی ترجیحات الگ تھیں، تو دعا میں اثر بھی غضب کا تھا، 70 ماؤں سے زیادہ چاہنے والا رب کیسے اس کی التجا رد کر دیتا۔

''میں نے اپنے رب سے عرض کیا ہے یا تو میرا چاند دکھا یا کوئی چاند مت دکھا۔'' کون کہتا تھا کہ وہ تنہا اس کی دعا تھی، کہیں بہت دور دو ہتھیلیاں اور بھی تھیں جو دعا کے لیے اٹھی تھیں، ایک اور تڑپتا دل بھی تھا جو اسی کے پہلو میں سراپا تھا، دعا آغا نے آسمان کی جانب نگاہ کی، چاند کی رونمائی نہیں ہوئی تھی جہاں ہزاروں منہ لٹک گئے تھے، وہاں دو فریق بلیوں اچھل گئے تھے، ایک دن اور میسر آیا تھا، امید اور آس کے دیے روشن کرنے کے لیے شاید کہ عید کی صبح سورج کے ساتھ کسی کا روشن چہرہ طلوع ہو۔

☆ ☆ ☆

ناشکری انسان چاند نظر نہ آنے پر بجائے اپنی

دعا کی قبولیت پر اپنے رب کی مشکور ہوتی، منہ پھلائے خود کو کوس رہی تھی۔

''قبولیت کا وقت تھا، چاند نظر نہ آنے کی دعا مانگنے کے بجائے اپنے چاند کے لیے چھٹی ہی مانگ لیتی۔'' اہل کے رنج والم کی کوئی حد نہ تھی، جانے وہ کیا تھی اور کیا ہوگئی تھی، اس کی پسندیدہ چیزوں میں اول چیز یہ گانا تھا ''تو چھٹی لے کے آجا بالما...!'' اس کے نزدیک یہ سونگ بے ہودگی کی کھلی آفر تھا، اور آج اس کا دل خود اسی سوچ کی آماجگاہ بن گیا تھا۔ یہ اعجاز وصی آغا کی چاہت کا تھا کہ خشک چیز ارزانہ اہل حسین کے لبوں پر ہر دم اب یہی ترانہ تھا ''آپ کے آنے سے کر ہم کچھ بدل سے گئے۔''

کتابی کیڑے کی مانند کتابوں میں سر دیے جہاں سے کنارہ کش [illegible] میڈیکل کی اسٹوڈنٹ تھی، تو وصی آغا کے بقول [illegible] کی حامل وہ ٹاپ کلاس بور ترین ہستی بھی [illegible]

وصی آغا کو اس کی ہر عادت پر اعتراض [illegible] کھانے بیٹھتی تو بیٹھی ہی رہ جاتی، میز خالی ہو جاتی مگر اس کی پلیٹ کا ذرا سا سالن ختم نہ ہوتا، وصی آغا کڑھ کڑھ کے اپنا کھایا ہضم کرتا رہتا۔ سب سے زیادہ تنقید وصی آغا اس کے لباس کی بے ترتیبی پر کرتا جو کبھی بھی یکساں رنگوں کا لباس نہ پہنتی، کبھی کسی اور رنگ کی تو دوپٹے، شلوار کی الگ دنیا ہوتی، وصی آغا تو برملا اسے کلر بلائنڈ ڈکلیئر دے چکا تھا۔

ہر وقت کوئی نہ کوئی موٹی کتاب اس کی گود میں وزن ڈالے رکھتی جس سے وصی آغا کو خاص دشمنی نہ تھی بلکہ وہ تو شکر گزار تھا کہ اس کتاب کے وزن کی بدولت وہ پان سی چڑیا تیز ہوا کے ساتھ محو پرواز ہو جانے سے محفوظ رہتی تھی۔

وصی آغا کو اس کی کھڑی ناک پر قبضہ جمائے بڑی بڑی آنکھوں کو اپنے دامن میں چھپائے اہل کے چشمے سے بھی الرجی تھی، اس کے بقول یہ چشمہ اہل کو صرف وہی نظارے دکھاتا تھا، جو وہ چاہتا تھا اس رقیب نے اہل کو کبھی وہ رنگ دیکھنے نہیں دیے، جو وصی کی چمکتی نگاہوں میں رقصاں تھے۔ کتنا عجیب تھا کہ اسے اہل کے ہر فعل پر اعتراض ہوتا تھا، مگر وہ ہر وقت اہل کی نگاہوں میں رکھتا تھا، ہر جگہ وہ سائے کی مانند اس کے ساتھ ساتھ رہتا تھا، ساری دنیا اس کی واردات دل سے واقف تھی مگر جہاں اسے رسائی حاصل نہ تھی وہ اس کی متاع جاں کا دل تھا۔

☆ ☆ ☆

''اوہ... میری کٹی میٹھی اہلی۔'' کان میں دھیرے سے اتری سرگوشی نے اسے پھر خواب بیداری عطا کی وہ کم صم کسی ہستی تو پیدا نہ تھی، مگر حال میں حاضر باش رہا کرتی تھی، یہ اعجاز تھا کسی کی رفاقت کا جہاں اس کی ہر عادت بدل گئی تھی، وہیں وہ خیال یار کا وظیفہ بھی پڑھنے لگ گئی تھی۔

کس قدر نامعقول لگتا تھا وہ اس کے اسم بامعنی [illegible] کے اہلی تخلص سے پکارتا تب اسے بگاڑنا [illegible] اور آج یہ عالم تھا کہ اس کے کان [illegible] کے لیے ترستے تھے۔ وصی آغا گلا پھاڑ کے بولتا [illegible] پیلا [illegible] کھانے میں عیب بہت نکالتا [illegible] کوئی کام وقت پر نہیں کرتا وغیرہ۔ اس کے خیالات عالیہ تھے، جو وہ گاہے بگاہے ہر ایک کے سامنے گوش گزار کرتی تھی، جنھیں وصی آغا نے 14 شکایتی نکات کا نام دے رکھا تھا، وہ اسے مفکر پاکستان کی بھانجی قرار دیتا تو کبھی آئن اسٹائن کی پوتی، جب وہ چڑ لے کر اس کے پیچھے دوڑتی تو ہٹلر کے الٹے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کہہ کر چڑائے جاتا، وہ چشمہ ناک پر بمشکل ٹکائے اسے پکڑنے کی سعی لاحاصل کے بعد گھنٹوں کوسنے جاتی، دونوں میں ظاہراً باطناً کچھ بھی

تو یکساں نہ تھا، معمولی باتوں پر لڑائی، بات بات پر روٹھنا اور جھٹ سے منانا اور ہر آئے گئے کے سامنے ایک دوسرے پر تنقیدی چھڑکاؤ کرنا ان کا روزکا وطیرہ تھا۔

☆.....☆.....☆

ایک ہی گھر کے فرسٹ، سیکنڈ فلور پر مقیم حسن آغا اور حسین آغا دونوں بھائیوں کی اولادیں ان کے رشتے کا سنگھار تھیں، وصی آغا اپنی 3 عدد بہنوں اور چھوٹے بھائی کے ہمراہ گھر کا مالی اور جانی ہر طرح کا سپورٹر تھا، مگر ذمے داریوں نے اس کی شوخی رنگت پھیکی نہیں پڑنے دی، وہ زندگی سے خوشیاں کشید کرنے والا زندہ دل انسان تھا، اس کے برعکس حسین آغا کی بارعب شخصیت لوگوں میں بڑا کہلائے جانے کے ٹائٹل نے اہل خانہ کو فرسٹریشن کا مرقع بنا دیا تھا، ہر دم سنجیدگی کے بے رنگ لباس میں ڈھکی اہل کو شاذ و نادر ہی اچھے موڈ میں دیکھا جاتا تھا، جبکہ وصی آغا کے لفظوں میں اہل کے لبوں پر مسکراہٹ دیکھنا ایسا ہی تھا جیسے موسم سرما میں آم نظر آ جانا۔

دونوں گھروں کے واحد مالی سپورٹر ہونے کی حیثیت سے وصی آغا کا تمام تر معاملات پر مکمل ہولڈ تھا، جسے اہل مارشل لاء کا نام دیتی تھی، کیونکہ وصی آغا کسی بھی معاملے پر جمہوری عوامل کو نظر انداز کر کے محض اپنی رائے مسلط رکھتا تھا، یہاں تک کہ اہل حسین سے منگنی سراسر اس کا ذاتی فیصلہ تھا، جو اس نے گھر کے بڑوں کے گوش گزار کر کے اپنے حق میں ریفرنڈم کرالیا تھا اور اہل سے دریافت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

میڈیکل کے دوسرے سال میں مگن اہل اس واردات سے تب واقف ہوئی جب گھر رشتے داروں اور متعلقین کی آمد سے فل ہو چکا تھا، اور سادہ ترین پیراہن کی حامل اہل کو آتشی گلابی رنگ کی لانگ شرٹ ود پلازو پہننے کا آرڈر ملا۔

وہ وصی آغا کے نام کی مہر لگنے پر کیا کم ہراساں تھی کہ اپنے مزاج کے خلاف لباس و زیورات کو دیکھ کر آتش فشاں بن گئی، سب کے درمیان سے تیر کی طرح گزرتی وہ وصی آغا کے روم کے دروازے پر یوں ایستادہ تھی، جیسے مچھر مکھی بھگانے کے لیے دروازے پر کوئلہ دہکایا جائے۔ یہ اصطلاح بھی وصی آغا کے ذہن نے ایجاد کی تھی اور اس سوچ نے قہقہہ بن کر ماحول کو اور بھی سنگین بنا دیا۔

"تمہاری ڈکٹیٹرشپ کی کوئی حد ہے کہ نہیں؟"

وہ تلملاہٹ کی آخری اسٹیج پر تھی، وہ عام حالات پر زیادہ بول نہیں پاتی تھی تو غصے کی شدت میں تو اپنا نام ہی بھول جاتی تھی، یہی وجہ تھی کہ جس جارحانہ انداز میں آمد ہوئی تھی، ادائیگی الفاظ میں وہ کیفیت مفقود تھی۔

"تم اپنے دل پر حکومت کرنے دو، اپنی چاہت کے دوٹ دے کر، رفاقتوں کا جمہوری نظام [illegible]" وہ سانسوں کے زیر و بم میں حال دل [illegible] آنکھوں کو اس کے وجود پر جمائے ایک [illegible] کے قریب آ چکا تھا، اہل جانے کیا [illegible] شاید اس منگنی سے انکار بھی اس [illegible] اس بحث کا [illegible] اس بحث کا اتنا اچانک تھا کہ وہ [illegible] آنکھوں کے شعلے لپکانے لگ گئے [illegible] لمحوں میں سکت نہ رہی تھی۔ یہ پہلی مرتبہ نہیں تھا کہ وصی آغا نے اپنی چاہت کا اظہار کیا ہو، وہ دن بھر ہوئے ہر ٹکراؤ میں ذومعنی جملے بیان کرتا تھا، اس کے ہاتھ تھام لینا، کلائی مروڑ دینا، کاندھوں سے تھامے چکر دے ڈالنا تو اس کی عادت شریفہ تھی مگر شوق مرض کا ایسا اظہار پہلے نہ ہوا تھا، سو وہ جو اس کی ہر بات کو بے پر کی اڑان سمجھتی تھی، پہلی بار ڈگمگا گئی تھی اور ایسا چپ ہوئی کہ بالآخر وصی آغا کو اسے جھنجھوڑ کے متوجہ کرنا

پڑا۔

"تم کچھ کہنا چاہتی تھیں؟" وصی آغا خود کو اس پر سوار کیے معصومیت سے سوال کرنے لگا، وہ اپنی محویت پر اور آمد کے مقصد کو یاد کرتے ہی بوکھلا کے اس سے چند قدم پیچھے ہوئی۔

"ہاں مجھے کہنا تھا کہ میں ۔۔۔!"

"پارلر سے تیار ہوں گی۔" وصی آغا نے اس کی بات اپنے انداز میں مکمل کی۔

"نہیں، مجھے آپ کا۔۔۔!"

"میرا بھیجا جوڑا پسند نہیں آیا۔" وصی آغا نے ایک بار پھر اس کی بات کاٹ دی، جو کسی بھی وقت پھٹنے ہی والی تھی، وصی آغا اس کے غصے کو خاطر میں لانے کو تیار نہیں تھا ورنہ ایسے کیا اگر اسے اتنی ہی فکر ہوتی تو نوبت یہاں تک آتی کیوں؟

"نہیں۔" اس کی جرأت پر آمد ہوئی تو اس کی اشتعال کی آخری حد کو طاہر کرتی تھی۔

"ارے تو پھر ٹینشن کس بات کی ہے جاؤ اور تیار ہو جاؤ میرے لیے۔" وصی آغا کی معصومیت عروج پر تھی اپنے ہی لگائے کیوس پر رنگ بھرتے ہوئے اس کے لیے تمام تر پس منظر اپنے مطلب کا تھا "میرے لیے" کی ادائیگی ذومعنی تو تھی ہی لہجے کی مٹھاس سے امل کے منہ میں کڑواہٹ گھل گئی۔

"فکر مت کرو میری امل! انگوٹھی میں خود پہناؤں گا، وہ چاہت ہی کیا جو خاموش لبوں کا فسانہ جان نہ سکے۔" وصی آغا کے افسانے کی تمام تر جزئیات و کلیات باسرتب تھیں اور وجود میں شوخیوں کا جہاں آباد تھا، اس کی یکدم پیش قدمی اور خاموش لبی کے ذکر پر اپنا چہرہ امل کے چہرے کے انتہائی قریب لے آنا، وہ اس کی جارحیت سے خائف اس کی لن ترانیاں تو اگنور کر سکتی تھی مگر بے باک مشتاقیاں سہنا آسان کہاں تھا، وہ نہیں جانتی کہ اس نے کتنی رفتار میں اس کے روم سے اپنے روم تک کا سفر طے کیا تھا، وہ حواس میں تھی کہ نہیں مگر یہ طے تھا کہ اسے چاہتے نہ چاہتے غزال دشت تو بننا تھا۔

☆ ☆ ☆

سلوک نارواکب تک رہے گا
کوئی ہم سے خفا کب تک رہے گا

آج دن بھر اس شعر کی گردان اس کی جان جلاتی رہی تھی، منگنی کے بعد کا ہر دن وہ اسے اپنے رشتے کی بابت جتلاتے گزارتا تھا تو آج دیوان گری کا بخار چڑھا ہوا تھا۔

"اللہ کرے تمہاری پوسٹنگ فاٹا میں ہو جائے۔" اسے کچھ نہ سوجھتا تو بددعا دینے لگتی، وصی آغا ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر تھا، امل کو اس کمپنی سے ہمیشہ خار رہی تھی، جو اس کی پوسٹنگ نہیں کرتے تھے، فاٹا اس کے نزدیک دور ترین مقام تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وصی آغا برائیوں کا مرقع تھا اور نہ ہی امل کبھی بھی اس سے پرخاش کا کوئی معقول ریزن دے پائی تھی، بس اس کی متین طبیعت کو رنگین شعاری سے بلاوجہ کا بیر ہو چلا تھا، سو وصی آغا کی ہر بات اسے طنز اور ہر عمل زہر لگتا تھا، وصی آغا اس کی چڑچڑاہٹ کو سر سو نہیں پر روا رکھتا تھا، اس کے نزدیک ناسمجھ بچے کا عمل قابل گرفت نہیں تھا، اور بچے کہنے کی اصطلاح تو میڈیکل اسٹوڈنٹ امل کے لیے تازیانے سے کم نہ تھی، کیونکہ اس کی دانست میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کر کے وہ دنیا کا کوئی الو کھا کام انجام دے رہی تھی، یہ ہم نہیں کہتے وصی آغا کی رائے تھی۔

"دور چلا گیا تو سب سے زیادہ تم آنسو بہاؤ گی۔" وصی آغا اس کے طعنے پر اطمینان سے پیشن گوئی کرتا اور وقت نے ثابت کیا کہ اس کی دوری پر سب سے زیادہ تڑپ کس دل میں تھی۔

"خوشی کے آنسو ہوں گے دیکھ لینا مٹھائی بانٹوں گی۔" وہ پرجوش انداز میں کہتے صوفے سے

اٹھی تو گود میں رکھی وزن و معیار میں ثقیل کتابیں اس کے پاؤں پر آ گریں، وہ اچھل کر زمین پر بیٹھ گئی، آنکھوں میں خوشی کے نہیں درد کے آنسو آ گئے، وصی آغا کی ہمدردی کمال کی تھی اس کے پاس بیٹھ کر بجائے اس کے پاؤں کو دیکھنے کے زمین پر گری کتابیں سمیٹنے لگا وہ مزید سلگنے لگی۔

"چوٹ ان کتابوں کو نہیں مجھے لگی ہے۔" وصی آغا کے کتابوں کی بے حرمتی پر انھیں چومتے دیکھ کر وہ کھول اٹھی، وہ مست خراماں کتابوں کو واپس اپنی جگہ پر رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"جو چاہتی ہو وہ کریں گا، تو جان لے لوگی۔" وہ اہل کے جتلانے پر مسکرا کر اس سے بولا، اہل جو پہلے ہی اپنی بات کی بے وقعتی سے نالاں تھی اس آب و رنگ شخصیت سے اور بیزار اٹھنے لگی، مگر آگے بڑھنے کی سکت نہ پائی اس کے سوجے پاؤں کو ہاتھوں کے بوجھ سے سہلاتے وہ اس کی ذات سے کیا خود سے بھی بیگانہ نظر آتا تھا، دھیرے دھیرے پاؤں پر اس کے بھاری ہاتھ کو دیکھتے اہل کی نگاہ وصی آغا کی انگلی پر گئی، جہاں منگنی کی انگوٹھی ندارد تھی، وہ جو گرم لمس سے حراساں تھی ہی اس کے جھکے سر کو تھام گئی، وصی آغا نے پرخمار نگاہ اٹھائی، اہل اس کی نگاہ کے پیغام کو کیا سمجھتی، اس کی گردن میں لٹکی چین کو دیکھ کر مبہوت رہ گئی، وصی آغا نے اس کے نام کی مہر انگلی میں نہیں بلکہ لاکٹ بنا کر اپنے گلے میں ڈال لی تھی، اہل کے لیے ایک نازک لمحے نے سوچ کے کتنے در وا کر دیے تھے۔

☆.....☆.....☆

اس کے مزاج کے رنگ کیا بدلے تھے کہ وصی آغا نے شوق عرض وصال بیان کرنا شروع کر دی، اہل ابھی خود کو اس کے لیے تیار نہ پاتی تھی، مگر وصی آغا کی خودسریاں اس کے جواز کہاں مانتی تھیں، ابھی ہاتھ میں پہنی اس کی نشانی نے دل پر دستک دی ہی تھی کہ چند ہی ماہ بعد وہ سرخ گلاب بنی اس کے بیڈ پر اپنے انتہائی قریب اس کے قدموں کی دستک سن رہی تھی۔

"میری چٹ پٹی اہلی، میری تمناؤں کو زندگی دے دو۔" وصی آغا اپنے مخصوص انداز میں اسے چھیڑنے کی غرض سے روبرو ہوا تھا، مگر اس کے برقی حسن نے اس کے کلام کو طلسم رو کر دیا، وہ غرق جمال ہوا جاتا تھا، اس کی دہشتوں کی بارش اہل کے کپکپاتے وجود کو نکھارتی گئی، اس کی شبنمی بانہوں میں بلکورے لیتی وہ اپنی عادت کے مطابق کہہ اٹھی۔

"تم ہر معاملے میں ڈکٹیٹر ہی ہو۔" وصی آغا کے بے ساختہ قہقہے میں خمار کی جھلک تھی، حرف ساز لمحے قطرہ قطرہ بیت گئے مگر جنون عشق کی روشنی اہل کے ذرے ذرے میں اتر گئی۔

☆.....☆.....☆

کیا غضب تھا کہ جانے کن کن لمحوں میں اس کی بددعائیں مستجاب ہو گئیں اور چاہتوں کا سفر شروع ہوئے چند ہی دن گزرے تھے کہ رفاقتوں کی اہلی پہلی عید آنے سے قبل وصی آغا کے پرستار آ کر اپنی دعائیں مانگیں اس نے اپنی بددعائیں کے لیے مگر فیصلہ تقدیر میں مزید ردوبدل نہ ہوا، وصی آغا نے یہ کہتے ہوئے جنون خیز انتظار اس کے دامن میں ڈال دیا۔

خوشیوں کی شام اور یادوں کا یہ سماں
اپنی پلکوں پر ہرگز ستارے نہ لائیں گے
رکھنا سنبھال کے چند خوشیاں میرے لیے
میں لوٹ آؤں گا تو عید منائیں گے

اور وہ آنکھیں بند کیے اسی رہ گزر عشق کی مسافر بن گئی جسے کل تک وہ وصی آغا کا تکیہ بن قرار دیتی تھی، ذوق آرزو کی چنگاریاں کب گدگدانے لگیں کون جان پایا ہے۔

رمضان المبارک کا چاند دیکھنا تھا کہ اس کے دل کا لڑنا وہ پہلے روزے سے ہی بستر پر تھی، وصی آغا کے فون اس کے اندر نئی روح پھونک دیتے تھے، تو اس کے طویل ترین خط نما ایس ایم ایس اور نت نئی خواہشات اور فرمائشوں نے اسے الگ کسی کام کا نہیں چھوڑا تھا۔

افطار میں وصی آغا نہیں تھا مگر اس کی من پسند لوازمات ضرورت دسترخوان کی زینت ہوتے، اس کے میکے اور سسرال کے سبھی افراد ایک ہی دسترخوان پر موجود ہوتے، سوائے اس کے جس کی ضد کی بدولت دونوں گھرانوں کا دسترخوان آج بھی ایک تھا، وصی آغا کا موقف تھا کہ دسترخوان کی علیحدگی دلوں میں فاصلے پیدا کرتی ہے، سو پورشن الگ ضرور تھا، پکایا بھی الگ جاتا تھا، مگر کھایا ایک ساتھ ہی جاتا تھا۔

وہ روز اس آس پر افطار سجاتی کہ آج تو دم آہٹ سنائی دے گی، مگر وقت گزر جاتا اس کی آمد کے آثار نظر نہ آتے اب تو امل کو یقین ہو چلا تھا کہ وصی آغا محض اسے بہلانے کے لیے قصہ خوانی کرتا تھا، حالانکہ وصی آغا نے اپنی واپسی پوسٹنگ کی درخواست دے رکھی تھی، اور اسے پورا یقین تھا کہ وہ عید سے قبل اپنی جانِ عید کے پاس لوٹ جائے گا۔

امل نے عید کے لیے ہر قسم کی رسمی غیر رسمی تیاریوں سے پرہیز کر رکھا تھا، کیونکہ وصی آغا نے کہا تھا۔

''میں لوٹ آؤں گا تو عید منائیں گے۔'' اس کی غیر دلچسپی کو دیکھتے ہوئے گھر کے سب ہی افراد اسے سمجھاتے تو وہ بہنوں اور دوستوں جیسی نندوں کو برملا جواب دیتی۔

''عید خوشی کا نام ہے اور چاند خوشی کی نوید لاتا ہے، میرا چاند نوید لائے گا تو دل خوش ہو کر خود ہی عید منائے گا۔''

☆.....☆.....☆

فراق میں لذتیں ہیں اتنی تو سوچتا ہوں
وصال اس کا نصیب ہوگا تو کیا بنے گا
جو دور رہ کر حرارت جاں بنا ہوا ہے
وہ شخص میرے قریب ہوگا تو کیا بنے گا

یوں لگا کہ وصی آغا کی سرگوشی اس کے کانوں میں سحر پھونک رہی تھی، اس کے بھیجے ہوئے عید کارڈ پر تحریر یہ تمنائے رنگین اسے سوز محبت سے آشنا کیے دے رہے تھے، وہ مجسم دور تھا مگر اس کے جذب نہاں کی اسیر وہ اسے ہر پل اپنے آس پاس ہی پاتی تھی۔

گزرے سال کی عید ان دونوں نے ایک چھت تلے گزاری تھی، مگر کتنی مختلف سوچیں تھیں اس کی تب کی اور اب کی عید میں۔

کہتے ہیں دوری اور نزدیکی کا تعین جذبات کرتے ہیں، آج سے قبل کتنی ہی عیدیں وصی آغا اور امل نے ایک ساتھ گزاری تھیں، کئی عیدوں پر وصی آغا مس بھی ہوتا تھا، مگر تب امل کو اس کے نہ ہونے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا، بلکہ وصی آغا کی بے جوڑ شخصیت اس کی پھرتی و چستی دیکھنے لائق ہوتی تھی، جذبات کیا بدلے تھے کہ کیفیات و حرکات سے رویے بدل گئے تھے۔

ستائیسویں شب کی بابرکت آمد ہو چکی تھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ اس کے پاس مانگنے کے لیے سوائے اپنے اچھے رزلٹ کے کوئی دعا نہ ہوتی تھی اور آج یہ عالم تھا کہ دعاؤں کا ہجوم تھا اور اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ تھے۔ وصی آغا نے شب قدر میں کال کی تھی اور با آواز بلند خوب دعائیں کی تھیں۔

''میں نے کہا تھا ناں امل کے دعا مانگیں گے، آؤ اپنے رب سے وہ مانگتے ہیں جس کی ہمیں چاہ ہے۔'' وصی آغا ویرانے کو گلستان بنانے والی

شخصیت تھی، جب جس بڑھ جاتا تھا تو وہ مثل سندیسہ بہار بن جاتا تھا، اہل کو شکوہ تھا کہ دوری نے خوشبوں کے رنگ پھیکے کردیے تھے، مگر وسی آغا وہ تھا جو ہر لمحہ لطف وچاہت کی نئی کہانی رقم کرتا تھا۔

''اے میرے رب! میں اپنے لیے کچھ نہیں مانگتا اور کسی کے لیے مانگنے کو آپ رد نہیں کرتے، اس لیے میری اہل کی خواہش پوری ہوجائے ہمیں عید نہیں وصل عید عطا فرما۔'' وہ شوخی سے کہتا اپنے اور اس کے دل کی تمنا عیاں کررہا تھا، اہل جو لہرا لہرا کے اس کی ہر دعا پر آمین کہہ رہی تھی، پہلے اس کی شرارت پر خفا تو آخر میں اس کی چاہت پر فدا ہوگئی، اس کی کھلکھلاہٹ نے فون کے رستے وسی آغا کے مسام جاں معطر کردیے تھے۔

''میری چٹ پٹی اہل!'' وسی آغا کی آواز تھی کہ سانسوں کی پکار، اس کے لہجے سے کرلیوں کی لالی بن گئے۔

''اوں۔۔۔!'' اس کی ہلکی سی ہنکار کافی دیر کے بعد سنائی دی۔

''تمہاری یاد آفت ڈھا رہی ہے۔'' مختصر پیرائے میں وسی آغا نے فراق کے لمحات میں عرض دل کو بیان کیا تھا، گویا سمندر کو کوزے میں بند کردیا تھا۔

''اہل نے اس وقت کیا زیب تن فرمایا ہے؟'' وسی آغا نے ماحول کی فسوں خیزی کو بدلنے کے لیے گویا ٹون ہی بدل دی، یہ وہ سوال تھا جو وہ ہر روز کے فون پر دریافت کرتا تھا اور پھر اس کی زیبائش پر سیر حاصل تبصرہ بھی فرماتا تھا۔

''آپ کی چاہت کو لباس بنایا ہے، کاندھوں پر غم کی شال اوڑھی ہے، آنکھوں میں یاد کا کاجل لگایا ہے، بالوں کو آپ کی راہوں میں سایہ فگن بنایا ہے۔''

''اوئے ہوئے اہل! تیری چٹاری وار شاعری۔'' اہل جو اس کی تعبیر کردہ ساحر فضا میں محو پرواز اسی کے انداز میں تفصیل پیرائن بیان کررہی تھی، وسی آغا کے سراہنے پر جھینپ سی گئی۔

''سب بتا دیا یہ نہیں بتایا لبوں پر کیا سجایا ہے، یا میرے لیے بے رنگ چھوڑ دیے ہیں؟'' وسی آغا نے دھیرے سے دریافت کیا۔

''ہوش کریں مبارک رات میں ایسی باتیں نہیں کرتے، عبادت کرتے ہیں۔'' وہ اس کو حاضر باش کرنے کے لیے اپنے مخصوص انداز میں ڈپٹنے لگی۔

''عبادت محض سجدے کا نام نہیں ہے اہل! پاکیزہ رشتوں کے لیے جو وقت مختص کیا جائے عبادت تو وہ بھی کہلاتا ہے۔'' وسی آغا نے سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا، مبارک گھڑیاں گزری جاتی تھیں، دعاؤں کی شدت بڑھتی جاتی تھی، رشتوں کی پاکیزگی رب کریم کی سب سے بڑی نعمت ہے اور تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔''

☆ ☆ ☆

''اب نظر آئے گا آخر مجھے چاند میرا؟'' وہ آسمان پر چاند تلاش کرتے بے ساختہ کہا تھی، 29 کا چاند تو اس کی التجاؤں سے بھی دور تھا، مگر 30 ویں چاند کے لیے تو کوئی بہانہ بھی میسر نہ تھا، اسے تو نظر آنا تھا اور وہ آ گیا، مگر اہل کے جذبوں سے واقف اس کا چاند نگر روزگار کی نظر ہوگیا، کل کی صبح اہل جہاں کے لیے نوید بہار لاتی مگر اسے عید کو گزارنا تھا، دونوں گھرانوں میں عید کی خوشیاں پھیلی تھیں کیونکہ وسی آغا تو ہر فرد خانہ کی جان تھا، افطار کا دسترخوان سمیٹ بھی دیا گیا، چاند رات کی رسوم ادا بھی ہوگئیں آس کے دیے جلائے، بھرائی ہوئی آنکھوں سے اس نے تمام امور خانہ نمٹائے، اہل ایماں کے ہر گھر کی طرح اس کے گھر میں چاند

رات کی چمکتی گھڑیاں گزر گئیں، عید کی صبح نئی ذمے داریوں کے ساتھ طلوع ہوئی۔

اہل کے اٹھے ہاتھ گر گئے، مگر اس کے جذبات سے واقف اس کے چاند نے بغیر عید کی سحر شب میں بدل دی، مگر دیدار یار نے من آنگن میں اتر کے نہ دیا، اس نے نیا لباس بھی زیب تن کیا، آنکھوں میں کاجل بھی سجایا، چوڑیوں کی کھنک بھی گونجتی رہی، عید آئی اور تمام ہوگئی، مگر اس کی شب تنہائی کی سحر نہ ہوئی۔

☆ ☆ ☆

تہوار خوشی کا باعث نہیں ہوتے بلکہ خوشی کے باعث تہوار جنم لیتے ہیں، یہ بات آج اس پر مکمل صادق آئی تھی، جب وہ اس کے سر پر قہقہے اس کے عارض گلال کر رہے تھے، کہ عید نے منائی تھی آج عید وہ دونوں منا رہے تھے، وہ وہی آغا عید نہیں مگر دوسرے دن اس کے روبرو تھا، کل کی عید میں عید اتر آئی تھی کوئی تمنا کی سیج سجائے تو کوئی دہلیز بچھائے وصال عید میں مگن تھا۔

عام دنوں کا تو حساب رہنے دو
یہ بتاؤ عید پہ مجھے یاد کیا تم نے

وہی آغا کی شوخ جسارتیں کیا کم تھیں کہ تمنائے اظہار کی شدتیں بھی حد سے سوا تھیں، وہ بار بار عید ملتے بجن کے سامنے چھوئی موئی ہوئی جاتی تھی۔

"کتنی بار بتاؤں میں نے بنا حساب کے یاد کیا۔" وہ یہ بات دوہراتے تھک گئی تھی مگر ہنوز اصرار جاری تھا۔

"تم کنجوس ہو اہل اور میں کم پر قناعت کرنے والا نہیں ہوں۔" اسے خود میں سموئے وہ اضطرابی دل ہر ایک عضو سے بیان کر رہا تھا۔

"ویسے بتاؤ جیسے فراق کے کانٹے لفظوں کے گلاب میں لپیٹ کے پیش کیے تھے۔" وہی آغا کی عادتیں اس نے خود ہی بگاڑی تھیں، اب واپسی کی راہ بند تھی عاشق دیوانے کو زیادہ سے زیادہ کی طلب تھی، وہ دنیا بھلائے اس کے ساتھ کی بیٹھی تھی، جسے آئے چند گھنٹے بھی نہ گزرے تھے، مگر عید موسم بہار میں ڈھلی وہی آغا کے خمار وصال کی سیج پر اسے غرق جمال کیے دیتی تھی۔

تیری آرزو تیری امید کرتا ہے
کوئی آج بھی تجھے دیکھ کر عید کرتا ہے

اہل کے لبوں کا تھرتھراتا تھا کہ وہی آغا کے سرکش جذبات نے دل و جاں مہکا دیے، وہ خرمنِ آغوش میں کھنچی جاتی تھی، ذوق آرزو کی چٹکیاں تھکائے دیتی تھیں، وہ جانتے تھے کہ وصال وہ نشہ ہے جو کسی صہبا میں نہیں عید وہ خوشی ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں، اور جب رب کریم ان انمول موتیوں کو یکجا کردے تو راہ گزر عشق کو وہ تابش نصیب ہوتی ہے جو کسی آفتاب کو میسر نہیں۔

☆ ☆ ☆

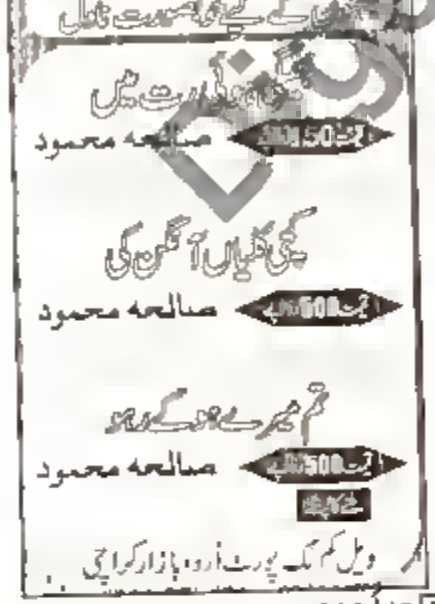

اللہ کو ہر وقت یاد کریں!

جب کوئی کام شروع کرو تو	کہیئے	بِسْمِ اللّٰہ
جب کسی کام کو شروع کرنے کا ارادہ کرو تو	کہیئے	اِنْشَآءَ اللّٰہ
جب کسی چیز کی تعریف کی جائے تو	کہیئے	سُبْحَانَ اللّٰہ
جب کبھی دکھ اور مصیبت میں ہو تو	کہیئے	یَا اَللّٰہ
جب کسی چیز کی سیرت کو اظہار کیا جائے تو	کہیئے	مَاشَآءَ اللّٰہ
جب کسی کے مشکور ہوں تو	کہیئے	جَزَاکَ اللّٰہ
جب سو کے اٹھے تو	کہیئے	لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
جب حلف لو تو	کہیئے	وَاللّٰہُ بِاللّٰہ
جب چھینک آئے تو	کہیئے	اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
جب کوئی دوسرا چھینکے تو	کہیئے	یَرْحَمُکَ اللّٰہ
جب گناہ سے توبہ کرے تو	کہیئے	اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ
جب کسی کو خیرات دیں تو	کہیئے	فِی سَبِیْلِ اللّٰہ
جب کسی سے محبت کا اظہار کریں تو	کہیئے	اَحَبَّکَ اللّٰہ
جب شادی ہو رہی ہو تو	کہیئے	اَمَنْتُ بِاللّٰہ
جب کسی سے جدا ہو رہے ہوں تو	کہیئے	فِیْ اَمَانِ اللّٰہ
جب کوئی پریشانی آ پہنچے تو	کہیئے	تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہ
جب کوئی مصیبت کا خوف ہو تو	کہیئے	نَعُوْذُ بِاللّٰہ
جب خوشی میسر ہو تو	کہیئے	فَتَبٰرَکَ اللّٰہ
جب دعا کی جائے تو	کہیئے	اٰمِیْن
جب موت یا کسی غم کی خبر سنی ہو تو	کہیئے	اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

برائے ایصال ثواب: تمام مرحومین مسلمین و مسلمات

Digest.pk

سعدیہ عابد

قسط نمبر 21

بنر قبا کھنے لگی جاناں

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔" وہ گلابی کاٹن کے سوٹ میں نکھری نکھری اس کے دل میں اتری جا رہی تھی اور وہ اس کی تعریف پر جھینپتی کمرے سے ہی نکل آئی تھی، کل ہی وہ ہنی مون ٹرپ سے لوٹے تھے اور آج وہ جامعہ

جانے کے لیے تیار تھی، اس کا موڈ آف نہ ہو، اس لیے اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ ڈائننگ ہال میں اس کا پہلا ناکرا ماہ لقا سے ہوا تھا جو ایک سیمینار میں جانے کے سبب جلدی اٹھی تھیں۔ اس کے سلام کے جواب میں ان کا سرد انداز اس کی کانچ سی آنکھوں میں نمی بھر گیا تھا۔ ماہ کنعان نے بھی ماں کی سرد مہری صاف محسوس کی تھی، مگر کچھ نہیں بولا تھا مگر اس کی نم پلکیں اسے ڈسٹرب کر گئی تھیں۔

''ماں کے رویے کو لے کر پریشان نہ ہو، کچھ دنوں تک سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' ماں کی بے رخی کے ازالے کو ماہ لاج نرمی سے بولی تھی اور وہ بدوقت تمام مسکرا دی تھی، وہ ان دونوں کو جامعہ چھوڑ کر آفس چلا گیا تھا، چونکہ شادی کے بعد پہلی دفعہ گیا تھا، اس کا دل ہی نہیں لگا تھا اس لیے وہ 4 بجے ہی گھر چلا آیا تھا اور حیرانگی سے ماں کو دیکھ رہا تھا۔

''ہاتھ ہی تو ملانے کو بڑھایا تھا کون سا تمہیں گلے لگا لیا تھا، جو تم وہاں سے بھاگ آئیں اور اب ٹسوے بہا رہی ہو۔'' ماہ لقا اس پر بگڑ رہی تھیں کہ ان کے بزنس پارٹنر وحید عثمانی سے اس کا لابی میں ٹاکرا ہو گیا تھا، جنھوں نے

بنک کاٹن کے سوٹ میں بے حد حسین حنین میں فوراً ہی دلچسپی دکھائی تھی اور انھوں نے مسکرا کر تعارف کروایا تھا۔ مگران کے مصافحے کو بڑھے ہاتھ کو وہ نظر انداز کرتی وہاں سے چلی گئی تھی اور وہ اب وحید عثمانی کے سامنے ہونے والی سبکی کا احساس اس پر انڈیل رہی تھیں۔

"آنٹی! وہ انکل کتنی عجیب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور میں ان سے ہاتھ کیوں ملاتی، جب میں مردوں سے ہاتھ ملاتی ہی نہیں۔" وہ ان کے غصے سے خائف ہوتی روتے ہوئے منمنائی تھی۔

"اوپ شٹ اپ... زیادہ پارسا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ غصے سے آؤٹ ہوتیں اسے پیچھے کی جانب دھکیل گئی تھیں، کنعان نے اسے بروقت سہارا دے کر گرنے سے بچالیا تھا، اور اس کے چہرے کی سرخی صاف ظاہر کررہی تھی کہ اس نے سب کچھ سن لیا ہے۔

"مام! میں کسی کو بھی حنین سے اس طرح بات کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔" اس کا لہجہ سرد تھا وہ کنعان کو دیکھے بنا وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

"اجازت... مائی فٹ!" وہ بیٹے کو ڈنکھ ارتی ہوں سے گھورتیں وہاں ٹھہری نہ تھیں اور جس وقت وہ غصے کو قابو کرتا کمرے میں داخل ہوا تھا بیڈ پر چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رو رہی تھی۔

"مام کی طرف سے میں تم سے معافی چاہتا ہوں، پر امس وہ اب تم سے اس طرح بات نہیں کریں گی۔" وہ اس کے برابر ٹکتا اس کے ہاتھ تھام چکا تھا۔

"صبح آنٹی نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا اور ابھی کتنی بری طرح سے ڈانٹا، جبکہ میری کوئی غلطی بھی نہیں تھی۔" اس کے رونے میں شدت آگئی تھی۔

"وہ میری بڑی ہیں مجھے ڈانٹنے کا حق رکھتی ہیں، رہا سب میری غلطی ہو ان کا رویہ مجھے ہرٹ کررہا ہے۔" وہ دکھ سے کہہ رہا تھا اس نے نرمی سے اسے خود سے الگ کیا تھا۔

"رویہ تو تمہارا مجھے بھی ہرٹ کررہا ہے اور تمہیں میرے ناراض ہونے کی تو پرواہ ہے میری پرواہ نہیں ہے۔" اس کا لہجہ بوجھل ہو گیا تھا کہ وہ بہت مسرور تھا اسے اپنی چاہتوں کی اوس میں بھگو رہا تھا مگر اس کی اداس سی خاموشی و سرد انداز اسے بے چین بھی رکھے ہوئے تھا۔

"تمہارے لیے تو صرف میری چاہتیں کافی ہوتی چاہئیں اور جب میں ہم سے خوش ہوں، تو باقی سب کی ناراضی کی اہمیت ہی نہیں رہ جاتی، اس لیے سب کو بھول کر صرف مجھے یاد رکھو۔" اس کا لہجہ جذبوں سے مہک رہا تھا، وہ بے ساختہ ہی اس سے دور ہو گئی تھی۔

"جس طرح تم مجھ سے ایک دم فاصلے پر چلی جاتی ہو، تمہاری اس ادا پر میں تم سے ناراض بھی ہو سکتا ہوں۔" وہ اس کے حیا سے لرزتے سراپے کو ایک بار پھر اپنے قریب کر گیا تھا۔

"مجھے کسی روٹھے ہوئے کو منانا نہیں آتا، کیونکہ ارحم بھیا اور زرمین آپی مجھ سے کبھی روٹھے ہی نہیں، میں ہی ان سے ناراض ہوتی تھی اور وہ منا لیتے تھے۔" وہ اس کے سینے سے لگی منمنائی تھی اور فسوں خیز لمحات میں کسی کا ذکر اسے گراں گزرا تھا۔

"اور اگر جو میں روٹھ گیا تو مناؤ گی نہیں ناراض ہی رہنے دو گی مجھے؟" اسے گرفت سے آزاد کیا تھا مگر اس کے حسین چہرے پر ایک ناسمجھ آنے والی الجھن دیکھ کر وہ ایک دم ہی بے اختیار سا سوال کر گیا تھا۔

"آپ جانتے ہیں ناں کہ مجھے منانا نہیں آتا، اس لیے آپ مجھ سے کبھی روٹھیے گا ہی نہیں۔" وہ اس کے

حسین چہرے کو دیکھتے ہوئے اپنے طور پر سادہ سا حل پیش کر گئی تھی اور وہ اس کے پرحجاب سے بھیگے چہرے کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا تھا کہ شادی کے ڈیڑھ ماہ بعد آج کوئی فرمائش کی تھی۔

"جو حکم جانِ حیات!" وہ والہانہ انداز میں اسے خود سے لپٹا گیا تھا، وہ یوں ہی اس کی بات مان کر باقی سب کی طرح اسے سر پر چڑھا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"مائدہ بیٹی! تم کس کے ساتھ آئی ہو؟" مائدہ کو دیکھ کر وہ دونوں ہی خوشگوار سی حیرت میں آ گئی تھیں۔

"مقتل گاہ تک کون چھوڑ گیا، یہ اہم نہیں ہے، مقتل گاہ تک ایک بار پھر خود سے ہی آ گئی ہوں، یہ زیادہ اہم ہے۔" وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ بولی تھی اور ساکت کھڑے شرمندگی سے نظر چراتے نوید عالم کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

"ماموں جان! میں پہلے بھی آپ کے سہارے آئی تھی آج بھی میرا سہارا آپ ہی ہیں کہ بیٹیاں والدین کی چھایا میں ہی سکھ پاتی ہیں۔" لفظ کانپتا ہوا تھا اس کے سر پر آن ٹھہرا تھا۔

"آپ میری چھایا ہیں، اسی طرح اسجد عالم کی آنے والی اولاد کو بھی اپنے باپ کے سائے کی ضرورت ہوگی۔" ان سب کو خوشگوار حیرت میں مبتلا تھی کہ ایسی کوئی خوشخبری ان کے علم میں نہ تھی، مگر دوسرے ہی پل وہ سب ہی اس کے واپس آ جانے کا سبب سمجھ گئے تھے اور بنا کہے بھی وہ جان گئے تھے کہ اس نے ایسا کیوں کہا، اسی لیے انھوں نے بھیگی آنکھوں سے اسے ڈھیر ڈھیر سا پیار کیا تھا۔

"مائدہ نہ چاہتے ہوئے بھی لوٹ آئی ہے، اس لیے تمہارے لیے کاشانۂ عالم کے دروازے کھل گئے ہیں۔" بہت دنوں بعد باپ کی آواز سن کر اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔

"مگر میرے دل کے دروازے تم پر بند ہو چکے ہیں، اگر صرف مائدہ اور اپنی آنے والی اولاد کے لیے لوٹنا چاہو تو لوٹ آؤ۔" انھوں نے فون بند کر دیا تھا اور وہ وہیں ساکت رہ گیا تھا کہ خوشی کی خبر نے بھی اسے کوئی خوشی نہ دی تھی، بلکہ ضمیر پر کچھ اور بوجھ آن پڑا تھا اور اسی بوجھ کے ساتھ اس نے آنسو پونچھ کر رخت سفر باندھ لیا تھا وہ شاخ سے کٹ کر مرجھانے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

"آپ صرف یہ بتائیے کہ مجھے لے جا رہے ہیں یا نہیں؟" وہ غصے میں تھی۔

"مجھے لے جانے پر اعتراض نہیں ہے، مگر تم رکو گی نہیں۔" وہ اس کے غصے سے پڑے سرخ چہرے کو دیکھ کر شوخی سے بولا تھا۔

"تم سے ایک لمحے کی دوری برداشت نہیں ہوتی، کجا کہ پوری ایک رات گزار لوں۔" اس نے واک آؤٹ کرتی حسین کی کلائی پکڑ کر اسے اپنی اور کھینچا تھا۔

"پلیز فلمی ڈائیلاگز نہ بولا کریں۔" اس کی بے باکی و حرکت گراں گزری تھی اور ہاتھ چھڑا کر فاصلے پر جاتی غصے سے بول اٹھی تھی، اس کے لب اس کی جھنجھلاہٹ پر مسکرانے لگے تھے۔

"آپ آفس بھی تو جاتے ہیں ناں، آفس میں وقت گزر جاتا ہے، میکے چلی جاؤں گی تو قیامت آ جائے گی؟" اس کے انداز میں برہمی و جھنجھلاہٹ تھی کہ اس کی سادہ فطرت اس کی شدت پسند رومانوی فطرت سے خائف رہنے لگی تھی۔

''تم کہو تو آفس بھی نہ جایا کروں کہ آفس جانے کو دل کس کا فرمایا کرتا ہے۔'' اسے دیوار سے لگا کر دائیں بائیں ہاتھ لگائے ہوئے گویا اسے اپنے حصار میں مقید کرلیا تھا۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کہا سمجھے آپ؟'' اس کے انداز پر وہ ہنسی ہوگئی تھی۔

''پھر کیا کہا تھا سمجھا دو ناں!'' وہ اس کی حالت سے محظوظ ہوتا نظریں اس کے چہرے پر گاڑھے مسکرا رہا تھا، اور وہ اب کچھ بھی کہہ ہی نہیں سکتی تھی، حیا سے لب کپکپانے لگی تھی، کہ وہ دھیرے دھیرے اب اس سے بات کرنے لگی تھی، بحث کرنے اور فرمائش بھی کرنے لگی تھی مگر اس کی شدتوں سے خائف ہوجاتی تھی کہ بہت چاہ کر بھی کم از کم اس کے جذبوں پر بند نہیں باندھ سکتی تھی، اس کا دل ماہ کنعان کی جانب جھکنے لگا تھا مگر اس کے باوجود بھی کچھ ایسا تھا جو ان کے درمیان حائل تھا اور اسی کی تلاش میں وہ اس کی ہر جا بے جا مان لیتا تھا۔

☆.....☆.....☆

''مائدہ! میں تم سے معافی.....!'' وہ اس کے کملائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر احساس ندامت میں گھرتا معذرت طلب کرنے لگا تھا۔

''میں عزت نفس اور پندار لٹا کر بھی مقتل گاہ تک آ گئی ہوں اس لیے بہتر ہوگا کہ معافی کے قصے کو جانے دیں، اسجد عالم! میں زندگی کے کسی بھی موڑ پر آپ کو معاف نہیں کروں گی۔'' اس کا لہجہ جذبوں سے عاری و سرد تھا۔

''معاف نہیں کرسکتیں تو سزا بھی تجویز کردو۔'' اس کی آنکھیں بے بسی سے چھلک اٹھی تھیں کہ وہ برا نہیں تھا، مگر غصے میں وہ برا بن گیا تھا، اور اب نادم تھا۔

''آپ کی سزا یہی ہے کہ آپ کو معافی نہیں ملے گی۔'' اسجد نے اسے دیکھا تو اسے لگا کہ اس کے سامنے نرم خو مائدہ نہیں ایک پتھر دل مائدہ کھڑی ہے۔

''شادی کی پہلی رات آپ نے مجھے یہاں سے بھگا کر اٹھایا تھا، مگر میں پھر یہاں تک آ گئی ہوں۔'' وہ بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''زمین سے اٹھتی خاک ہمارے نہ چاہتے ہوئے بھی ہمارے جسم سے لپٹ جاتی ہے مگر وہی گرد روح کو نہیں چھوتی، اسی طرح آپ بھی میری روح تک کبھی رسائی حاصل نہیں کرسکیں گے۔'' اس کا ایک ایک لفظ اسے زمین میں نیچے اور نیچے اتارتا جا رہا تھا۔

''جبری اتفاق سے آپ ہمارے رشتے کی بنیاد رکھ چکے اور اب ہم مستقبل میں اس کی آبیاری کریں گے، چاہتے نہ چاہتے ہوئے بھی کہ آپ کے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں اور مجھے آپ بے دل کرچکے، اس لیے زندگی کے کاسے میں جب تک سانسوں کے سکے گرتے رہیں گے، ہم اس رشتے کو نبھاتے رہیں گے۔'' اس کا انداز ایسا تھا جیسے اخبار پڑھ رہی ہو اور اس نے اس کے بے تاثر چہرے سے نگاہ ہٹائی تھی، اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ سب کچھ اس کے ہاتھ سے نکل گیا اب وہ کبھی مائدہ کے دل تو کیا نظر میں بھی اپنا مقام نہیں بنا سکتا کہ اس نے منفی عمل سے سب کچھ اپنے خلاف کرلیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''آجاؤ یار! ارک ایسے گئی ہو جیسے میں شوہر نہیں تمہارا ہوائے فرینڈ ہوں۔'' اس کو یونیورسٹی گیٹ پر دیکھ کر وہ متعجب سی تھم گئی تھی اور اس نے دلکشی سے کہہ کر اس کو خفت سے دوچار کردیا تھا کہ ماہ لاج کو بخار تھا، اس لیے وہ

نیسٹ دے کر تیسرے ہی پیریڈ میں چلی گئی تھی، مگر اسے خیال نہیں آیا تھا کہ ڈرائیور کی جگہ وہ لینے آئے گا، اسی لیے حیران ہوئی تھی۔

"آپ لینے کیوں آ گئے، ڈرائیور کو ہی بھیج دیتے۔" وہ عام سے انداز میں بولی تھی۔

"عجیب عورت ہو یار! شوہر کی اتنی محبت پر فخر کرنے کے بجائے چڑ کر قدغنیں لگاتی رہتی ہو۔" وہ اسے چھیڑ رہا تھا، اس نے لب چبانا شروع کر دیے تھے۔

"میں تمہارے آس پاس رہنے کے بہانے تلاشتا رہتا ہوں اور تم مجھ سے بچنے کے مواقع ڈھونڈتی رہتی ہو، کسی دن جان سے جاؤ گی مسز!" ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالتا دوسرے سے اس کے ماتھے پر جھولتی لٹ کو کھینچتا شوخی سے کہہ رہا تھا۔

"پلیز! توجہ سے گاڑی چلائیں آپ کے ساتھ سفر کے دوران جان سولی پر اٹکی رہتی ہے، آپ کی ڈرائیونگ پر توجہ ہی نہیں ہوتی۔" وہ ہمیشہ کی طرح جھنجھلا گئی تھی، مگر اس نے قہقہہ لگا کر گویا کہا تھا کہ میں اپنی روش سے نہیں ہٹنے والا وہ بڑی مہارت سے روڈ سرف ڈرائیونگ کرتا تھا، اس پر بھی نگاہ رکھتا اسے چھیڑتا رہتا تھا، اسی لیے وہ اس کے ساتھ کہیں آنے جانے سے بھی کترانے لگی تھی۔

"لو ہو... اپنی جان کی بہن پرواہ ہے، کبھی میرے بارے میں سوچ کر دیکھو کہ دن میں کتنی بار تمہارے ہاتھوں قتل ہوتا ہوں، کبھی تمہارا فیس مس کرتا ہے تو کبھی تمہاری دوری۔" وہ اسپیڈ کم کرتے ہوئے اسے بازو سے تھام کر اپنی اور کھینچتا جسارتوں پر آمادہ تھا اور وہ تڑپ کر اس سے دور ہو گئی تھی۔

"خبردار! جو آئندہ آپ مجھے لینے آئے۔" بپھرے پن کے ساتھ نظر چراتی منمنائی تھی، گاڑی میں اس کا بے باک قہقہہ گونج اٹھا تھا۔

"سوچ لو اس طرح کی قدغن لگائی تو پھر کیسے جاؤ گی۔" اس نے بے ساختہ اس کو دیکھا تھا جو اپنی ہی شرارت پر متبسم تھا، اس نے دیکھنے پر آنکھ دبائی تھی، تو وہ خجل سی ہو کر سامنے دیکھنے لگی تھی، اوپر سے اس کی بے وقت کی راگنی شروع ہو گئی تھی۔

"پھر رات کو خیرات نہ مانگی جائے
پھر لطفِ شبِ وصل کو دہراؤ کسی دن"

وہ گاڑی کا شاتِ عالم کے باہر رو کے ذومعنی لہجے میں شعر پڑھ رہا تھا، اس کی پیشانی پر الجھن تھی اور پھر جھک گئی تھی۔

"فرار کے لیے مچلتی اچھی لگ رہی ہو مسز! لیکن آج رات شبِ وصل کو دہرانے کا ارادہ ہے، اکیلے فرار کی ہر راہ بند نہ کر دی تو ماہ کنعان عابدی نام نہیں۔" اس کا تمام تر لہو لہجہ اس کی پلکیں لرزا گیا تھا اور وہ خود کو بڑی مشکل سے سنبھالتی اس کے لبوں کی حدت سے دہک اٹھنے والی پیشانی دوپٹے سے مسلتی گاڑی سے اتری تھی اور وہ اس کی پرجواب سی چال کو دیکھ کر مسرور سا مسکرا دیا تھا، کہ اس نے اسے کاشاتِ عالم چھوڑا تو تھا ساتھ میں یہ بھی باور کروا دیا تھا کہ وہ ہمیشہ کی طرف ٹھہرے گی نہیں اور وہ بھی اس انداز میں کہ اس کے پاس انکار تو کیا بحث کی بھی گنجائش نہ رہی تھی وہ اس کے اندر داخل ہوتے ہی کچھ سوچ کر فیصل کے آفس کے راستے پر گاڑی ڈال گیا تھا، اس سے ملے بھی کئی دن ہو گئے تھے دوران ڈرائیونگ اس کے لب مسکرا رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

''زرمین بیٹا! یہاں ایسے کیوں بیٹھی ہو؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' مہوش کچن سے پانی لینے آئی تھیں، کھڑکی کھلی دیکھی تو بند کرنے لگی تھیں کہ لان میں نیم اندھیرے میں کرسی پر کسی کو بیٹھے دیکھ کر وہ پریشانی سے وہاں چلی آئی تھیں، تو دیکھتے ہی سمجھ گئی تھیں کہ وہ زرمین ہوگی اور زرمین ان کی آواز پر بری طرح چونکی اور انھیں دیکھنے لگی، جن کی پریشانی اسے روتے دیکھ کر بڑھ گئی تھی، وہ رات کے ڈیڑھ بجے اسے لان میں دیکھ کر ہی کم متفکر نہ تھیں مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی اور کرسی کھسکا کر اٹھ گئی تھی۔

''زرمین چندا! کیا ہوا ہے، کیوں رو رہی ہو؟'' وہ اس کا ہاتھ تھام گئی تھیں اور لہجے میں ممتا سمو کر بولی تھیں اس کی ذہنی و قلبی حالت ابتری کا شکار تھی، اسی سبب تو وہ کچھ نہ بولی تھی اور بےدم ان سے لپٹ کر جو اس نے رونا شروع کیا، تو وہ حق دق رہ گئی تھیں۔

''زرمین! اس طرح کیوں رو رہی ہو، بتاؤ مجھے، کسی نے کچھ کہا ہے؟ فضیل سے کوئی بات ہوئی ہے؟'' وہ اسے لیے لاؤنج میں آ گئی تھیں، صوفے پر بٹھا کر پانی لا کر اسے پلایا تھا اور نہایت نرمی و شفقت سے استفسار کیا تھا۔

''مما! فضیل بہت ناراض ہیں، میں نے انھیں ناراض کر دیا ہے، اسی لیے وہ ناراضی و غصے میں ہم سے اتنی دور چلے گئے ہیں، کہ ہمارے بیچ میں انھوں نے ایک دفعہ بھی مجھ سے بات نہیں کی، وہ مجھ پر بہت خفا ہیں۔'' وہ خود سے لڑ لڑ کر تھک گئی تھی، اس لیے آج مہوش کے سامنے دل کھول کر رکھ دیا تھا اور وہ تو اس انکشاف پر حیران تھیں، وہ دونوں بات نہیں کرتے تھے اور اب تک ڈرامہ کرتے رہے تھے؟

''سب کہتے ہیں کہ وہ آ جائیں گے، جب ان کا غصہ ٹھنڈا ہوں وہ نہیں آئیں گے، کیونکہ وہ مجھے سزا دینا چاہتے ہیں۔'' وہ سسک رہی تھی، اور وہ پوچھ بیٹھی تھیں

''کس بات کی سزا؟ تم دونوں کے درمیان کس بات پر جھگڑا ہوا ہے؟'' وہ بہو کو دیکھ رہی تھیں جو بری طرح رو رہی تھی، شکستہ و آزردہ لگ رہی تھی۔

''مما! انھیں لگتا ہے جیسے میں نے انھیں دھوکا دیا ہے، [illegible] مما! میں نے انھیں دھوکا نہیں دیا۔'' وہ بلک رہی تھی، وہ جی جان سے اس کی جانب متوجہ تھیں، اسے اپنا بیٹا دکھائی دیا تھا اس کے قدموں کی چاپ سے انجان رہی تھی۔

''تم کیا کہہ رہی ہو، کیا کہنا چاہتی ہو، میں کچھ سمجھ نہیں پا رہی بیٹا! میں تمہاری ماں ہوں، بلا ڈر و جھجک ہر بات کہہ دو۔'' انھوں نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے شفقت سے اس کی ڈھارس بندھائی تھی۔

''مما! مجھے ارحم اچھے لگتے تھے، میں ان سے شادی کرنا چاہتی تھی۔'' اس کا انکشاف انھیں ساکت کر گیا تھا اور اس نے لب بھینچ لیے تھے کہ حقیقت جانتا تھا مگر اس کے منہ سے سننا کتنا اذیت ناک عمل ٹھہرا تھا، یہ کوئی اس سے پوچھتا جو اس سے دوچار تھا۔

''لیکن جب گھر میں میری اور فضیل کی شادی کی بات چلی، میں نے کسی پر اپنی پسندیدگی ظاہر نہیں کی، ابو کو مجھ پر بہت مان تھا، وہ میں توڑ نہیں سکتی تھی، شادی کے لیے میں ابو کے لیے اللہ کی رضا جان کر راضی ہو گئی تھی، اور جب میں نے نکاح نامے پر سائن کیے ہر پسندیدگی و محبت باہر کی دہلیز پر ہی چھوڑ دی، دل سے فضیل کی اہمیت قبول کی، لیکن جب میں فضیل کی منتظر تھی تب میں بہت ڈری ہوئی تھی، کیونکہ مجھے اپنا آپ فضیل کا مجرم لگ رہا تھا۔'' وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور پریشان و حیران سی بیٹھیں مہوش کے قدموں کے پاس بیٹھ کر ان کی گود میں سر

رکھے بولنے لگی تھی۔

''مجھے لگ رہا تھا جیسے میں نے فضیل کو دھوکا دیا ہے، پسند کسی اور کو کرتی تھی، شادی ان سے کرلی اور کبھی لگتا کہ جیسے ہی فضیل کو یہ بات پتہ چلے گی، وہ مجھے غلط سمجھیں گے کہ یہ بات ان کے لیے قابل قبول نہیں ہوگی، ان کی بیوی کی محبت کوئی اور تھا، مگر مما! جو تھا صرف نکاح سے پہلے تک تھا، نکاح کے بعد میں نے صرف فضیل کو سوچا، میں نے کسی قسم کی خیانت نہیں کی، لیکن یہ بات میں فضیل کو بتا نہیں سکی، میرے خدشات کو فضیل نہ جانے کیا سمجھے اور انھوں نے مجھے ایک بیوی کی طرح ٹریٹ نہیں کیا، انھوں نے مجھے وقت دیا، اور میں بھی وقتی طور پر مطمئن ہوگئی تھی، وقت کے ساتھ میں نے خود کو فضیل سے جڑنے والے رشتے کے لیے ذہن و دل سے اپنانے، قائم رکھنے کے لیے راضی کرلیا، لیکن فضیل تو مجھے وقت دے کر بھول گئے تھے، مما! کہ میں ان کی کچھ لگتی ہوں۔'' وہ ان کے سامنے سے کترا رہی تھی جب ہی گود میں منہ چھپائے سسکتے ہوئے کہہ رہی تھی، اس کا لفظ لفظ حیران کن تھا مگر ان کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے، انھوں نے اسے اتنا ہی فیئر پایا تھا۔

''اور جب وہ بھول گئے تھے تو میں کیسے یقین دلاتی کہ میں ان کی ہوں کہ میرے دل نے ان کے لیے دھڑکنا سیکھ لیا ہے، میں بھول نہیں سکتی تھی اور دور کرنا نہیں چاہتے تھے، میں مجبوری، ڈر، خدشات کا شکار تھی، لیکن انھیں تو کوئی ڈر، مجبوری اور خدشہ نہیں تھا، تو پھر کیوں انھوں نے مجھے سزا دی؟'' اس نے سر اٹھا کر بھیگی، نمناک سرخ آنکھوں سے انھیں دیکھا تھا۔

''مما! اس دن جب ارحم کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، ان کے لیے پریشان تھی، روئی تھی ان کی صحتیابی کے لیے دعا گو تھی میری ہر فکر ان کے لیے تھی، مگر صرف اس لیے کہ وہ میرے کزن تھے، ارحم کی جگہ ارحم یا فیصل ہوتے تب بھی میری حالت وہی ہوتی، جو ارحم کے ایکسیڈنٹ کے وقت تھی، اس فکر کے پیچھے محبت نہیں تھی کہ میری محبت، میرا سب کچھ تو نکاح کے بولوں کے ساتھ ہی فضیل بن گئے تھے۔'' اس نے آنسو رگڑے تھے لب چبائے تھے گویا خود کو مزید کہنے سے روکا تھا یا کہنے کے لیے کمپوز کیا تھا۔

''مگر میری فکر کو فضیل نے غلط سمجھا، مجھے دھوکے باز کہا، آپ بتاتے مما! کہ شادی سے پہلے میں اگر کسی کو چاہتی بھی تھی تو کیا مجھے فضیل کو بتانا چاہیے تھا؟'' انھوں نے اس کو روتے ہوئے کی تھی تسلی بلائی تھی۔

''نہیں ناں! وہ بھی اس صورت میں کہ وہ صرف میری سوچ، میرا خیال تھے، جو فضیل سے رشتہ بننے کے بعد بدل گئے، ان کو ذہن و دل سے نکال دیا، اور جب میں نے شادی کے بعد ایک لمحے کے لیے بھی ان کے متعلق اس طرح نہیں سوچا کہ میں انھیں کیوں نہ پا سکی؟ وہ میرے کیوں نہ بنے؟ نہ انھیں اپنانے کا سوچا تو پھر میں دھوکے باز کیسے ہوئی؟ آپ بتایئے مما! جب میں نے ارحم کو سوچا ہی نہیں، افسوس نہیں کیا تو میں دھوکے باز کیسے ہوئی؟ میں تو بس اپنے ماضی سے ہراساں تھی کہ غلط تو میں نے ماضی میں بھی نہیں کیا تھا، ارحم میرے کزن تھے، مجھے اچھے لگتے تھے، دل و ذہن میں آتا کہ کاش کہ وہ میرے بن جائیں مگر ایسا نہیں ہوا، جو شخص میرا اپنا اسے سوچا، اسے چاہا، بس ڈر تھی تھی کہ میرے ذہن و دل کی بات فضیل کو پتہ چلی تو وہ کیسا ری ایکٹ کریں گے؟ اور مما! میرے خدشات کچھ غلط تو نہ تھے جب ان پر یہ بات ظاہر ہوئی وہ مجھے جھوٹا، دھوکے باز کہہ کر چلے گئے، اور ایک دفعہ بھی مجھ سے رابطہ نہیں کیا، آپ نے فون دیا تو لائن کاٹ دی، میں نے ملایا تو کال ریسیو نہیں کی، میری کسی میل کا جواب نہیں دیا، آپ بتایئے ناں مما! کہاں غلطی ہوئی مجھ سے، میں نے کب ماضی کی کسی محبت کے حصول کے لیے کسی قسم کی کوشش کی؟ کب میں ان سے ملی؟ کب

چاہا کہ وہ میرے ہو جائیں؟ میرے ذہن و دل میں ایسا کچھ ہوتا تو میں شادی ہی کیوں کرتی؟ پرانی محبتوں کو ہی دل میں بسائے رکھنا ہوتا تو نئی محبتوں کو اپناتی کیوں؟ اور جب فضیل نے ڈائیورس کی بات کی، مجھے فضیل سے نہیں اوجھ سے محبت ہوتی تو میں فضیل سے کہہ دیتی ناں، کہ وہ مجھے چھوڑ دیں، اور دے دیں طلاق، لیکن میں تو گزرے مہینوں میں خوفزدہ رہی ہوں، ہر آہٹ پر دہلتی رہی ہوں کہ کہیں فضیل میری التجا کے باوجود میری ہر التجا کو ٹھکرا کر کہیں ڈائیورس پیپر نہ بھیج دیں۔ فضیل میرا سب سے مضبوط رشتہ، میری محبت، پسند سے دستبرداری قبول کر سکتی تھی ناں جب ہی کر گئی، مجھے کوئی فرق بھی نہیں پڑا، لیکن محبت سے زندگی سے دستبرداری قبول کرنا اتنا آسان بھی تو نہیں ہوتا ناں، میں آسانی سے ان سے خود کو کیسے الگ کرلوں، لیکن ان کے لیے سب کچھ بہت آسان ہے مما! رات گیارہ بجے کے قریب میں نے انھیں فون کیا تھا، انھوں نے پہلی دفعہ میری کال ریسیو کی اور میرے ہیلو کہنے سے پہلے ہی یہ کہہ کر فون رکھ دیا کہ وہ جلد فیصلہ کر دیں گے، انھوں نے فیصلہ کر لیا ہے مما! مجھے چھوڑنے کا فیصلہ، اگر ایسا کیا انھوں نے تو میں مر جاؤں گی، آپ کہیں ان سے ناں نے انھیں دھوکا نہیں دیا ہے، میں صرف ان کی ہوں، صرف ان سے محبت کرتی ہوں۔ میں جھوٹ کیوں بول رہی، آپ کو تو مجھ پر بھروسہ ہے ناں مما! یقین ہے ناں آپ کو مجھ پر کہ میں جھوٹ نہیں بولتی؟'' وہ ان کا ہاتھ پکڑ گئی تھی، جن کی نظریں سامنے کھڑے شخص پر کافی دیر سے جمی تھیں، مگر وہ ان سے اب تک نظر نہیں ملا سکی تھی، اس لیے جو کبھی تک نہیں تھی، اس کے ہاتھ تھامنے پر مگر دو چونک کر اس کی جانب متوجہ ہو گئی تھیں۔

''مما! آپ فضیل کو سمجھائیں ناں ان سے کہیں میں جھوٹی نہیں ہوں، میں نے انھیں دھوکا نہیں دیا ہے، میرے دل میں صرف وہ ہیں، وہ مجھے نہ چھوڑیں، میں نے ان کی امانت میں خیانت نہیں کی ہے، میں ان کی ہوں، جب ان کی نہیں تھی تب بھی میں نے کچھ ایسا غلط نہیں کیا، شریعت کے خلاف ہو، یا جو امانت میں خیانت کا سبب ہو، میری چھوٹی سی بھول کی، میرے خدشات کی سزا نہ دیں، جان سے مار دیں لیکن رشتہ نہ توڑیں۔'' وہ ان کی ٹانگوں سے لپٹ کر بری طرح بلکنے لگی تھی، ان کے [illegible] پھیرتے ہوئے انھوں نے ایک ناراض نظر بہت بیٹے پر ڈالی تھی، وہ کچھ بولی نہ تھیں اور [illegible] انھوں نے اس کا سر اونچا کرنا چاہا تھا، تب انھیں احساس ہوا تھا کہ وہ ہوش میں نہیں اور جیسے ہی اس بات کا انھوں نے اظہار کیا تھا، وہ ہوش میں آتا اس کی طرف لپکا تھا۔

''زرمین کو کچھ ہو گیا ناں فضیل! تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔'' اسے بیک سیٹ پر احتیاط سے لٹا کر وہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال گیا تھا، وہ زرمین کا سر گود میں رکھے ہوئے ناراضی و غصے کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بولی تھیں۔

''آپ تو شاید پھر بھی مجھے معاف کر دیں مما! لیکن میں خود کو کبھی چاہ کر بھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔'' اس نے دل گرفتگی سے کہتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی تھی اور ریش ڈرائیونگ کرتا گھر کے سب سے مزدیکی پرائیویٹ اسپتال پہنچا تھا، اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا، اس کی کنڈیشن مگر کافی بہتر تھی۔ ڈاکٹرز کی کوشش اور ٹریٹمنٹ کے بعد تقریباً 3 گھنٹوں میں اسے آئی سی یو سے ایک پرائیویٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا، جہاں نے بیٹے کی اتری صورت دیکھی تھی اور فجر کی اذانوں کے بعد شوہر کو فون کر کے بلا لیا تھا، فضیل کو زبردستی گھر بھیج دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

(جاری ہے)

صدف سعد

ردا کی ڈائری

عافیہ نیازی کی ڈائری سے

فاطمہ نجیب کی خوبصورت نظم

عید آئی گلاب مہکے
ہماری آنکھوں کے خواب مہکے
مہکتی کلیوں کو دیکھ کر پھر
محبتوں کی وہ سوئی خواہش
چمک کے بیدار ہوگئی ہے
گلوں کے شانے پہ سر ٹکائے
ہوا بھی سرشار ہوگئی ہے
وہ بھولے بسرے تمام لمحے
وہ ساعتیں وہ تمام جذبے
جو وقت کی دھول میں اٹ گئے تھے
خود اپنے اندر سمٹ گئے تھے
وہ لے کے انگڑائیاں جی اٹھے ہیں
ہماری آنکھوں میں جھانکتے ہیں
اے کاش دل کی ویراں زمیں پہ
محبتوں کی پھوار برسے
برستی برکھا کہاں مقدر
دو بوند ہی تیرا پیار برسے
تو دیکھنا پھر کہ جانِ جاناں
ہماری آنکھوں کے ٹمٹماتے
چراغ یوں لو دے اٹھیں گے
کہ چاند سورج بھی ہم لگیں گے
دل کے غنچے یوں کھل اٹھیں گے
قباؤں کو پھر سیٹ لیں گے

دھنک ناز کی ڈائری سے

ایک خوبصورت نظم

عید مبارک

ہجر کے لمحوں کی ساری
اذیت اس پل ہوگئی دور
تم نے جب دھیرے سے چاہت بھرے
دھیمل لمحوں کی مہک کے ساتھ کہا
عید مبارک!

صبا سحر کی ڈائری سے

ایک خوبصورت نظم

پھر جاناں
[illegible]
[illegible] راتیں ہیں
پھر جاناں
عید کی قریب آئی آہٹیں ہیں
پھر شاموں کا رنگ [illegible] ہے
پھر جاناں
یاد کی نگری میں
چلی تیری یاد کی پروا ہے
پھر چاند افق پر چمکنے کو ہے
پھر دل تیری دید کو
مچلنے کو ہے
پھر مہندی چوڑی اور
چنری کا سندیسہ لیے

Digest.pk

عید آنے کو ہے
تم جو آجاؤ جاناں
میری بھی عید، عید ہو جائے
تم جو آجاؤ جاناں
تو تیری دید سے میری
خوشی مزید ہو جائے

نوشین مدثر کی ڈائری سے

عید

مہندی سجے گی ہاتھوں میں
چوڑی بجے گی بانہوں میں
پھول کھلیں گے
تب میری عید ہوگی
جب تیری دید ہوگی
گجرا نین سجائے گا
گجرا بانہوں کو سنورے گا
جاناں گھر کو آئے گا
تب میری عید ہوگی
جب تیری دید ہوگی
حنا سے ہتھیلی پہ نام تمہارا لکھیں گے
خوش ہو ہو کے تیرا نام چومیں گے
ملن کی آس میں بار بار جھومیں گے
تب میری عید ہوگی
جب تیری دید ہوگی
غم سارے بھلا دیں گے عید کے دن
کدورتیں دل سے مٹا دیں گے عید کے دن
تمہیں اپنا بنا لیں گے عید کے دن
تب میری عید ہوگی
جب تیری دید ہوگی
خوشیاں ہمارے ساتھ مسکرائیں گی
ہنستے ہوئے مسکراتے ہوئے گنگنائیں گی
مسرتیں ہمیں گلے لگائیں گی
تب میری عید ہوگی
جب تیری دید ہوگی

افشاں علی کی ڈائری سے

پروین شاکر کی نظم

وہ مجھے اس وقت ملا
جب پہاڑوں پر برف پگھل رہی تھی
چیری کے درختوں پر اولین شگوفے پھوٹ رہے تھے
نوخیز خوشبو سے سارا باغ روشن تھا
بلبل نے بس ابھی چہکنا شروع کیا تھا
اپنے بازوؤں میں لیے
وہ مجھے پھولوں بھری وادی میں گھومتا رہا
ہم تتلیاں اور جگنو پکڑتے رہے
بارش ایک پیاری دوست کی طرح
ہمارا ساتھ نبھاتی رہی
[illegible] شت سے پہلا پتہ گرا
[illegible] کے لیے جھکی
[illegible]
اب میں ٹوٹے ہوئے پتوں میں
اپنے آنسو جمع کر رہی ہوں
مجھے جان لینا چاہیے تھا
کہ اس کا اور میرا ساتھ
موسم بہار تک ہے

☆---☆---☆

Digest.pk

نورین ملک

عید اشعار

نور بانو ..... کوئٹہ

آج پھر عید آئی ہے اے دوست
آج پھر تیری یاد آئی ہے
صرف کچھ مسکراہٹیں ہی نہیں
چند آنسو بھی ساتھ لائی ہے

صبا سحر ..... ملتان

ذرا دم کو بھلا دو تم جدائی کی
مجھے دل سے سہی لیکن تو عید کا دن ہے

صبا عبدالغنی ..... کراچی

معصوم نظر بھولا مکھڑا چہرے پہ تبسم ہوں
تصویر کا جب یہ عالم ہے وہ حسن مجسم کیا ہوگا

افشاں علی ..... کراچی

خوشیوں کا وقت بھی آ ہی جائے گا سا کر
غم بھی تو مل رہے ہیں تمنا کیے بغیر

فرزانہ شوکت ..... کراچی

اڑا رہی ہے خاک ہوا آرزوؤں کی
کھلے ہوئے ہیں لبوں پہ اداسیوں کے پھول
جھلس نہ جائے صدا آنسوؤں کی رم جھم سے
خشک لبوں سے بنا یاد کی رُتوں کے پھول

مصباح مسکان رؤف ..... جہلم

اگر پرکھنا چاہو تم کسی کے خلوص کو مسکان
آزما لے کے دیکھ لو کسی مشکل گھڑی میں

سعدیہ عابد ..... کراچی

نخل سایہ دار کے جڑ سے اکھڑ جانے کے بعد
آج پہلی عید ہے تجھ سے بچھڑ جانے کے بعد

ریما نور رضوان ..... کراچی

زندگی کے کچھ لمحے یادگار ہوتے ہیں
یادوں میں کچھ لوگ خاص ہوتے ہیں
یوں تو وہ دور ہوتے ہیں نظروں سے
پر ان کے احساس دل کے پاس ہوتے ہیں

عاصمہ رشید ..... فیصل آباد

تیرہ شبوں کو پھر جگمگائے ہلال عید
سندیسہ بہار بن کے آئے ہلال عید
تمنا ہے کہ دیکھیں نئی سحر کی رنگینی
اے کاش! نوید صبح لے کے آئے ہلال عید

حنا علی ..... سیالکوٹ

یاد آتے ہو کس سلیقے سے
جیسے بارش ہو وقفے وقفے سے

نوشین بشر ..... لاہور

عید کا چاند نظر آئے گا جس دم مجھ کو
میں تجھے مانگ لوں گی اے دوست دعا مانگوں گی
میں تو ویران ہے ہوں تنہائی کے صحرا میں مقیم
اب تیری رفاقت کی دعا مانگوں گی

زمرد شاہ ..... پشاور

غیروں میں ہے کوئی تو اسے عید مبارک
جس کو نہیں ہم یار اسے عید مبارک
معصوم سے ارمانوں کی معصوم سی دنیا
جو کر گیا برباد اسے عید مبارک

امبرین حیدر ..... اسلام آباد

تم سے ملے مل کے بچھڑے بچھڑ کے پھر ملے
ایسی بھی قربتیں رہیں ایسے بھی فاصلے رہے
تو بھی نہ مل سکا ہمیں زندگی بھی رائیگاں گئی
تجھ سے تو خیر عشق تھا خود سے بڑے گلے رہے

نگہت توقیر ..... چیچہ وطنی

Digest.pk

ہم تو احتیاج کی چلی میں پس رہے ہیں عدم
ہمارے واسطے کیا عید اور کیا بقر عید
فوزیہ صدیقی..... لاہور

سچ سچ اگر ہے الفت لوٹ آ جانِ جاں
لگاتا ہے اور آگ یہ بھیجا ہوا سامان
رابعہ منیر..... سرگودھا

گزر گئی ہیں عیدیں کتنی اپنی اسی گمان میں
ہمارے آنگن میں بھی اترے گا چاند عید کا
صدف سحر..... بہاولنگر

میں ہوں تیرا خیال ہے اور چاند رات ہے
دل درد سے نڈھال ہے اور چاند رات ہے
چھلکا سا پڑ رہا ہے دکھی دستوں کا رنگ
ہر چیز پر زوال ہے اور چاند رات ہے
شائلہ قیصر..... کراچی

تارے اترے جب نیلاہٹ دامن کو
عید کے چاند میں دیکھا میں نے چاند کو
چاند رات کی مہندی مجھ سے کہتی ہے
تم بھی اک پیغام لکھو ناں ساجن کو
شبنم شاہد..... خان پور

ہلال عید دیکھ کے مانگتی رہی ہوں جو دعا
اب کی بار شاید وہ بااثر ہو جائے
زوبیہ..... رحیم یار خان

جس سے چاند تیرے بام سے ابھرا ہوگا
تُو نے اسی پل میں اسے غور سے دیکھا ہوگا
عید کے کارڈز تیری میز پر بکھرے ہوں گے
اور سرہانے کوئی پھول بھی رکھا ہوگا
رامین..... لاہور

ہم نے ہلال عید کے ہاتھ بھجوایا ہے یہ سندیسہ
کرتا ہے تمہیں کوئی یاد بہت بار بار اسے کہنا
ایمن شاہ..... حیدرآباد

عید آئی ہے تو آنکھوں میں اتر آئے ہیں
ہجر کی اوس میں بھیگے ہوئے پچھی کتنے
دھنک ناز..... کراچی

مجھ کو اک خواب پریشاں لگا عید کا چاند
میری نظروں میں ذرا بھی نہ جچا عید کا چاند
آنکھ نم کر گیا بچھڑے ہوئے لوگوں کا خیال
درد دل دے کر ڈوب گیا عید کا چاند
شاہ حیات..... کراچی

چاک داماں کو جو دیکھا تو ملا عید کا چاند
اپنی تصویر کہاں بھول گیا عید کا چاند
ان کے ابروئے خمیدہ کی طرح تیکھا ہے
اپنی آنکھوں میں بڑی دیر چھپا عید کا چاند
کمیر اعلیٰ..... راولپنڈی

کاش عید سعید کے حسین لمحوں میں
میری ذات گم گشتہ بھی تجھے یاد آئے
شاہ کنول اللہ ڈنڈ..... لودھراں

اس کی آنکھیں چاند کے جیسی ہیں شاہ
جن میں ہر کوئی رہتا ہے میرے ہوا
خدیجہ خان..... پشاور

ایک طرف کی بات ہے کہ کوئی سمجھے کس طرح
کے ملتے ہیں اتنے دامن کشادہ نہیں ہوتے
رہے ہوں کرب لوٹے ہوئے دل کا
آمادہ نہیں ہوتے
زرش کمال..... حیدرآباد

عمل سے بھی مانگا دعا سے بھی مانگا
تجھے میں نے تیری رضا سے بھی مانگا
جو کچھ نہ ہوسکا تو دعا سے بھی مانگا
خدا کی قسم میں نے تجھے خدا سے بھی مانگا
شازیہ رحمت..... سرگودھا

دوست تو خیر کون کسی کا ہے
اس نے دشمن بھی نہ سمجھا لوگو
رات وہ درد مرے دل میں اٹھا
صبح تک چین نہ آیا لوگو

☆ ☆ ☆

نورین ملک

اس ماہ میں

اس ماہ کی خوبصورت بات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے، روزانہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتے تھے، اک دن رب کی طرف سے حکم ہوا کہ "موسیٰ! جاؤ اور اپنے سے کسی کمتر کو تلاش کر کے لاؤ"۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم خداوندی سے سارے کائنات چھان ماری، مگر اپنے سے کم کسی کو نہ پایا، شام کو خالی ہاتھ لوٹے، اللہ پاک نے فرمایا "اے موسیٰ! اگر آپ ایک نادار کے بچے کو ہی لے آتے تو ہم آپ کو نبوت سے محروم کر دیتے"۔ اس واقعے کا مطلب ہے کہ "کسی کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ اللہ پاک نے ہر کسی میں کوئی نہ کوئی خوبی رکھی ہے، اور اللہ رب العزت کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں"۔

مدیحہ اعجاز حسین --- کراچی

اس ماہ کے خط کا جواب

محبوب سے ملنے کا بڑا شوق تھا
ایک دن لکھ دیا خط اُس کو
بھولی بھالی سمجھ نہ سکی میرے پیار کو
دے دیا خط اپنے بھائی مختیار کو
میں نے دریا کی بہت بڑی موج دیکھی
جب اپنے پیچھے مختیار کی فوج دیکھی
لوگوں نے کہا کس پر عذاب آیا ہے
دل نے کہا اس پتر تیرے خط کا جواب آیا ہے

فرید و فرید --- پاکپتن شریف

اس ماہ کچھ خاص

☆ دل اگر سیاہ ہو تو چمکتی ہوئی آنکھ بھی کچھ نہیں کر سکتی۔

☆ سورج سے سبق سیکھنا ہے تو اسے ڈوبتے ہوئے دیکھو۔

☆ بات لفظوں کی نہیں لہجے کی ہوتی ہے۔

☆ مصیبت اگر انسان کو دولت مند نہیں تو عقلمند ضرور بنا دیتی ہے۔

☆ عاقل پہلے قلب سے پوچھتا ہے پھر منہ سے بات کرتا ہے۔

☆ اگر انسان سوچنے کی عادت ڈالے تو ہر چیز میں اس کے لیے عبرت ہے۔

☆ اپنی ضرورتوں کو کم کرو، تمہیں راحت حاصل ہوگی۔

☆ مستقل مزاجی، کانٹوں کو پھول بنا دیتی ہے۔

☆ غرور کے قابل وہ شخص ہے جو غرور اور تکبر جیسی لعنت سے پاک ہو۔

☆ والدین سے سخت لہجے میں بات کرنا بربادی کو دعوت دینا ہے۔

عائشہ نیازی --- ریوہ

اس ماہ کی تین غزل

بچوں کو ایک توس پہ لڑا رہا ہوں میں
مہنگائی کی وجہ سے مرا جا رہا ہوں میں
فلمیں پرانی دیکھنا کار ثواب ہے
انور کا قول ہے جسے دہرا رہا ہوں میں
سی ڈیز ان کی دیکھ رہا ہوں مزے کے ساتھ
روزے بڑے تپاک سے بہلا رہا ہوں میں
سردی نہیں ملی تو بلا سے نہیں ملے
مردے بڑے مزے سے جو ٹہلا رہا ہوں میں

سسرال کا جو مال ہے عاصی حلال ہے
جوڑا سسر کا ساتھ لیے جا رہا ہوں میں
نوشین مدثر۔۔۔ لاہور

اس ماہ کا طنز

کیوں کچھ سوچ کر میں اپنا دل چھوٹا کروں وصی
وہ اتنی ہی کر سکا وفا جتنی اس کی اوقات تھی
نورالعین ۔۔۔ کراچی

اس ماہ کی ہری مرچیں

☆اب فاصلے کہاں ہیں؟
صرف اور صرف دلوں میں۔
☆آؤ بات کریں!
مہنگائی کی، لوڈ شیڈنگ کی، ہلکی۔
☆نام ہی کافی ہے۔
کیونکہ کام کا تو ہے ہی نہیں۔
☆پھر نئے پیکیج کے ساتھ
نئے انداز لوٹنے کے
☆خصوصی فارمولے کے ساتھ
آپ کی جلد کا پیڑا غرق کرنے کے لیے۔
☆آپ کے خواب سچ ہو سکتے ہیں۔
اگر آپ خود بھی سچے ہو جائیں تو
☆سو فیصد گارنٹڈ نتائج
بالکل سفید جھوٹ سرکاری اعداد و شمار کی طرح۔
☆مفت مشورہ۔
آیئے! بے وقوف بننے اور لٹنے کے لیے۔
☆جان ہے تو جہان ہے۔
مہنگائی نے جان نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہوئی۔

صبا سحر۔۔۔ ہارون آباد

اس ماہ کا افسانچہ

تمہارے ہجر و فراق کا یہ عالم ہمیشہ میری نازک طبیعت پر گراں گزرتا ہے، تمہاری جدائی کے یہ جاں سوز لمحات صدیوں پر محیط ہو جاتے ہیں کہ ایک ایک پل گزارنا مشکل ہو جاتا ہے، تمہارے انتظار میں بھوکی پیاسی بیٹھی تمہاری آمد کی راہ تکتی ہوں کہ شاید تمہارا رخ روشن دکھائی دے لیکن ہر بار مایوسی و ناکامی ہی مقدر ٹھہرتی ہے۔ میرے چاہت و محبت سے بھرپور جذبات و احساسات کو یکسر فراموش کیے تم نازک اندام حسینہ کی مانند نخروں پر نخرے دکھاتے ہو لیکن میں تمہاری ناز برداریاں آخر کہاں تک اٹھاؤں۔ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے اور تمہاری آمد کے کوئی آثار نہیں تمہاری غیر موجودگی میں یہ گھر مجھے بالکل سنسان و ویران لگتا ہے تمہیں پتہ ہے مجھے تمہاری اشد ضرورت ہے بھلا تمہارے بغیر میرا گزارا کہاں ممکن ہے اس لیے "اے سوئی گیس!" تم اب اپنا رخ زیبا دکھاؤ تاکہ سنسان پڑے چولہے روشن ہوں اور بھوک کے مارے پیٹ میں دوڑتے چوہے بھی شانت ہوں۔

افشاں علی ۔۔۔ کراچی

اس ماہ کے ٹوٹکے

چائے کے داغ

کپڑوں پر چائے کا داغ لگ جائے تو اس پر نمک لگا کر تھوڑی دیر بعد ٹھنڈے پانی سے دھو لیں کپڑا بالکل صاف ہو جائے گا۔

سالن میں چینی

سالن میں چینی پڑ جائے تو اس میں ایک چائے کا چمچ دودھ ڈال دیں، جلنے کی بو بالکل ختم ہو جائے گی۔

مرچیں کم کرنے کے لیے

سالن میں مرچیں زیادہ ہو جائیں تو اس میں تھوڑا سا دہی ڈال دیں۔

سفید کپڑے مزید اجلے

سفید کپڑوں کو دھوتے وقت پانی میں تھوڑا سا لیموں نچوڑ لیں کپڑے زیادہ صاف اور سفید ہو جائیں گے۔

خراب تالوں کا علاج

اگر تالوں کو زنگ لگ جائے تو ان میں مٹی کا تیل چند قطرے ٹپکائیں اور پھر انہیں دھوپ میں رکھ دیں

Digest.pk

تالے ٹھیک ہو جائیں گے۔

سیدہ امبر ہاشمی کراچی

اس ماہ نوجوانوں کا قاعدہ.....!

اس قاعدے کو موجودہ دور اور حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھا گیا ہے تاکہ نوجوانوں کو ان کا مقصد زندگی یاد دلایا جائے اور مناسب صلاح دی جائے۔

الف سے الو: جو اکثر جامعہ کی لڑکیاں، لڑکوں کو بناتی ہیں۔

ب سے بیگم: یہ دو لفظوں کو ملا کر بنا ہے، بے اور غم اسے کسی چیز کا غم نہیں ہوتا اور اپنے شوہر کی خون پسینے کی کمائی بڑی بے پروائی سے خرچ کرتی ہے۔

ت سے تنخواہ: جس کے آنے کا تو پتہ چلتا ہے مگر جانے کا نہیں۔

پ سے پیار: جس کے بغیر زندگی ادھوری تصور کی جاتی ہے۔

ث سے ثمر: ثمر ان کو ملتا ہے جو نیک کام کرتے ہیں اور صبر کرتے ہیں۔

ج سے جمہوریت: یہ وہ چیز ہے جو ہمارے ملک میں کبھی نہیں آئی اور اگر آئی ہے تو صرف چند ماہ کے لیے۔

ح سے حلال کمائی: جس کے کمانے والا احمق تصور کیا جاتا ہے۔

خ سے خیالات: یہ وہ چیز ہے جو سب سے زیادہ نماز میں اور کلاس میں آتے ہیں۔

د سے دولت: جو کسی سے وفا نہیں کرتی اس کے علاوہ وہ دیدار بھی ہے جس کی ہمیشہ حسرت رہتی ہے۔

ڈ سے ڈنڈا: جو تھانیدار کے پاس ہوتا ہے اور وہ آکر اس کا غلط استعمال کرتا ہے۔

ذ سے ذلت: ذلت اپنے کرتوتوں سے ہوتی ہے۔

ر سے رسوائی: جو عاشقوں کے نصیب میں ہوتی ہے۔

ز سے زبان: یہ وہ چیز ہے جو کمزور جماعت میں بند اور باہر قینچی کی طرح چلتی ہے۔

س سے سوال: جس کے کرنے میں ہی مزہ آتا ہے۔

ش سے شمع: یہ پروانوں کے لیے ہی جلتی ہے۔

ص سے صبر: جو آج کل کوئی کرنے کو تیار نہیں۔

ض سے ضمیر: اس کی آواز ماڈرن دور میں کوئی نہیں سنتا اور اس کی آواز پر کان دھرنے والا بھی احمق تصور کیا جاتا ہے۔

ط سے طنز: جو دوسروں پر کرنے میں بہت مزہ آتا ہے۔

ظ سے ظلم: جو اکثر غریبوں پر کیا جاتا ہے۔

ع سے عقل: یہ دو حسن پرست چیز ہے جو کمزور جماعت میں ہمیں تنہا چھوڑ کر خود سیر کو چلی جاتی ہے۔

غ سے غلامی: جو مسلمانوں کا مقدر بن چکی ہے۔

ف سے فرصت: یہ وہ چیز ہے جو اس دور میں کسی کے پاس نہیں۔

ق سے قلم: اس کا غلط استعمال اکثر لوگوں کا وظیفہ بن چکا ہے۔

ک سے کتاب: اس کو پڑھنا بہت ہی مشکل کام

گ سے گندم: گندم شہر امبر کی ہوتی رہی خراب [illegible] کی فاقوں سے مر گئی۔

[illegible] کی پیروی میں چلے ..کون سب سے بڑا فقیر ہے۔

م سے مراد یہ کبھی پوری نہیں ہوتی اس کے علاوہ مجرم بھی ہے جو کبھی سزا نہیں پاتا۔

ن سے نلکا جو گرمیوں میں پانی دینے کے بجائے آہیں بھرتا ہے۔

و سے وفا اس کا تصور اس زمانے میں ناممکن ہے یا کسی سے اس کی امید کرنا بے وقوفی ہے۔

ہ سے یاد یاد الٰہی میں اپنے آپ کو مصروف کرو، فلاح پاؤ گے۔

ایس۔ اقتیاز احمد۔ کراچی

☆.....☆.....☆

رسول اکرمؐ نے فرمایا

سعد بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ سے عرض کیا "یا رسول اللہ! ام سعد (یعنی میری ماں) وفات پاگئی ہیں اس کی طرف سے کون سا صدقہ بہتر ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا "پانی۔" میں سعد بن عبادہؓ نے کنواں کھدوایا اور کہا "یہ کنواں ہے ام سعد کی طرف سے۔" (ابوداؤد)

آپ نے فرمایا: جب تین کیفیات ظاہر ہوں تو فوراً دعا مانگو، اس وقت دعا رد نہیں ہوتی۔

☆ جب جسم کانپ اٹھے۔

☆ دل میں خوف آجائے۔

☆ آنکھ سے آنسو جاری ہو۔

سیدہ نورین — کراچی

گلاب اور کانٹا

یہ ٹھیک ہے کہ تم گلاب نہیں بن سکتے، مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم ایک کانٹا بن جاؤ۔ یہاں ایک راز کی بات ہے اور وہ میں تمہیں بتا ہی دیتا ہوں کہ جو شخص کانٹا نہیں بنتا وہ بالآخر گلاب بن ہی جاتا ہے۔

(اشفاق احمد، "زاویہ 3")

روشنی فیصل — کراچی

گوہر نایاب

☆ جلدی کھایا ہوا کھانا اور جلدی ہوا فائدہ کبھی ہضم نہیں ہوتا۔

☆ پرائے لوگ ہوں یا معاملے ان سے دور ہی رہنا چاہیے اس سے صحت اچھی رہتی ہے۔

☆ اپنے اعمال کو دعا کے سہارے سے محروم نہ ہونے دیا کرو۔

☆ برائی اور برے اعمال دیمک کی طرح ہوتے ہیں باہر سے کچھ نہیں بدلتا اندر سے سب کچھ مٹی ہو جاتا ہے۔

☆ ہر اچھے اور برے شخص کو ہنس کر قبول کرنا چاہیے کیونکہ یہ ہمارے نصیب (قسمت) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

☆ محنت اور ہنرمندی کے آگے کچھ بھی ناممکن نہیں۔

صبا سحر — ہارون آباد

محبت کے رنگ

محبت کے معاملے میں سب یکساں طور پر بیوقوف ہوتے ہیں، محبت ایک خزانہ ہے جسے خوش قسمت لوگ پاتے ہیں اکثر محبتیں اس لیے ضائع ہو جاتی ہیں کہ ہم انھیں غلط آدمی کو سونپ دیتے ہیں۔

محبت کے بہت سے رنگوں میں سب سے گہرا رنگ [illegible] جب تمہیں کسی سے محبت ہو جائے تو اسے خدا کے حوالے کر دو اگر وہ تمہیں مل جائے تو اس کی پرستش کرو اور اگر نہ ملے تو سمجھو کہ وہ تمہارا تھا ہی نہیں۔

نور بانو — کوئٹہ

قابل دید

ایک خاتون اپنی سہیلی کو خط لکھنے بیٹھی تو اس نے اپنے شوہر سے جو کتاب پڑھ رہا تھا پوچھا "آج کیا تاریخ ہے؟" شوہر نے بے نیازی سے کہا "اخبار میں دیکھ لو، تمہارے قریب ہی رکھا ہے۔" خاتون نے اخبار اٹھایا اور برا سا منہ بنا کر بولی "لیکن یہ تو کل کا اخبار ہے۔"

اہر ہاشمی — کراچی

Digest.pk

بس اور رکشہ

ایک لڑکے نے لڑکی کو چھیڑتے ہوئے کہا "بس اور لڑکی ایک جیسی ہوتی ہیں، ایک جاتی ہے تو دوسری چلی آتی ہے۔" لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: "رکشہ اور لڑکے بھی ایک جیسے ہوتے ہیں ایک کو بلاؤ تو چار چلے آتے ہیں۔"

وھنک ناز... کراچی

ماں

کسی نے پوچھا ماں کیا ہے، کون ہے؟

سمندر نے کہا:

"ماں ایک ایسی ہستی ہے جو اولاد کے لاکھوں راز اپنے سینے میں چھپا لیتی ہے۔"

بادل نے کہا:

"ماں ایک وھنک ہے جس میں ہر رنگ نمایاں ہے۔"

شاعر نے کہا:

"ماں ایک ایسی غزل ہے جو ہر سننے والے کے دل میں اتر جاتی ہے۔"

مالی نے کہا:

"ماں گلشن کا وہ پھول ہے جس سے پورا گلشن مہکتا ہے۔"

اولاد نے کہا:

"ماں ممتا کی انمول داستان ہے، جو ہر دل پہ قربان ہے۔"

اور خدا نے کہا:

"ماں میری طرف سے قیمتی اور نایاب تحفہ ہے۔"

روشن کرنیں

☆ سال دو کچھ سکھاتے ہیں جن سے دن واقف تک نہیں ہوتے۔

☆ اچھی خوراک وہ نہیں جسے ایک کھائے اور دوسرا حیرت سے دیکھے، دو خوراک نہیں زہر ہے۔

فرزانہ شوکت ...کراچی

درست طریقہ

ایک اسپتال میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو نرس نے ریسیور اٹھایا، کوئی کہہ رہا تھا "کیا آپ کمرہ نمبر 52 کے مریض کا حال بتا سکتی ہیں اس کا آپریشن گزشتہ ہفتے ہوا تھا۔" نرس نے فون کرنے والے کو دو منٹ رکنے کو کہا پھر بتایا "میں نے ریکارڈ میں مریض کا چارٹ دیکھا ہے، ان کی حالت ٹھیک ہے اور تیزی سے روبہ صحت ہیں، آپریشن کامیاب رہا ہے وہ تو اس وقت سو رہے ہوں گے، صبح میں انھیں آپ کا کیا نام بتاؤں؟" فون کرنے والے نے جواب دیا۔ "میں کمرہ نمبر 52 کا مریض ہی بول رہا ہوں، آپ کو اس لیے زحمت دی کہ میرے ڈاکٹر تو مجھے کچھ بتاتے نہیں، تو آپ ہی بتا دیں۔"

سونا کدھر ہے

ایک چور نے گھر کے مالک کو جگایا اور پوچھا "سونا کدھر ہے؟" گھر کے مالک نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا "پورا گھر خالی پڑا ہے، کہیں بھی سو جاؤ۔"

سیدہ امبر ہاشمی کراچی

جنھیں سلام کرنا منع ہے

ان حالتوں میں کسی شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص ان حالتوں میں سلام کرے تو ان حالتوں والے شخص پر اس کا جواب دینا واجب نہیں۔

☆ حالت نماز میں
☆ حالت ذکر میں
☆ حالت خطبہ میں
☆ حالت تلاوت میں
☆ حالت اذان میں
☆ حالت دعا میں
☆ حالت تسبیح میں
☆ برہنہ شخص کو
☆ اجنبی عورت کو
☆ حالت امامت میں

Digest.pk

☆ قضاء حاجت کے دوران
☆ حمام میں
☆ بھیک مانگنے والے کو
☆ جوا کھیلنے والے کو
☆ پاگل آدمی کو
☆ کافر کو

ایس۔امتیاز احمد ۔ کراچی

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

☆ اہل جنت کو کچھ افسوس نہ ہوگا بجز اس گھڑی کہ جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزاری۔ (حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

☆ فضول امیدوں سے بچتے رہو کیونکہ یہ احمقوں کا سرمایہ ہیں۔ (حضرت علیؓ)

☆ جو کام لوگوں کے سامنے نہیں کرسکتے وہ چھپ کر بھی مت کرو۔ (حضرت علیؓ)

☆ بے حد اعتقاد برباد ہے، نکتہ چینی بد تر ہے۔ (امام جعفر صادقؒ)

☆ صوفی وہ ہے جس کا کردار موافق گفتار ہو۔ (داتا گنج بخش)

حافظہ

دنیا کے سب سے بڑے موجد "ایڈیسن" کا حافظہ اس قدر کمزور تھا کہ وہ اپنے موضوع کے علاوہ ہر بات بھول جاتا تھا۔ ایک روز وہ سائنس کے مسئلے پر سوچتے ہوئے اپنے مکان کا ٹیکس ادا کرنے چلا گیا، لمبی قطار میں طویل انتظار کے بعد جب اس کی باری آئی تو کلرک نے اس کا نام پوچھا، اس کے جواب میں ایڈیسن خاموش کھڑا کلرک کا منہ تکتا رہا کیونکہ وہ اپنا نام بھول گیا تھا اور جب اسے اپنا نام یاد آیا اس وقت تک ٹیکس آفس کا ٹائم ختم ہوگیا تھا اور آفس بند ہو چکا تھا۔

روشنی فیصل ۔ کراچی

ماں

ماں قدرت کا انمول تحفہ ہے، ماں قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے، ماں جنت کی ہوا ہے، ماں اپنے بچوں کے لیے سراپا محبت ہے، ماں جیسی عظیم اور انمول ہستی اس دنیا میں ہو ہی نہیں سکتی، غربت میں بھی ماں خود کو بھوک کی شدت کو برداشت کر کے اپنی اولاد کا پیٹ پالتی ہے، ماں کی محبت کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا۔ ماں اپنی اولاد کے لیے چلچلاتی دھوپ میں گھنے سائے کی مانند ہوتی ہے، جو خود گرمی کی شدت کو جھیل کر اپنے بچوں کو ٹھنڈی چھاؤں فراہم کرتی ہے، ماں ہے تو سب کچھ ہے، ماں کی دعا بے حد انمول ہوتی ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی ماں اس دنیا میں موجود ہے، ماں کی خدمت کر کے انسان دین و دنیا دونوں میں سرخرو ہو سکتا ہے۔ ماں اپنے بچوں سے بہت پیار کرتی ہے اور اس کا دل آئینے کی طرح صاف و شفاف ہوتا ہے۔ جس میں صرف اور صرف ممتا بھری ہوئی ہے، ماں کے لبوں پر ہر دم اپنی اولاد کے لیے صرف اور صرف کامیابی اور سلامتی کی دعائیں ہوتی ہیں۔ ماں کی ڈانٹ میں بھی پیار پوشیدہ ہوتا ہے۔ ماں کے وجود سے گھر کا نظام قائم و دائم رہتا ہے۔ ماں اپنے بچوں کے سکون و چین کے لیے اپنی ذات کی نفی تک کر دیتی ہے۔ وہ بھول جاتی ہے کہ وہ کیا چاہتی ہے، ماں کی ہر خوشی اپنی اولاد کی ہر خوشی پر منحصر ہوتا ہے۔ بچے کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے، ماں اپنے بچوں کے لیے سراپا محبت اور رحمت ہوتی ہے۔ ماں کے وجود سے گھر کی رونق آباد رہتی ہے، ماں تو ماں ہوتی ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔

خوشبو

ہوا کے رخ چلتے انسان بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں ان کی اپنی کوئی منزل نہیں ہوتی، جس رخ چلا چلی اسی رخ کے ہو گئے، چلتی ہوا اپنے ساتھ ہر شے کو کھینچتی ہوئی لے جانا چاہتی ہے مگر جس انسان کے اپنے قدم مضبوط ہوں وہ اپنی منزل تک کا سفر خود طے کرتا ہے، ہوا کے سنگ نہیں چل پڑتا۔

دانیہ آفرین۔ کراچی

ایک خوبصورت بات

کہتے ہیں جب زندگی خوشیاں دیتی ہے تو دامن چھوٹا پڑ جاتا ہے اور جب غم دیتی ہے تو آنسو کم پڑ جاتے ہیں، مگر زندگی پھر بھی آگے بڑھتی ہے۔

عائشہ آفریدی کراچی

دعا

اگر اللہ تعالیٰ دعائیں پوری کر رہا ہے تو وہ تمہارا یقین بڑھا رہا ہے، اگر دعائیں پوری کرنے میں تاخیر کر رہا ہے تو تمہارا صبر بڑھا رہا ہے۔ اور اگر تمہاری دعاؤں کا جواب نہیں دے رہا ہے تو وہ تمہیں آزما رہا ہے۔

فن اور زندگی

فن کا شیع فن کی [illegible] اور فن مل جاتے ہیں تو انسان تاج محل تعمیر کرتا ہے، اہرام بناتا ہے، الحمرا کے طلسماتی محلات کی بنیاد ڈالتا ہے، کالی داس "شکنتلا" ملٹن "گم شدہ جنت" اور اقبال "جاوید نامہ" لکھتے ہیں لیکن جب فن سے روشنی بچھڑ جاتی ہے تو شکنتلا گم شدہ جنت گم شدہ ہو جاتی ہے، جاوید نامہ ردی میں بکنے لگتا ہے پھر حسن، مذہب سب مر جاتا ہے، بھوک سب کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔

افشاں علی۔ کراچی

اقوال دانش

☆ سطح پر چلنے والے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ بعض مقامات ڈوبنے کے لیے ہوتے ہیں۔
(مختار مسعود "سفر نصیب" سے ماخوذ)

☆ کیمسل علم کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان چیزوں سے محبت کرنا سیکھیں جن سے ہمیں محبت کرنی چاہیے اور ان چیزوں سے نفرت کرنا سیکھیں جن سے نفرت کرنی چاہیے۔

عشرت آصف۔ کراچی

روشن اقوال

☆ دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی عزت اعمال سے۔

☆ کتابیں جوانی میں رہنما، بڑھاپے میں تفریح اور تنہائی کی رفیق ثابت ہوتی ہیں۔

☆ اپنے اخلاق و کردار سے دوسروں کو اتنا متاثر کرو کہ وہ تمہارے نقش قدم پر چلنا باعث فخر سمجھیں۔

☆ ظالم مظلوم کی دنیا اور اپنی آخرت بگاڑتا ہے۔

☆ جس کے پاس ہمت نہیں اس کے پاس کامیابی نہیں۔

☆ عقل مند اور مخلص دوست زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔

☆ وہ لوگ کسی کے نہیں ہو سکتے جو دوست اور رشتے کو لباس کی طرح بدلتے ہیں۔

روشنی فیصل۔۔۔ کراچی

آسائش

سقراط سے کسی نے پوچھا کہ "تجھے کبھی غمگین اور رنجیدہ نہیں دیکھا؟" اس نے جواب دیا "میں اپنے پاس کوئی چیز نہیں رکھتا، جس کے تلف ہونے کا مجھے غم ہو۔"

فرزانہ شوکت۔۔۔ کراچی

بچپن کی یادیں

[illegible]
نہ روزگار کی سوچ نہ زندگی کے پنگے
نہ کل کی فکر نہ مستقبل کے سپنے
لیکن۔۔۔!
اب کل کی ہے فکر اور لاشعور سے ہیں سپنے
مڑ کے دیکھو تو بہت دور ہیں اپنے
منزلوں کو ڈھونڈتے ہوئے کہاں کھو گئے ہم؟
کیوں اتنی جلدی بڑے ہو گئے ہم؟

امیندر ڈف جہلم

☆ ☆ ☆

ذرا ٹھہریے کہنا

ماہِ رمضان

اے رمضان کیا خوب تیری شان
اے رمضان اے رمضان اے رمضان
تیری شان لاجواب
تیرے ساتھ تقویٰ ہر لمحہ نیکی
کیا خوب ذرہ بہ ذرہ نیکی
تبدیلی فکر کروں اسی رمضان سے
کیا خوب تیری شان تیری آن اے رمضان
دل جھکا کے "ماہ" میں اسی
فکر کریں ہم تقویٰ زندگی کی
کریں راضی رب کو اپنے
تبدیلی کیونکر نہ کروں اسی رمضان سے
کیا خوب تیری شان تیری آن اے رمضان
آتا ہے پھر چلا جاتا ہے کیوں
بدلتا نہیں خود کو پھر بھی کوئی کیوں
گر نہ کروں میں فکر مناسب تو نہ ہوگا یوں
کیا خوب تیری شان تیری آن اے رمضان
جان جاؤ جو راز مغفرت
تو منالوں رب کو اپنے
کروں پھر نہ لمحہ بھی ضائع اس ماہ کا
کہ رحمتوں برکتوں مغفرتوں سے ہے بھرپور
کیا خوب تیری شان تیری آن اے رمضان
اے رمضان اے رمضان!

زارا صدف قمر

نظم

کچھ ہونٹوں سے
کچھ آنکھوں سے
کچھ لمس سے تحریر کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
ان لمحوں کو ان چاہتوں کو
ان وعدوں کو زنجیر کریں
تم آؤ تو ہم بھی عید کریں
ہاتھوں پہ مہندی بھی رچائی ہو
کلائی میں چوڑیاں بھی کھنکھنائی ہوں
وصل سے یہ آنکھ بھی شرمائی ہو
شدت قرب کا یہ دل بھی تمنائی ہو
پھر پیار کی تجدید کریں
یہ گلشن اپنا آباد کریں
[illegible] کو زنجیر کریں
[illegible] عید کریں
[illegible]

افشاں علی

ساتھی تیرے نام

عید بھی آدھی شب برات بھی آدھی
بن ساجن کے برسات بھی آدھی
جی بھر کے دیا ہے مجھے غم مگر افسوس
ملی دکھوں کی اس سے سوغات بھی آدھی
وقت جدائی افسردہ چہرہ جھکی نگاہیں
لرزتے ہونٹوں پہ کچی بات بھی آدھی
عجیب کھیل پیار کی بازی ہم نے
جیت بھی آدھی مات بھی آدھی
یہ سب عالم ہے محبوب کی خاطر

Digest.pk

ورنہ ہوتی تیری ذات بھی آدھی

فرزانہ شوکت

غزل

دیکھا ہے بہت پر جی نہیں بھرتا تصویر سے
مجھے انتظار ہے تیرا بڑی دیر سے
جلد آئے قرار کر تو آئے
کوئی خوشی بڑھ کر نہیں تیری دید سے
میں عجب ہوں اور میرے مسئلے ہیں عجب
آتی ہے ہر بات سمجھ بڑی دیر سے
تقدیر و مقدر ہیں اپنے دوست
بڑا نہیں میرا واسطہ اب تک نصیب سے
ہاتھوں کی لکیروں سے اس طور بدل گئی ہوں میں
کہ خوف آتا ہے اب آئینہ سے

نور الصبا

میرے ہونٹ سلا دیجیے

پیار بن زندگی تشنہ
میں پیار میں گم
پیار میں -
پیار میں عبادت
عبادت میں —
عبادت میں خدا
خدا سے
خدا سے دعا
دعا میں —
دعا میں صرف تم میری جان

ریما نور

غزل

یہ کس جرم کی اب سزا دی گئی
کہ شاخ نشیمن جلا دی گئی
جہاں کے کہیں حد سے آگے بڑھے
وہ بستی ہی اک دن مٹا دی گئی
جو تصویر آنکھوں میں رکھنے کی تھی
وہ بازار میں کیوں سجا دی گئی
مجھے ذوق شعر و سخن دے دیا
مری عمر کتنی بڑھا دی گئی
مسیحائی کا جس نے دعویٰ کیا
تو زخموں کی اس کو قبا دی گئی
چھپائے سے افسردگی کب چھپی
خوشی یوں تو رخ پر سجا دی گئی
ازل سے جو وجہ تعلق رہی
وہی بات امتیاز بھلا دی گئی

ایس۔ امتیاز احمد

انجام محبت

جب پھول کھلے ہوں آنگن میں
جب رُت البیلی آئی ہو
خوشبو کے منڈلیے آتے ہوں
جب باد صبا اٹھلائی ہو
جب تتلیاں ہو محو رقص
جب رنگ و نور کی بارش ہو
جب موسم گل ہو جوبن پر
جب پھولوں پر پیار کی شبنم
جب کرنیں ہوں سورج کی
اس دلبر کی آنکھوں میں آ کر
بے چین دل کی آنکھوں کو
رنگین سہانے سپنوں کی
تاثیر سے جب مخمور کریں
چاہت کے لیے مجبور کریں
اس دل کے کورے کاغذ پر
اشکوں کی سیاہی سے جاناں
انجام محبت لکھ دینا

حکیم خان حکیم

غزل

اتنا بھی منزلوں سے دور نہ تھا
تھک گیا تھا مگر میں چور نہ تھا
جام میں ساقی کے وہ بات نہ تھی
پی گیا میں مگر سرور نہ تھا
اس میں تھا فخر خود نمائی کا
وہ کسی شکل میں غرور نہ تھا
میں بھی دنیا حسیں سمجھتا تھا
جب وہر کا مجھے شعور نہ تھا
اک تجلی نے بھرا تھا جذبہ
وہ تھا جلوہ مگر وہ طور نہ تھا
جان اس کی بچائی تھی میں نے
لیکن اس میں فتور نہ تھا
نہ ہی میں آسمان کا ہوں
اور وہ بھی تو کوئی حور نہ تھا

سید ساجد

غزل

بہت کچھ سیکھ لیتا حسن کے گزرے خوابوں سے
اگر چہ بچ نکلتا وہم کی کچی شرابوں سے
میں جیتے موسموں کی ساعتوں کو قید کر لیتا
اگر میں باخبر ہوتا محبت کے عذابوں سے
یقیناً دوڑ کر آتا مجھے بانہوں میں بھر لیتا
اگر وہ مطمئن ہوتا میرے سچے جوابوں سے
یہ مجھ کو توڑ دیتے ہیں کبھی خود ٹوٹ جاتے ہیں
جو رشتہ آپ سے تھا کل وہی رشتہ ہے خوابوں سے
یقیناً ڈھونڈ پاؤ گے اگر تم ڈھونڈنے نکلو
میرے قصے کتابوں سے میری خوشبو گلابوں سے

سید بشارت شاہ

نظم

محبت کی داستان میں
کیا سناؤں تم کو
جب بھی کبھی اداس ہوئے
تم کو یاد کیا
تمہارا انتظار کیا
تم ہی کو پیار کیا
تمہارا ہی اعتبار کیا

افسانہ آفتاب کاوش

آنکھیں بولتی ہیں

بے رنگ آنکھیں بولتی ہیں
آنکھوں میں ٹھہرے موتی بولتے ہیں
نینوں کے ٹوٹے مان بولتے ہیں
کرچی امیدوں کے کانچ بولتے ہیں
بچھڑے یار کی یادیں بولتی ہیں
بکھرے ارمان بولتے ہیں
اجڑے سارے خواب بولتے ہیں
یہ آنکھیں حادثۂ عشق سے گزری ہیں

دانیہ آفرین

غزل

نفرت سی ہوگئی ہے جسے میرے نام سے
[illegible] سے ہم وفا کا تقاضا نہیں کرتے
[illegible] سے تھا زندگی میں اپنا
مشکلوں میں [illegible] بدلا نہیں کرتے
توڑ [illegible] کے [illegible] یار کے
چھوڑ کے یوں بھی [illegible] کا [illegible] نہیں کرتے
گزرے دنوں کی یاد [illegible] آنسو بہائے تھے
اجڑی راہوں میں یوں پھول کھلایا نہیں کرتے
رونق تھی جن سے کبھی زمانے میں جاوید
اپنے دل سے یوں پھر کسی کو بھلایا نہیں کرتے

محمد اسلم جاوید

دھروٹ

ایک پرانے بکسے میں
بوسیدہ کپڑوں کے نیچے
کاغذ کے پرزوں کے پیچھے

تعویذوں ٹوٹوں کے بھیتر
دھات کے میلے ڈبے میں
مڑے ہوئے فوٹو کے اندر
سرخ سنہرے گوٹے کی
رنگین ستاروں والی جو
ریشم کی ساڑھی ہوتی ہے
ایک ابھاگن بڑھیا کو
وہ جان سے پیاری ہوتی ہے

نینا عادل

غزل

مری آہ کا آشنا ہوگیا
کہ اب فکرہ بوں کم ہوگیا
بہاروں کا زیور چمن لٹ گیا
کہ ہر اک شجر بے ثمر ہوگیا
میں کرتا تمنا تری ہی مگر
شبِ غم میں خونِ جگر ہوگیا
اسے موت کہتے ہیں سب پر نہیں
میں تیری نظر کی نذر ہوگیا
جنازے میں قاتل بھی ہوگا مرے
میں اب موت سے بے خطر ہوگیا
ترا گھورنا راس آیا مجھے ...!
عنایت کرم کی نظر ہوگیا
ترا تیر مژگاں جگر پر لگا
یہ قاتل بھی سینہ سپر ہوگیا

عمران قاتل

محبت کا گیت

یہ چاہت کی لہر ہے
یا کہ محبت کی فضا ہے
جو بھی تم کہہ لو جاناں
مگر یہ بڑی دلکش سی ادا ہے
جو مسکراہٹ رخِ یار پہ چھائی ہے
کچھ سمجھ نہیں ہے مجھ کو
محبت ہے یار یا دلگی
یہ چاہت ہے یا فرزانگی
اسی کی چاہ میں دل کی
مسند ہم نے سجائی ہے
دلبری ہو یا دل ربائی ہو
یار دلبر کی کوئی بھی ادا ہو
اسی کی چاہت میں
شاعری سر محفل سنائی ہے

مریم ماہ منیر

نظم

عید مبارک
شگفتہ شاداب
بے حد آداب
پھولوں کی مہک
آبشاروں کا ترنم
شباب کا امنگ کلیوں کا تبسم
فضاؤں میں رچی خوشبوؤں جیسی
خوش کن عزم انگیز شگوفوں
[illegible]
[illegible]
ریشمی پروں جیسی
حسین یادوں کے جل تھل موسم جیسی
پرکشش عید آئی ہے
اس دھنک رنگ موقع پر
رضوان جی آپ کو میری طرف سے
عید مبارک ہو

ریما نور رضوان

☆ ---- ☆ ☆

Digest.pk

صالحہ محمود

سندیسے

افشاں علی ..... کراچی

پیاری سی صالحہ اپیا اور اچھی سی نورین ملک دوبئی تمام رائٹرز و قارئین کو پرخلوص دعاؤں، چاہتوں کے عرق میں ڈوبا، تمام پڑھنے والوں اور سننے والی بصارتوں کو افشاں علی کا سلام محبت قبول ہو۔

امید ہے آپ سب ہی خیر و عافیت سے ہوں گے اور سردی کا موسم ہوا سے لڑتے ہوئے ٹھٹھر رہے ہوں گے (ہائیں... ایسے مست موسم کی بارش کی گرمیوں نے تو واقعی حال سے بے حال کر دیا ہے ایسے میں موسم سرما کو ہی یاد کیا جا سکتا ہے جو دل کو خوش کرنے والا ہے وہ تو واپڈا والوں کی جاگیر ہے، جس کا گھروں میں ہونا ہی جرم ہی ہو جیسے ہاہاہا!) جون کے شمارے میں مصروفیت کے باعث میں اپنا سندیسہ نہ بھیج پائی امید ہے آپ سب نے مجھے اور میری غیر موجودگی کو محسوس اور مس کیا ہوگا (دل کو بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے) جون کے ہلکے پھلکے سرورق پر نظر پڑی تو پسندیدگی کی سند دیتے ہوئے آگے بڑھی، گوشہ آگہی پڑھا، ملک کے حالات حاضرہ پر تبصرہ جھنجھوڑنے کے لیے کافی تھا۔ ردائے جنت میں صدقے کے بارے میں بہت اچھی معلومات ملیں وہیں روحان دانش نے نینا عادل سے ہماری ملاقات کروائی۔ امبر الکفن شاکل خوبصورت سا نام، خوبصورت سا ناول، کیا خوب لکھا آپ نے، زبردست جی اُولہن بنے بغیر کیسے پتہ چلے گا کہ "زندگی پیار کا گیت ہے"۔ "زندگی ایک حقیقت ہے" واقعی اور جیسے اس زندگی میں "میں ہوں اک سفر اور تُو منزل ہے" وہیں یہ بھی ملے ہے کہ "گر ملنا نصیب ہے تو بچھڑنا بھی نصیب ہے"۔ بس جناب اپ سب نصیبوں کے ہی کھیل ہیں کون جانے کس کی "غلطی یا مقدر" ہے "مائی اللہ والی" کی مثال آپ کے سامنے ہی ہے زندگی کیا ہے واقعی ایک "پانی کا بلبلہ" ہی تو ہے خیر ہمیں بھی جلد "اعتبار آ ہی جائے گا"۔ "گر ملنا نصیب ہے تو بچھڑنا بھی نصیب ہے" ایک اچھا ناولٹ تھا۔ وہیں "دلہن" اور "مائی اللہ والی" تلخ حقیقت پر مبنی اردگرد کے معاشرے پر مبنی خوبصورت پیرائے میں لکھے اچھے افسانے تھے باقی سلسلے وار ناول چاہے وہ پیاری سی خوشبو سے قہر وش شبنم کا ہو یا، کھلتی قبا سعدیہ عابد یا عشق میں بیتی نائلہ طارق یا پھر شازیہ جی کے ناول۔ آل تو آل سب اپنی اپنی جگہ زبردست جا رہے ہیں۔ صالحہ اپیا! آپ کی تحریر پھر سے ردا کی زینت کب بنے گی ہمیں بے صبری سے انتظار ہے، بے شک ردا اپنے قارئین کے لیے بہترین جواہرات لیے ہوئے ہے پر اس کا اصل خزانہ تو آپ ہی ہیں۔ منفرد سلسلے سب ہی اچھے لگے، وہیں صباء سلطانہ اپیا کی کاوش کو سراہنے کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے بھی آپ کی دوستی قبول ہے خلوص بھرے ہاتھ جو میری طرف بڑھے انھیں محبت و چاہت سے تھامنے میں مجھے کوئی مضائقہ نہیں۔ ایس امتیاز صاحب ہر بار منفرد ہی نظر آتے ہیں، ساتھ ہی سحر مبین نے ماہ جون کے نام جو تحریر لکھی پڑھ کر مزہ آ گیا۔ انوشہ سرور، زویا مبشر اور رابعہ نور سے بھی ملاقات اچھی رہی۔ چکن اور سنگھار میں موسم گرما کو موجود پایا۔ اب اگر ٹوٹل بات کی جائے تو کل ملا کر بات اتنی سی ہے کہ تپتی ہوئی جون میں ردا کے جون کے شمارے نے واقعی

سرور دیا۔ رمضان المبارک جیسے بابرکت مہینے کا آغاز ہے خدا سے دعا ہے ہم سب پر رحمتوں، برکتوں و مغفرتوں کے بادل سایہ فگن رہیں۔ جانے سے پہلے ایک اہم بات تو لکھنا بھول گئی ڈیئر ریما نور رضوان! خدا آپ کی والدہ محترمہ کو جلد از جلد صحت کاملہ سے نوازے (آمین!) اور سب بیماروں کو اس بابرکت مہینے کے طفیل شفاء عطا فرمائے۔ اپنی دعاؤں میں اور سندیسوں میں افشاں علی کو ضرور یاد رکھیے گا شکریہ دوستوں!

یاسمین آفریدی ..... کراچی

پیاری آپی کو اینڈ نورین کو میری طرف سے شیریں بھرا سلام قبول ہو۔ کیسی ہیں آپی؟ امید ہے کہ ہمارے پیارے سے رداڈائجسٹ میں مصروف ہوں گی، میری دعا ہے رداڈائجسٹ چوگنی ترقی کرے۔ آپی! آپ کا سب سے پہلے شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ آپ نے میرے خط کو قیمتی جان کر رداڈائجسٹ میں جگہ دی، مجھے بالکل بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ مجھے بھی کوئی اس خلوص سے ویلکم کرے گا۔ آپ کی تعریفیں بھی کرتا ہے وہ اپنی جگہ ٹھیک کرتا ہے نورین آپی! میری تعریفوں میں صالحہ آپی کے ساتھ آپ بھی شامل ہیں، آپ میری طرح دل چھوٹا نہ کریں، دیکھا مسکرا گئیں۔ سلسلہ وار ناولیں سب ہی بہت اچھے سے چل رہے ہیں، سعدیہ عابد! یہ سب اچانک آپ نے کیا سے کیا کر دیا ہے یقین نہیں آرہا ہے کہ مائدہ پر اس طرح سے ظلم کا پہاڑ ٹوٹے گا اور دوسری طرف ہمارے پیارے سے ہیرو راحم جی کے دماغ کو کیا ہو گیا ہے، اسجد کا تو سمجھ میں آرہا ہے مگر...؟ خیر اس میں بھی کوئی راز چھپا ہو گا، اگر راحم اس وقت میرے سامنے ہوتا تو خوب ڈانٹ پلاتی تاکہ اس کو عقل آجائے، بڑا مزہ آیا کہ جب راحم کے والد نے اس کے چہرے پر اپنے انگلیوں کے نشان چھوڑے، میرے تو دل کو سکون ملا۔ قمر رش شیک! (قسم چھا گئے) تھوڑا اور چھا جاؤ۔ وہ اس لیے کہ سوی کو تو منظر عام پر لائیں اس کے غائب ہونے کے پیچھے کیا راز تھا۔ افسانوں میں مہک گل اور افشاں علی ہمون شار کے افسانے سبق آموز تھے اسی طرح افسانوں میں اگر نصیحت چھپی ہو تو انسان بہت کچھ سیکھتا ہے، میری کزن کی ریکوئسٹ ہے آپ ایف ایم 103 کے آر جے حسنی ڈیڈ آفریدی کا انٹرویو تصویر سمیت شائع کریں، غزلیں اور اشعار سب لاجواب تھے مگر ریما نور چمن کی غزل مجھے بہت پسند آئی، آپی! رداڈائجسٹ میں نئے لوگوں کی آمد کو دیکھ کر بڑا اچھا لگ رہا ہے، اب اجازت چاہتی ہوں سب پڑھنے اور خاص کر لکھنے والوں کو میری طرف سے سلام قبول ہو۔

مصباح مسکان رؤف ..... حیدرآباد

رداڈائجسٹ کے تمام قارئین اور پیاری صالحہ آپی کو مصباح مسکان رؤف کی طرف سے پیار بھرا سلام علیکم! مجھے مئی 2014ء کا رداڈائجسٹ تو میرے خواب کی تعبیر بن کر ملا، وہ دن میری زندگی کا یادگار ترین دن تھا جب پوسٹ مین میرے نام کی بک پوسٹ لایا۔ میں اس وقت باتھ روم میں تھی جب باہر سے میری بہن نے بھائی کی آواز آئی۔ میں نے سوچا کہ شاید میری فرینڈ کا رول نمبر سلپ آگئی ہے اسی لیے یہ دونوں خوش ہو رہے ہیں کیونکہ ان دنوں ان دونوں کے امتحان ہو رہے تھے اور میں لیٹ تھی، مگر جلد ہی انھوں نے مجھے اطلاع دی کہ رداڈائجسٹ آیا ہے میں جلدی جلدی باہر آئی، امی رسالہ لے کر میرا نارلٹ پڑھ رہی تھیں، مجھے دیکھتے ہی انھوں نے مسکراتے ہوئے مجھے پیار کیا اور رداڈائجسٹ میری طرف بڑھایا۔ فہرست میں مصنفین کے درمیان اپنا نام دیکھ کر دلی خوشی ہوئی، ایک لمحے کو تو یقین نہیں آیا کہ واقعی یہ سچ ہے یا میرا خیال ہے۔ کل تک تو میں سوچتی تھی کہ کیا کبھی اس صفحے پر میرا نام بھی آسکے گا یا یہ خواہش دل میں ہی رہ جائے گی مگر میں ممنون و مشکور ہوں رداڈائجسٹ کی جس نے میری اس خواہش کو حقیقت کا روپ دیا، اس کے ساتھ

میں شکر گزار ہوں صالحہ آپی کی، جن کے حوصلہ افزا اور شفیق انداز نے میری ہمت بڑھائی۔ رسالے کے اندر دوسرے نمبر پر ہی میرا ناولٹ "رحمت یا زحمت" میرے نام کے ساتھ مجھے اندر تک سرشار کر گیا، دل کی کیفیت کے بیان کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں، سب نے مبارکباد دی تو یقین آیا کہ واقعی یہ سب حقیقت ہے۔ امینہ نے میری غزل "بیٹیاں" نکال کے میرے سامنے کی کہ یہ بھی دیکھو، اس وقت تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی پھر میں نے رسالہ تمام کے دوبارہ سے دیکھا۔ "ذرا پھر سے کہنا" میں میری غزل تھی، میں نے جوں ہی صفحے پلٹے تو "دعا" میں اپنا شعر شامل پایا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ میری غزل اور میرے شعر کو بھی آپ نے ردا میں جگہ دی، ایسی صاف ظر پڑتے ہی دل مزید خوش ہو گیا، ردا کی ویڈیو میں بھی میری غزل شامل تھی، بیچ ردا ڈائجسٹ نے میرے خواب کو تعبیر دے کر مجھے اپنا مشکور کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ردا ڈائجسٹ کو مزید عزت، شہرت اور ترقی عطا فرمائے آمین۔ نئے لکھنے والوں کو جس طرح حوصلہ دیتے ہیں اس سے بہت سی بہنوں کے خواب تعبیر کی شکل میں آ گئیں گے۔ خط تاخیر سے لکھنے کی وجہ رسالے کا تاخیر سے ملنا ہے، انشاء اللہ آئندہ جلد از جلد سنڈے میں شامل ہوں گی، اللہ تعالیٰ نے چاہا اور زندگی رہی تو انشاء اللہ آئندہ ضرور ملاقات ہوگی۔ تب تک کے لیے اجازت اور ایک بار پھر بہت بہت شکریہ ردا ڈائجسٹ! اللہ حافظ!

افسانہ آفتاب..... کراچی

السلام علیکم! پیاری آپی! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی رحمت کی نظر قائم و دائم رکھیں، سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ آپ نے "حقیقتوں کا پتہ چلا" کو جنوری کے شمارے میں اور "سنگ ہوں تیرے" کو مارچ میں جگہ دی، اللہ آپ کو اس کا اجر ضرور دے گا، مجھے ردا کا سرورق بے حد اچھا لگتا ہے، ہر بار گوشۂ آگہی سے مستفید ضرور ہوتی ہوں، آپ کی باتوں میں واقعی بے حد گہرائی ہوتی ہے، آپ پڑھنے والوں کو لفظوں کے سمندر میں ڈوب جانے پر مجبور کر دیتی ہیں، آپ کا انداز تحریر بے حد متاثر کرتا ہے۔ تمام اسٹوریز پڑھ کر دل خوش ہو جاتا ہے، تمام مستقل سلسلے بھی لاجواب ہیں، میں اپنی دوست افشاں علی کا ایک بار پھر سے شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جن کو میری کاوش پسند آتی ہے اور ان کا ظرف بڑا ہے جو سراہتی بھی ہیں، میری بھی نیک دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، صبا عبدالغنی! آپ کا بے حد شکریہ جو آپ نے مجھ ناچیز کی سالگرہ کو یاد رکھا بلکہ مجھے ردا میں وش کر کے میرا دل خوش کر دیا، آپ بھی خوش رہیں، اللہ کا شکر ہے کہ میں ردا فیملی کا حصہ ہوں، مصروفیت کے باعث ہر ماہ شرکت نہیں کر سکتی مگر ردا سے دور بھی نہیں رہ سکتی، آخر میں اپنی چند نظمیں ردا کے لیے حاضر خدمت ہیں اس امید کے ساتھ کہ شاعری کو ردا میں جگہ ضرور ملے گی، آپی! آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں، دعاؤں کی طلبگار!

مشک گل..... لانڈھی

وعلیکم السلام! آپی اینڈ پورا اسٹاف! امید ہے کہ آپ [illegible] ہوں گے، صالحہ آپی! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے میری محنت کو ضائع ہونے نہیں دیا، ردا میں آپ کا جواب پڑھ کر بہت سکون ملا، اب مجھے صحیح معنوں میں یقین ہو چلا ہے کہ ردا ہمارا ڈائجسٹ ہے جس میں ہم شامل ہو کر معاشرے کی برائیوں کو روکنے کی کوشش کر سکتے ہیں کیا پتہ کسی کی تحریر کسی کے دل پر اچھا اثر چھوڑے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے معاشرے کی برائیوں کو اچھائیوں میں بدل دے اور باقی رائٹرز کا لکھنے کا انداز بالکل ہی معاشرے میں ہونے والے واقعات پر مبنی ہے گوشۂ آگہی میں آپ کی باتیں واقعی میں دل کو چھونے کی حد تک تھیں اگر ہر شخص ایسی سوچ رکھے تو معاشرے کی برائیاں ختم ہو جائیں، آپ کی سوچ کو سلیوٹ کرتی ہوں۔ اب

کہانیوں کی طرف قدم بڑھاتی ہوں، سلسلہ وار ناول سب اچھی محنت کے ساتھ آگے کی طرف گامزن ہیں اسحد اور راحم کی حرکت پر تو میرے دماغ کی رگیں تن گئیں، کہانی کے ہیرو کی طرح۔ کیا کوئی غلط فہمی کی اتنی بڑی سزا بھی دے سکتا ہے مجھے تو مائدہ کی حالت پر بہت افسوس ہوا۔ کیا صبر کا یہ صلہ ملتا ہے، حقیقت میں بھی عورت شوہر کی حرکتیں اپنے صبر سے برداشت کرتی ہے اور پھر صبر کا پیمانہ اس وقت لبریز ہوتا ہے جب بچوں کی ذات سے تکلیفیں ملتی ہیں کیا عورت کی معاشرے میں یہی عزت رہ گئی ہے، اس معاشرے میں یا پھر یہ معاشرہ ان جیسے مردوں کا ہے عورت اگر ماں ہے تو بنیاد ہنکارتا ہے بیوی ہے تو شوہر کے ظلم وستم برداشت کرتی ہے، بہن ہے تو بھائی کے لیے بوجھ بنتی ہے، ساس ہے تو ظالم کہلاتی ہے بہو ہے تو بدچلن اور اگر نند ہے تو گھر کی فسادی کا نام دیا جاتا ہے ہر روپ میں عورت کتنی تکلیف دہ مرحلوں سے گزرتی ہے اس سارے قصے میں مرد کا کوئی رول نہیں ہے اگر شوہر ظلم کرتا ہے تو ہم جیسی ہی عورتیں مل کر عورت کو برا بھلا کہتی ہیں اور ہمارے منہ میں یہی فقرے ہوتے ''چال چلن ٹھیک نہیں ہے، پھوہڑ ہے، زبان دراز ہے، تبھی شوہر اس پر ظلم کے پہاڑ توڑتا ہے'' پلیز خدارا اپنی سوچوں میں تبدیلی لائیں، اپنے وجود کو ہر روپ میں جیتی جاگتی اور مظلوم عورت کا ساتھ دو، بس آخری بات، میرے باقی خطوط کی طرح اس کو بھی ہمارے رداڈائجسٹ کی زینت بنائیے گا سب اسٹاف کو اور پڑھنے لکھنے والوں کو میری طرف سے خلوص بھرا سلام قبول ہو۔ دوبارہ آنے کے لیے اجازت چاہتی ہوں۔

دانیہ آفرین ..... کراچی

صالحہ آپی اور ردا کے تمام قارئین کو السلام علیکم! سب سے پہلے میں آپی آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ آپ نے میرے افسانے ''محبت یا فرض'' اور ''میں پشیماں تیرا'' کو ردا میں جگہ دی، دیگر افسانوں کے شامل ہونے کا انتظار ہے۔ بلاشبہ ردا کی سب سے بڑی خاصیت نئے لکھنے والوں کو موقع دینا اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا ہے۔ آپی! ایک ریکوئسٹ ہے، ایک قسط پر مشتمل مکمل ناول بھی شامل کیا کریں پلیز ردا کے افسانے، ناولٹ اور مستقل سلسلے سب ہی ماشاء اللہ بہت خوب ہوتے ہیں، نیا سلسلہ ''ردا کی شہزادیاں'' مجھے بہت پسند آیا، آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ تعالیٰ ردا کو مزید ترقی و کامیابیاں عطا کرے اور ردا ہمیشہ اسی طرح چمکتا دمکتا رہے (آمین!)

دھنک باز..... کراچی

سویٹ آپی! بہت ہی دعاؤں اور پیار کے ساتھ سندیسے کی خوبصورت محفل میں شامل ہوں اور امید ہے کہ مجھے آپ بھرپور دل کم کریں گی ہاہاہا! آپی! آپ کا گوشہ آگہی واقعی آگہی کے در کھولتا ایک ایسا سلسلہ ہے کہ بس یقین جانیے بہت کچھ جاننے اور سمجھنے کے لیے ہوتا ہے، آپ کے ناولز جس طرح ہماری رہنمائی کرتے ہیں گوشہ آگہی بھی ایک ایسا ہی رگشن سلسلہ ہے انٹرویو کا یہ نیا سلسلہ کافی اچھا جا رہا ہے کہ کم از کم کوئی دیکھتا ہے مگر لکھا کس نے ہے یہ جاننے کا بہت شوق ہوتا ہے سو ویلڈن جی۔ اب بات ہو جائے سلسلے وار ناولز کی تو قرش سے لے کر سعدیہ عابد تک سب نے بہت اچھا لکھا مگر مجھے زیادہ متاثر اس بار افسانوں نے کیا کہ دل کو کوزے میں بند کرنا اور پھر اپنی بات بھی اور دل تک پہنچانا اتنا آسان تو نہیں ہوتا، میری طرف سے تمام رائٹرز ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ مستقل سلسلوں میں ذرا پھر سے کہنا، خوشبو، اس ماہ میں، اشعار اور پیغام مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ وہیں بیوٹی کارنر میں چہرے کی تازگی اور نکھار کے لیے ٹپس بہت اچھی لگیں اور کچن کارنر میں اتنی ساری ڈشز دیکھ کر منہ میں پانی آ گیا۔ آپی! پلیز میرا سندیسہ ضرور شامل کیجیے گا، اللہ حافظ!

☆... ☆ ... ☆

صالحہ محمود

عید کے دن

عید خوشیوں اور محبتوں کا تہوار ہوتا ہے، ہر طرف خوشیاں، مسکراہٹیں، خوبصورت ملبوسات اور قہقہوں کی برسات۔ سو اس بار ردا ایک دلچسپ سوالنامہ لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

☆ آپ چاند رات کیسے مناتی ہیں؟

☆ عید کا پہلا، دوسرا اور تیسرا دن کیسے گزارتی ہیں؟

☆ آپ کی اب تک کی کون سی یادگار عید؟

☆ عید پر آپ سب سے پہلے کسے دیکھنا پسند کرتی ہیں؟

☆ آپ کے گھر کی کوئی ایسی ڈش جو عید پر لازمی بنتی ہو اور وہ آپ سب سے شیئر کرنا چاہیں؟

☆ اس مہنگائی کے پرآشوب دور میں کیا عید کی خوشیاں ہم حاصل کر پاتے ہیں؟

☆ کیا عید کی خوشیوں میں آپ مساکین اور غربا کو یاد رکھتی ہیں؟

☆ آپ اتنے عرصے سے لکھ رہی ہیں کوئی خاص کہانی جو عید کے حوالے سے ردا میں پڑھی ہو تو بتائیے؟

صالحہ محمود ..... کراچی

رمضان اور عید سردے کے حوالے سے کچھ سوالات ہماری میز پر بھی رکھے گئے ہیں۔ رمضان بابرکت مہینہ ہے اس کا اہتمام رمضان سے پہلے ہی کرلیا جاتا ہے۔ یہ آج کی بات نہیں ہے، ہمیشہ سے ہی میں رمضان سے پہلے تمام گھر کی صفائی کروالیتی ہوں، تبدیلی پسند ہوں، لہٰذا نئی چیز ہر عید پر گھر کے حوالے سے ہونا ضروری ہے، پردے، ٹیبل کور، صوفے تقریباً میں ہر عید پر بدل دیتی ہوں اور یہ مت سمجھ لیجیے گا کہ میں فضول خرچ ہوں، پرانی چیزیں مثلاً پردے، کور دھل کر بڑے صندوق میں چلے جاتے ہیں۔ خاص طور پر پودوں کی صفائی میں اپنی نگرانی میں کرواتی ہوں، ساتھ ہی میری شاپنگ بھی جاری رہتی ہے اپنے اور بچوں کے ڈریسز رمضان سے پہلے تیار کروالیتی ہوں، مستحق افراد کے کپڑے وہ پہلی خریداری میں شامل ہوتے ہیں اسی طرح سے آپ پکن کی طرف آجائیں، تمام اشیاء منگوا کر دو مہینے کی اسٹور کرلیتی ہوں اور آخری دنوں میں، مرغی کے پیکٹ، گوشت کباب، سموسے، چٹنیاں سب خود بنا کر فریز کرتی ہوں رمضان میں، میں زیادہ سے زیادہ صرف اور صرف عبادت کرسکوں، سحری پر مجھے بنی بنائی سحری مل جاتی ہے، نماز اور تلاوت کے بعد پھر میں سو جاتی ہوں، دوپہر میں دو، قرآن میں جاتی ہوں، بارہ بجے آکر میں آفس کا کچھ کام دیکھ لیتی ہوں، ویسے زیادہ تر دین ملک ہی دیکھتی ہیں، پھر بھی میری روٹین میں شامل ہے۔ ملازمین کے سلسلے میں، میں خود فیل ہوں لہٰذا دو بجے میں کھانا بنتا ہے، افطار کی تیاری 5 بجے شروع ہوتی ہے، روزہ میں کھجور اور پانی سے کھولنے کے بعد فوراً کھانا کھاتی ہوں، کھانا اور روٹی اس وقت تیار نہ ہو تو پھر سامنے والے کا بھگوان بھلا کرے۔ اس کے بعد میں اپنے پکوڑے اور چاٹ اپنے بیڈروم میں مزے لے لے کر کھاتی ہوں، یہ میری پرانی عادت

ہے۔ بچپن میں بھی اپنی افطاری کی پلیٹ ڈھک کر بیٹھ جاتی تھی کہ پہلے کھانا کھاؤں گی، یہ ہے میرے رمضان کی روٹین۔ بہت سمپل اور آسان، ہر چیز تیار ملتی ہے۔ رمضان میں یوں لگتا ہے کہ ہمارے پاس کوئی کام نہیں صرف عبادت کے سوا، نہ کوئی سوچ، نہ ٹیلر کے چکر، نہ بھاگ دوڑ، میں بہت پرسکون ماحول میں زندگی گزارنے کی عادی ہوں۔ مہذب ماں باپ اور میرے بھائی بہن تھے ہمارے گھر میں تہذیب بڑے چھوٹے کا احترام کبھی ہم نے اپنے باپ کو اماں پر غصہ ہوتے نہیں دیکھا، بھائیوں کو بھی کبھی ایک دوسرے سے اختلاف کرتے نہیں دیکھا۔ لہٰذا گھر میں بچوں کی تربیت بھی ویسی ہی ہے، بچی اور سب بچے روزے رکھتے ہیں عبادت کا خاص اہتمام ہوتا ہے۔

☆ چاند رات کو میں بہت زیادہ کوکنگ کرتی ہوں۔ ساری رات لگی رہتی ہوں خاص طور پر عید، گھر بھی بڑے، بریانی اور گھر کی صفائی وغیرہ میں دن گزر جاتا ہے۔ ماضی کا ایک دلچسپ واقعہ آپ سے شیئر کرتی ہوں۔ ملازم کے ساتھ میں کچن میں ڈھائی تین بجے تک لگی رہی، میرے ہسبینڈ بار بار آ کر کہتے کہ خدا کے واسطے سو جاؤ، تھک جاؤ گی۔ مجھے غصہ آ گیا میں نے کہا پھر آپ ہی صبح سارے محلے کو لے کر گھر میں داخل ہوتے ہیں، ٹھیک ہے میں چھوڑ دیتی ہوں۔ لیکن آپ صبح پھر سب کو لے کر نہیں آئیے گا۔ اور میں کچن سے نکل کر چلی گئی، پھر صبح یہی ہوا کہ میرے ہسبینڈ جب نماز پڑھ کر آئے تو محلے والے سب ساتھ ساتھ آئے اور گیٹ پر کھڑے عید ملتے رہے اور وہ کسی سے بھی یہ نہ کہہ سکے کہ اندر آئیے، کہنے لگے بہت شرمندگی ہو رہی تھی کہ سب دروازے پر کھڑے تھے تم نے ایسا کہہ دیا کہ میں کسی کو اندر نہ لا سکا۔ دو چار دن تک کہتے رہے عباسی صاحب سے میں نظریں نہیں ملا رہا، وہ سلام کرتے ہیں میں نکل جاتا ہوں اور پھر مجھے عباسی فیملی کو ڈنر پر بلانا پڑا۔ میں اس بات کو کبھی فراموش نہ کر سکی۔ ہر ایک کو یاد رہتا ہے کہ ہمارے ہاں حلیم ضرور ہوتا ہے اور صبح حلیم تیار ملتی ہے۔ یہ عادت بھی میں نے اپنی ماں سے سیکھی ہے کہ صبح صبح ہر چیز تیار کر کے ٹیبل پر لائی جائے۔ یاد رکھیے سلیقہ مندی بھی ہے وقت سے پہلے کام کر لیا جائے صبح آپ نے کیا پکانا ہے یہ یاد رکھیں، ہر کام کا وقت مقرر کریں ورنہ دن مصروف گزرتا ہے۔ عید کے تینوں دن لوگ ملتے رہتے ہیں ملنے ملانے کا کوئی شیڈول نہیں، آج کل سیل کی وجہ سے آسانیاں ہو گئی ہیں ویسے پہلے دن میرے گھر میں مہمان نوازی کا زیادہ سلسلہ رہتا ہے اور یہ ہزبونگ کہہ لیں یا کشش حلیم کی بدولت ہوتی ہے ہر ایک کو خبر ہوتی ہے کہ ہمارے گھر میں حلیم ضرور ہوتا ہے۔

☆ ہاں غریبوں اور مساکین کو میں پہلے سے ہی دے دلا دیتی ہوں، گھر میں آنے والے ملازمین کا بھی بونس کا اور اپرا خیال کرتی ہوں۔

☆ کوئی ڈشز جو آپ کس کو دیکھنا چاہتی ہیں تو میں اپنی ماں کو دیکھنا چاہتی ہوں۔

روشی فیصل ..... کراچی

☆ چاند رات وہی روایتی طریقے سے منائی ہوں، عید کے کپڑے استری، مہندی لگانا اور اگلے دن یعنی عید کے دن کے لیے تیاری جو کچھ بھی ممکن ہوتا ہے چاند رات کو ہی کر کے رکھ دیتی ہوں۔

☆ عید کا پہلا دن گھر میں ہی گزارتی ہوں گھر کی صفائی ستھرائی کے بعد اپنے بیٹے مہد کو تیار کر کے خود تیار ہوتی ہوں پھر ہم فیصل کے دادا کے گھر جاتے ہیں، شام کو ابو کے گھر جاتی ہوں، وہاں پر ہم سب بہن بھائی جمع ہوتے ہیں، عید کے دوسرے دن فیصل کے چچا کے گھر جاتے ہیں اور تیسرے دن ٹی وی پر پروگرامز دیکھتے ہیں، مزے مزے کے پکوان

Digest.pk

کھاتے اور پکاتے ہیں خوب انجوائے کرتے ہیں اور پھر میں شام کو بھائی جان کے گھر جاتی ہوں۔

☆ عید پر سب سے پہلے اپنے چاند یعنی مہد کو دیکھنا پسند کرتی ہوں اس کے بعد اپنے ہسبینڈ فیصل کو۔ بچپن میں تو شیر خورما کھاتے ہوئے مجھے اپنے ابو کے گھر کی بہت یاد آتی ہے۔ میرا چار سالہ بھتیجا حسن اب ماشاء اللہ اپنے بابا، دادا اور چچاؤں کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے جاتا ہے اسے بھی دیکھنا چاہتی ہوں جو کہ ممکن نہیں ہو پاتا۔

☆ ویسے تو انسان کی زندگی کا گزرتا ہوا ہر لمحہ ہی یادگار ہوتا ہے خواہ وہ مسرت خوشی میں گزارا گیا ہو یا غم میں۔ عید تو بچپن کی یادگار ہوتی ہے، گھومنا پھرنا، کھانا پینا، سیر کرنا ہو۔ ابھی بھی مجھے اپنی عید یاد ہے، امی عید پر ہم دونوں بہنوں کے کم و بیش ایک جیسے کپڑے خریدا کرتی تھیں۔ عید سے پہلے ہر روز بے صبری سے اپنے خریدے گئے عید کے کپڑے اور شوز دیکھنا اور دیکھ کر لگانا کہ کب جلدی سے عید آجائے اور پھر عید کے دن ہم چار بہن بھائی شیر خورما کھانے کے بعد ابو کے ساتھ گھومنے نکل جاتے تھے۔

☆ عید کے دن لازمی ہمارے سسرال میں اڑت گوشت اور چاول ضرور بنتے ہیں چونکہ میری سسرال کا تعلق انڈیا سے ہے اس لیے یہ خاص وہاں کی ڈش ہے ہمارے ساس، سسر نے وہاں کی روایت کو یہاں بھی برقرار رکھا ہوا ہے۔ یہ میری دوسری عید ہے شادی کے بعد۔ مگر عید ہو یا بقر عید اڑت گوشت اور چاول لازمی ہی بنتا ہے۔

☆ مہنگائی نے بھی خوشیوں پر بھی بہت برا اثر ڈالا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ لوگوں نے میل ملاپ بہت ہی کم کر دیا ہے اب لوگ ملنے ملانے کو ترجیح نہیں دیتے، کال یا ایس ایم ایس پر ایک دوسرے کو مبارک باد دے کر اپنا فرض پورا کر لیتے ہیں مگر اس سے قطع نظر حقیقی خوشی دل سے ہوتی ہے۔ دل خوش ہو، مطمئن ہو تو مہنگائی بھی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ دل خوش ہو تو آس پاس ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں محسوس ہوتی ہیں۔

☆ رداء میں، میں بہت عرصے سے لکھ رہی ہوں، نئی قارئین شاید اتنی واقف نہ ہوں پر کچھ قارئین جانتی ہیں کہ ہم پرانے قاری بھی رہے ہیں رداء کے اور رائٹر تو ہیں ہی۔ رداء کی بہت ساری کہانیاں ہیں جو یاد ہیں پر عید کے حوالے سے مجھے پسند ہیں۔ "تم بن جاناں کیسی عید" رضوانہ ارشاد کی اور مجھے اپنی ایک تحریر "میں، تم اور عید کا چاند" یاد ہیں اس کے علاوہ سیدہ عشرت کی بھی کافی تحریریں ہیں۔

☆ عید کی شاپنگ میں رمضان سے پہلے کر لیتی ہوں کیونکہ مجھے رمضان کے عبادت کے وقت کو ضائع کرنا پسند نہیں۔ لیکن پچھلی بار عید سے دو دن پہلے شاپنگ کرنے کا اتفاق ہوا اور یہ تجربہ میرے لیے بالکل بھی اچھا ثابت نہیں ہوا۔ حالانکہ میں فیصل سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شاپنگ پہلے ہی کر لیں مگر وہ مارکیٹ جانے سے الرجک ہیں ٹالتے رہے۔ اسی آج کل، آج کل کی وجہ سے یہ ہونا ہی ہوا جس کا ڈر تھا، مجھے 28 رمضان کو شاپنگ کے لیے نکلنا پڑا۔ ایک تو رش اوپر سے گرمی کچھ بھی نہیں آرہا تھا کیا لوں کیا نہیں۔ فیصل کے بارے میں کیا بتاؤں! ہماری امی (ساس) کی عادت ہے وہ ہر کام پہلے سے کرنے کی عادی ہیں اس لیے عید کے سوٹ رمضان سے پہلے ہی سلوا کر رکھ دیے ہیں مگر ہمارے دیور صاحب چاند رات پر شاپنگ کرتے ہیں۔

سب قارئین کو میری طرف سے بہت بہت عید مبارک۔ خاص الخاص میری پیاری صالحہ آپی اور ڈیئر نورین ملک! آپ کو بہت بہت عید کی

مبارکباد۔
شازیہ مصطفےٰ عمران.....کراچی
☆ابھی میں نے دن گننا شروع کیے تو پتا چلا صرف دس دن ہیں رمضان شروع ہونے میں شادی کے بعد سے رمضان اور عید سسرال میں گزرتے ہیں، یہاں کے طور طریقوں سے ہی اہتمام کرنا پڑتا ہے، جو ساس کہتی ہیں جنھیں میں امی کہتی ہوں، ان کے کہنے کے مطابق تیاری کی جاتی ہے، مطلب میرے دیور چھ ہیں اور ماشاءاللہ سب ہی میٹھے کے شوقین ہیں اس لیے سحری کے لیے بھی ان کی پسند کے مطابق شیڈول تیار ہوتا ہے، ایک دن سویاں تو دوسرے دن سوجی کا حلوہ اور کبھی کسی بھی تیار کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ پراٹھے تو کبھی سادی روٹی جو کہ سالن کے ساتھ کھائی جاتی ہے، سحری کے لیے بھی سالن الگ بنایا جاتا ہے جو کہ رات میں ہی تیار کیا جاتا ہے کبھی چکن کڑاہی تو کبھی قورمہ وغیرہ۔ افطاری کے لیے بھی رول سموسے ضرور ہوتے ہیں، رات کے کھانے سے زیادہ بھی افطاری پر اہتمام کرلیا جاتا ہے تو کبھی کھانے پر۔ رول سموسے اور پکوڑے تو افطاری کی جان ہوتے ہیں، اگر ایک دن بھی پکوڑے نہیں بنیں تو سب شور مچا دیتے ہیں، چاٹ بھی کبھی چھولوں کی تو ایک دن دہی بڑے بنا لیے جاتے ہیں روز مختلف ہی لوازمات رکھتے ہیں تاکہ دل بھی نہیں بھرے۔ شربت بنانے میں تو میرے ہسبینڈ لگتا ہے بہت ماہر ہیں، ایک ہفتے کا شربت ایک دن میں ہی بنا لیتے ہیں یہ میں کہتی ہوں لیکن یہ سب شربت بھی بہت شوق سے پیتے ہیں میٹھا اتنا ڈالتے ہیں کہ مجھ سے پیا نہیں جاتا اور اوپر سے یخ ٹھنڈا کرلیتے ہیں۔
☆رمضان شروع ہونے سے پہلے ہی گھر کی تزئین و آرائش بھی کی جاتی ہے کیونکہ رمضان میں صرف عبادت اور افطار و سحر کی وجہ سے ٹائم نکالنا مشکل ہوتا ہے پہلے سے ہی پردے وغیرہ دھو کے لٹکا دیے جاتے ہیں صفائی وغیرہ بھی کرلی جاتی ہے کچھ نئی چیزوں کا اضافہ بھی ہو جاتا ہے جو مجھے ہمیشہ سے ہی شوق ہے تاکہ عید قریب آنے پر اتنا کام نہیں کرنا پڑے، عید کے لیے شاپنگ بھی ضروری ہوتی ہے، میں رمضان اور عید کی شاپنگ پہلے ہی کرلیتی ہوں، بس کپڑے وغیرہ سلوانے کا کام باقی ہوتا ہے۔
☆ایمان ابھی سال کی ہے اس کے بھی ماشاء اللہ ڈھیروں کام ہوتے ہیں، پھر اپنے ہسبینڈ کو بھی ٹائم دینا ہوتا ہے وہ کچھ ناراض ہونے لگتے ہیں۔ مجھے رمضان کا مہینہ بہت اچھا لگتا ہے، ہر کام وقت پر اور طریقے سلیقے سے ہو جاتا ہے، رمضان میں عبادت بھی یکسوئی سے ہو جاتی ہے، مجھے شادی سے پہلے کے دن یاد آتے ہیں جب میں اعتکاف میں بھی بیٹھتی تھی۔
☆رمضان کا آخری عشرہ ہونے سے ہی عید کی تیاری شروع ہوتی ہے کیونکہ کچھ ادھورے کام اور پڑی چیزیں ہوتی ہیں وہ کرنے پڑتے ہیں، ڈرائنگ روم کو بدلنا اور اپنے بیڈ روم کو اپنے انداز میں ڈیکوریٹ کرنا ہوتا ہے۔
☆عید کے لیے پکوانے کے لوازمات چند دن پہلے ہی تیار کر کے رکھ لیے جاتے ہیں۔ نمکو وغیرہ اور کولڈ ڈرنکس میں بازار سے منگوا کے رکھ لیتی ہوں، چاند نظر آتے ہی چھولے بھی ابال لیے جاتے ہیں اور شیر خورمہ رات میں ہی وافر مقدار میں تیار کرلیا جاتا ہے۔ گھر والے اور مہمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ رمضان اور عید اس ملک میں امن و سلامتی لے آئیں کیونکہ خوشی کے لیے یہ بھی بہت ضروری ہیں۔
☆عید کے پہلے دن تیار ہو کر آدھا وقت گھر میں

ہی گزرتا ہے کیونکہ ہمارے مجازی خدا کو آرام بھی کرنا ہوتا ہے آرام میں ٹی وی دیکھنا بھی شامل ہوتا ہے، وہ پھر کہیں شام میں باہر لے کے نکلتے ہیں۔

☆عید کے تینوں ہی دن مہمانوں کی آمد ورفت میں گزر جاتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی تمام قارئین اور دوستوں کو جو مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہیں ان کے لیے رمضان اور عید کی ڈھیروں مبارکباد۔

زارا صدف قمر ..... کراچی

☆میں چاند رات چاند دیکھنے کے لیے بے تابی میں گزارتی ہوں، آخر کار چاند نظر آ ہی جاتا ہے تہایت باریک اور بادلوں میں چھپا ہوا، شرماتا ہوا مجھے عید کی مبارکباد دے رہا ہوتا ہے پھر میرے گھر فرینڈز اور فیملی کی آمد ورفت شروع ہو جاتی ہے، نہایت عمدہ پھولوں کے ساتھ سجے چاند رات پر مبارکباد ملتی ہے، میں اپنا عید کا پہلا دن عبادت سے اسٹارٹ کرتی ہوں۔ بس پھر اس کے ساتھ ڈھیر سارا کام گھر کی زینت بنا رہتا ہے، مٹھائیاں گلاب جامن، دودھ دولاری وغیرہ کی آوازوں سے گھر گونج رہا ہوتا ہے۔ تہہ والی مزیدار بریانی فرسٹ ڈے بناتی ہوں، سیکنڈ ڈے کڑھائی، خورمہ اینڈ نہاری تینوں چیزیں اینڈ لاسٹ ڈے کو باہر Celebration کرتے ہیں عید کی خوشی میں۔ارے ارے رُ گئے! میٹھی عید ہے اور میٹھا نہ بناؤں ایسا ہو سکتا ہے کیا؟ آپ بھی ہاں، کیا کیا سوچتے ہیں۔ میں بہت مزیدار کھیر بناتی ہوں، جمی ہوئی لذیز اور شیر خورمہ لازمی بنتا ہے۔ روزے رکھنے اور افطاری کرنے سحری کرنے سے دل کا ایک ایک کونا کھلا کھلا رہتا ہے پورے رمضان اللہ کی رحمتوں میں ڈوبے ہوتے ہیں کتنا خوبصورت وقت لگتا ہے۔

☆بچپن کی تو تقریباً ہر عید ہی یادگار ہے بہن بھائی گلیوں میں تفریح کیا کرتے تھے، ہر عید کی صبح سویرے ہم سب بہن بھائی ایک دوسرے کو عید سے جگا کر خوشخبری دیا کرتے تھے ارے اٹھو! پتا ہے آج عید ہے، چاہے کتنی ہی گہری نیند کیوں نہ ہو، آنکھ یک دم کھل جایا کرتی تھی۔ رات میں نت نئے ملبوسات کی سجاوٹ کے انتظار میں جو سوتے تھے۔

☆ہم سب سسٹرز اینڈ برادرز اپنی امی کو دیکھنا پسند کرتے تھے، چنانچہ اب وہ نہیں ہیں، شدت سے یاد کرتے ہیں کیونکہ 2009 میں آٹھویں روزے کو ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا، اس لیے عید تو خصوصاً ماں کی یاد میں گزرتی ہے اور یہ بھی اچھی بات ہے اولاد ایسی ہی ہونی چاہیے جو ماں کے جانے کے بعد ان کو ان کے احسان کو ہمیشہ یاد رکھے اور ان کے لیے دعائے خیر کرے۔ آپ سب سے بھی التجا ہے میری ماں کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعائے مغفرت کیجیے گا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین!) امی کے علاوہ کی بات کروں تو پھر میں اپنے فرینڈ اور بچوں کی طرف دیکھتی ہوں کیونکہ ان کی ہی دعا ہیں میرے سانس لینے کی وجہ میری سانسیں۔

☆میں یہ بات سب کے ساتھ کہہ سکتی ہوں میرے گھر کی طرح تمام قارئین کے گھر بھی بریانی عید کی خاص سوغات میں شامل ہوتی ہوگی ناں! دیکھا کیسے پتا لگا لیا (ہاہاہا) اب آپ تمام لوگ جب جب عید کی اسپیشل والی بریانی کھائیں، مجھے یاد کیجیے گا۔

☆مہنگائی کے دور میں خوشیاں مکمل تو حاصل نہیں کر پاتے مگر جتنی مل جائیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے کافی ہوتی ہیں اور پھر سستائی اور مہنگائی کی محتاج نہیں، عید کی خوشیاں، روزے رکھنے کے بعد عید کا بہت خاص مزہ ہوتا ہے۔ یہی سچی خوشی ہوتی ہے، لیکن ایک بات ضرور کہنا چاہوں گی میرے اینڈ ردا کے دوستو! جب ہم دوسروں کے

چولہوں کا، تن کا خیال رکھیں کے، اللہ ہماری بھی بے پناہ مدد کرے گا۔ میں بھی غرباء اور مساکین کو یاد رکھتی ہوں۔ ان سے محبت کا جذبہ رکھتی ہوں۔ اور ان کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کے ساتھ پیش آتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کا کرم ہے بس پھر مجھے کسی کا محتاج ہونا نہیں پڑتا (میرے لیے اللہ ہی کافی ہے)

آپ تمام لوگوں کو دلی عید مبارک! پلیز دعاؤں میں مجھے بھی یاد رکھیے گا اللہ نگہبان!

عمارہ شاہ.....کوہاٹ

☆ چاند رات کا نام لیا اور لبوں پر خود بخود مسکان آ گئی، چاند رات کو ڈھنگ سے اور خوب موج مستی کر کے منانے کا اپنا ہی مزہ ہے۔ میں تو چاند رات کو خوب موج مستی کر کے مناتی ہوں اور وہ بھی گھر پر رہ کے۔ کیونکہ باہر اور بازار جانے کا مجھے بالکل بھی شوق نہیں ہے۔ سو ساری کسر گھر میں ہی پوری کر لیتی ہوں۔ عید کے کپڑے پریس کرنا، چھوٹی بہن سے مہندی لگوانا، بھائی کے ساتھ مل کے پرت پراٹھے چھوڑنا (ہاہاہا) بس جی خوب انجوائے کرتی ہوں میں تو۔ عید کا پہلا دن تو لازمی سونے، کھانے اور ٹی وی دیکھنے میں گزارتی ہوں، ہاں دوسرے اور تیسرے دن پھر خوب انجوائمنٹ ہوتی ہے۔ اپنوں کے گھر جانا، ان کا ہمارے گھر آنا، ملنا، ملانا لگا رہتا ہے اور اسی طرح گزر جاتی ہے میری عید۔

☆ میری تو ہر عید ہی یادگار گزرتی ہے، بچپن سے لے کر آج تک، بابا، ماما جانی، بھائی، بہنوں کا ساتھ اور سب سے بڑھ کر شائستہ آپی کا ساتھ۔ سو ان سب کے سنگ میری ہر عید ہی یادگار گزرتی ہے۔ باقی کوئی ایسا یادگار واقعہ نہیں عید کے حوالے سے۔

☆ میرا پسندیدہ سوال چونکہ عید کا نام لیتے ہی چہرے پہ ایک مسکراہٹ اور دل میں ڈھیروں خوشی آ جاتی ہے اور انسان ہمیشہ چاہتا ہے کہ خوشی پہ ہی اس کے سارے پیارے اس کی آنکھوں کے سامنے ہوں تو ظاہری بات ہے عید پہ تو یہ خوشی اور بھی بڑھ جاتی ہے عید کے دن سب سے پہلے اپنے بابا اور ماما جانی دونوں کے چاند سے چہرے کا دیدار کرتی ہوں اس کے بعد ہی میری عید شروع ہوتی ہے۔ بابا اور ماما کے بعد میں اپنی ہر دلعزیز اور بیسٹ فرینڈ شائستہ آپی کو کبھی بھی نہیں بھولتی عید وش کرنا۔ بے شک ان کو عید پہ دیکھ تو نہیں پاتی کیونکہ کافی دور رہتی ہیں، پر موبائل پہ سب سے پہلے میں ان کو ہی عید وش کرتی ہوں کیونکہ میری عید کی خوشیاں ان تینوں کے بغیر ادھوری ہیں۔

☆ ہر سال عید پہ ہمارے گھر سب سے پہلے عید کی جو پہلی ڈش بنتی ہے وہ ہے میری ماما کے ہاتھ کی بنی رنگا رنگ دودھ والی سویاں۔ یہ سویاں ماما اتنے حرے کی بناتی ہیں کہ عید کے تین دن تک کھانے سے بھی میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ یہ رنگا رنگ دودھ والی سویاں تو ہر کسی کو بنانی آتی ہیں، سو میرے بتانے سے میرا کوئی فائدہ نہیں ہونے والا (ہاہاہا)

☆ پاکٹ منی حاصل کرتے ہیں، خوشیوں کا تعلق تو دل سے ہوتا ہے مسکراہٹ سے ہوتا ہے بھلا اس کا تعلق مہنگائی سے کہاں۔ رمضان شریف اور عید، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے تحفہ ہیں اور تحفے تو محبت کی علامت ہوتے ہیں، تو ہمیں ان تحفوں سے ملی ہوئی خوشیوں کو انجوائے کرنا چاہیے نہ کہ اس پہ مہنگائی کی ہوا کو لگنے دیں۔

☆ عید کا نام ہی تو ہے خوشیاں بانٹنا، تو بھلا عید پہ ہم غریبوں کو خوشیاں دینا کیسے بھول سکتے ہیں، بڑی عید ہو یا چھوٹی عید گھر والوں کے ساتھ ساتھ میں خود بھی اپنی پاکٹ منی سے غریبوں کی مدد کرتی

Recipe

ہوں، اپنے حصے کی کوئی بھی چیز غریبوں کے ساتھ شیئر کرکے اور پھر ان کے چہرے پہ آئی ہوئی مسکراہٹ کو دیکھ کے مجھے جو دلی سکون اور خوشی فیل ہوتی ہے میں لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ سارا سال اپنی پاکٹ منی میں سے کچھ نہ کچھ بچا کے رکھتی ہوں اور پھر عید کے دن دروازے پہ آنے والے ہر غریب کو اپنی طرف سے عیدی دیتی ہوں۔

افشاں علی ..... کراچی

روا کی پیاری، دل عزیز قارئین، رائٹرز اور دوستوں کو ٹھنڈی میٹھی ہواؤں کے ہنڈولے میں جھولتا، چاہتوں، خلوص و محبت کی بارش میں پور پور ڈوبا، چندہ آفتاب کی روشنی اور پیار کی چاشنی سے لبالب دعاؤں کے گلدستوں سمیت افشاں علی کا سلام الفت قبول ہو۔ اہل ایمان کے لیے اس فانی زندگی میں ابدی سعادتوں کی بارش برسانے والا رحمتوں اور مغفرتوں سے پرنور مہینہ ایک بار پھر سایہ فگن ہے، اہل ایمان اور تمام پڑھنے والوں کو رمضان کے اس بابرکت اور مقدس مہینے کی ساعتیں مبارک ہوں۔

"آج میں اوپر آسماں نیچے آج میں آگے زمانہ ہے پیچھے" عید سروے کے سوال نامے کو جب اپنے نازک ہاتھوں میں تھاما تو میں کافی دیر حیران پریشان، حق دق اور گم صم سی رہ گئی، کیونکہ یہ پہلا موقع ہے جو اس بندی ناچیز کو دیا گیا اس لیے بنڈل آف کنفیکس صالحہ آپی کا جنھوں نے مجھے اتنا مان اتنی عزت دی۔ سوال نامے کو بار بار پڑھ کر آنکھوں کو خوب سیراب کر چکی تو اب سوچا کیوں ناں قلم کی نوک سے لفظوں کا جادو صفحے پر بکھیر کر آپ سب کی نظر کیا جائے چونکہ قارئین گرام! یہ پہلا تجربہ ہے اس لیے میں یعنی افشاں علی آپ سب کی رائے کی منتظر رہوں گی۔

عید تو نام ہے خوشیوں کا محبتوں کا، چاہتوں سے بھرے جذبات کا۔ مبارک باد کی صداؤں میں ایک پرنور صبح عید، اجلے نئے کپڑوں میں خوشبوؤں میں بسے مرد اور بچے نماز عید کی طرف جاتے۔ مہندی کے دلفریب گہرے رنگ سے سجے ہاتھ، کلائیوں میں کھنکتی خوش رنگ نازک چوڑیاں، رنگین آنچل خوش رنگ ملبوسات اور پکن سے آتی مزے دار کھانوں کی خوشبو سب مل کر کتنے ہی خوبصورت رنگ بکھیر دیتی ہیں۔

بڑے ناز و انداز سے سنورتی ہے
عید دلہن کی طرح لگتی ہے

چاند دیکھے بغیر بھلا عید کی خوشیاں مکمل ہو سکتی ہیں کیا؟ جیسے ہی مغرب کی اذان کا وقت قریب تر ہوتا سحاب مل کر شفق کی چادر اوڑھ لیتے، گول ٹکیا سے زرد سورج کی شعاعیں کسلمندی سے آنکھیں موندے چاند کو نکلنے کا اشارہ کرتی ہیں، باوصبا حسین دوشیزاؤں کے آنچل اور گیسوؤں سے چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے چاند کے استقبال کے لیے آگے بڑھتی ہیں اور گرد سحر طاری کرتا، طلسم بکھیرتا آکاش پر کی اوٹ جگنو کی مانند چمکتا شرمیلی دوشیزہ کی طرح کبھی دیکھنے کی کبھی بادل کی اوٹ سے جھانکتا، چھپتا چاند دیکھنے کی تگ و دو اور جستجو افشاں علی کو بھی چھت پر دوڑ لگانے کے لیے مجبور کر دیتی تھی، میں اور میری الھڑ بہن سیدہ علی چاند رات کو آگے پیچھے دوڑتے ہوئے آکاش پر بکھرے بادلوں کی اوٹ میں چھپے چاند کو دیکھنے کی کوششیں کرتے۔ دیدار چاند کے بعد دونوں ہی ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوشی سے سرشار لہجے میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے اور پھر "چاند نظر آ گیا" کا ورد کرتے نیچے کی طرف دوڑ لگاتے جہاں امی موجود ہوتیں انھیں چاند نظر آنے کی نوید دیتے اور مبارکباد پیش کرکے ان کے ہاتھ چومتے اور پھر ان

کے ساتھ گھر کے دیگر کاموں میں لگ جاتے، امی کچن کے کاموں میں مصروف ہوتیں، ابو اور بھائی نماز پڑھنے اور اعتکاف سے اٹھنے والے خوش نصیبوں سے ملاقات کے لیے مسجد گئے ہوتے، کمروں کی آرائش و زیبائش اور صفائی میں مصروف جبکہ بہن، ابو اور بھائی کے کپڑے پریس کرنے میں مگن ہوتی، سب کام جلدی جلدی نبٹائے جاتے کیونکہ پھر چوڑیاں پہننے، خریدنے بازار بھی جانا ہوتا اور چونکہ چوڑیاں میری کمزوری ہیں اس لیے سب کام یہ کمزوری مجھ سے جلدی کروالی چوڑیاں خرید کر جب واپس آتے تو پہلے میں، پہلے میں کی تکرار کرتے امی سے مہندی کے بیل بوٹے بنواتے کیونکہ امی کو مہندی لگانے کے لیس آتی اور اب ہمیں بھی نہ آتی تھی۔

وہ دن، وہ پل، وہ چاند رات بہت ہی نا قابل فراموش کی یادیں ہیں جو ماضی کی پٹاری میں خوبصورت اوراق سے سجی دلہن بنی محفوظ ہیں۔ کراچی آنے کے بعد یہاں روشنیوں کے شہر میں بلند و بالا عمارتوں کے بیچ چاند کو دیکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، اس لیے یہاں کی چاند رات قدرے مختلف ہوتی ہے چونکہ میں سہ روزہ اعتکاف کرتی ہوں تو جیسے ہی پڑوسی چاند نظر آنے کی نوید سناتے ہیں اور مفتی منیب الرحمن صاحب بھی چاند نظر آنے کی خبر پر مہر لگا دیتے ہیں تبھی میں بھی اپنے اور تمام اہل ایمان کی مغفرت، اپنی عبادتوں کے قبول و مقبول ہونے کی دعا مانگتے ہوئے اعتکاف سے باہر آتی ہوں۔ اعتکاف سے اٹھنے کے بعد مبارکباد وصول کرنا، ایک نور کا ہالہ سا اپنے اردگرد محسوس ہوتا ہے، نانی سے ملنے اور ان کے ہاتھ چومنے، دعاؤں کے ہار لیے پھر گھر کی صفائی میں مصروف ہوجاتی ہوں، گھر کی صفائی، بیڈ شیٹ، پردے اور کراکری سب سیٹ کرنے کے بعد اپنے، نانی کے اور بھائی کے کپڑے پریس کرکے ہنگ کرتی ہوں، ساتھ ساتھ چاند رات اور اعتکاف کی مبارکباد کے میسجز اور کالز بھی ریسیو کرتی ہوں۔ میں چونکہ اب مہندی بھی لگاتی ہوں اس لیے پھر دوست، احباب اور کچھ پڑوسی مجھ سے مہندی لگوانے آتے ہیں، نانی ماں کو بھی ہلکی پھلکی لگاتی ہوں اور پھر سب سے آخر میں اپنے ہاتھوں پر بند ہوتی آنکھوں اور جھومتے سر سے نقش و نگار بناتی ہوں، الغرض یوں 4 سے 5 تو بج ہی جاتے ہیں پھر اپنی بہن کو مس کرتے نجانے کب نیند کی وادی میں غوطہ زن ہوجاتی ہوں۔

☆عید کا دن تو ہمارے لیے نعمت خداوندی ہے، عید کا دن ہو یا شادی کا تہوار، کھنکتی بجتی چوڑیاں، مہندی سے بھری کلائیاں، زرق برق ملبوسات، الغرض جا بجا حسن بکھرا دکھائی دیتا ہے۔ عید بہت اچھی گزرتی ہے پر بہت ہی مصروف تر۔ نانی ماں چونکہ پورے خاندان کی اکلوتی بڑی بزرگ ہیں اس لیے عید کے تہوار پر سب رشتے داران سے ملنے آتے ہیں، عید کی صبح نماز فجر پڑھ کر ایک بار پھر سے گھر کی لوک صاف کرنے میں مگن ہوجاتی ہوں، پھر چائے اور سویاں خمیر کے ساتھ ناشتے کا فرض ادا کرتی ہوں، صبح صبح نانی کے ہاتھ کا بنا شیر خرما بھی 12-11 بجے چکھتی ہوں۔ صفائی اور ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد پھر اپنے بناؤ سنگھار پر توجہ دیتی ہوں، نیا سوٹ، جیولری میں ٹاپس، میک اپ میں کاجل، آئی لائنر اور لپ گلوز لگاتی ہوں جبکہ ساتھ میں دونوں ہاتھوں میں ڈھیروں ڈھیر چوڑیاں۔ لیجیے جناب! ہوگئے ہم ریڈی اور پھر مہمانوں کا ایک نا تھمنے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے کبھی کمرے میں آکر ان سے ملنا ملانا تو کبھی کچن میں جاکر ان کی خاطر تواضع کے انتظامات کرنا، (اف کبھی اکیلی سی جان) اور ساتھ

ساتھ ان سب سے عیدی بٹورنا، پہلا دن یوں ہی مہمانوں میں معروف گزر جاتا ہے، عید کا دوسرا دن دوستوں کے لیے وقف ہے یا تو وہ ستوں کی شاہی سواری افشاں علی کے دربار خاص میں تشریف لاتی ہے یا پھر مابدولت خود مہمان بن کر دوسروں کو بھی میزبان بننے کا شرف بخشتی ہیں۔ (آخر کو ہر کسی کو برابر کا حق ملنا چاہیے بھئی!) دوستوں سے ملاقات تو ویسے بھی جھلستی دھوپ میں رم جھم پھوار کا کام دیتی ہے، دوستوں کے ساتھ خوش گپیاں کرتے ہنستے موج مستی کرتے پھر کہیں آؤٹنگ کا پروگرام جھٹ پٹ تیار کرکے وہاں دھاوا بولتے عید کا یہ دن بھی گزر جاتا ہے رات کو ہی ہمیں احساس ہوتا ہے کہ اب دن تمام ہوچلا اور تیسرا دن ہم م م م م.... فارغ!! ارے بالکل بھی نہیں جناب! جب عید ختم نہیں ہوئی تو پھر کیسی فراغت جو رشتے دار و احباب اپنی ملاقات کا شرف بخشنے سے رہ گئے ہیں وہ تیسرے دن ہمیں میزبانی نبھانے کا بھرپور موقع دیتے ہیں، اور یوں عید کا اختتام ہوتا ہے۔" عید کا دن اور اتنا مختصر..... دن گنے جاتے تھے اس دن کے لیے۔"

☆ اگر بچپن کی عید کا پوچھا جاتا کہ کیسی تھیں؟ تو جی وہ ہی یادگار اور قیمتی عیدیں تھیں، وہ رمضان کے شروع ہونے سے بھی پہلے عید کی فکر، نئے پیراہن کے ساتھ میچنگ کی فکر، دوستوں کو عید کارڈ اور تحائف بھیجنے کی جلدی، دوستوں سے موصول ہونے والے گفٹ کا بے صبری سے انتظار اور زیادہ سے زیادہ عیدی لینے کی جستجو، کندھے پر جھولتے پرس ٹٹولی بنائے، ایک گھر سے دوسرے گھر عیدی بٹورنے جانے کا وہ سفر۔ ہائے اب عید کہاں گزرتی ہے ایسی بے فکر پرلطیف ہنستی کھلکھلاتی رنگین تتلی جیسی لگتا ہے بس ایک رسم ہے ایک فرض ہے جو ادا ہوتا ہے، وہ بچپن کی خوبصورت و نایاب سی عیدیں تو گویا بھربھری ریت بن کر وقت کی آندھی کے ہاتھوں اڑ گئیں، بچپن کی وہ چلبلی سی یادگار عیدیں جو اپنی اکلوتی بہن آسیہ علی کے ساتھ گزاریں اب تک کی وہی یادگار عیدیں ہیں۔ چونکہ ابھی تک ہم کنوارے ہیں ہائے ! اور بیاہ من بھائے نہیں اس لیے وہ یادگار عیدیں ابھی آئی نہیں جب ہماری سج دھج اور سولہ سنگھار سب ان کے لیے ہو، اور وہ چاہتوں کی بارش میں محبتوں کے رنگوں کی قوس وقزح بکھیر دے (ہاہاہا!)

کتاب عشق سے اس مسئلے کا حل تو ڈھونڈو
کیا جائز ہے اپنے پیار سے اتنا دور رہنا

☆ عید کے دن اپنی فیملی کو مس کرتی ہوں، بالکل ویسے ہی جیسے ایک بیٹی اپنے میکے کو، اور میکے میں بیتے پل اور گزری عیدوں کو مس کرتی ہے اسی طرح میں اپنی فیملی کو۔ عید کے دن میں اپنی فیملی کو وہ کھانا پسند کروں گی، خاص کر اپنی سسٹر کو، تہوار، ہر عید، ہر چھوٹے بڑے دن میں ان سب کو بہت مس کرتی ہوں کہ اگر وہ سب یہاں ہوتے تو یقیناً میں عید پر ان سب کو وہ کھانا پسند کرتی، اب وہ جناب تو ابھی ہماری زندگی میں آئے نہیں جنہیں عید پر سب سے پہلے ملنے کی طلب ہو۔

انتظار یار ہے تو عیدوں کا تہوار بھی ہے
بچھڑنے کا غم بھی ہے ملنے کی امید بھی ہے
خوابوں کی اے کاش کہ تعبیر مل جائے مجھے
تمہاری دید بھی ہے اور ہماری عید بھی ہے

☆ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں عیدوں پر ہمارے یہاں (کراچی میں نانی کے گھر اور حیدرآباد میں امی کے گھر) شیر خورمہ اور پوری بنتی ہے وہ بھی نانی کے ہاتھ سے۔ ماننا پڑے گا پہلے زمانے کی خواتین کے ہاتھوں میں Taste کا جادو ہوتا تھا جس کی مثال زبیدہ آپا اور پھر میری نانی ماں کی صورت میرے گھر میں ہے۔

شیر خورمہ سادہ پوری

پوری کے اجزاء:

میدہ 1 پاؤ
زیرہ 1 چائے کا چمچ (پسا ہوا)
نمک: حسب ضرورت
گھی 3 چائے کے چمچ

ترکیب: میدے میں نمک، زیرہ، تھوڑا دودھ اور گھی ڈال کر گوندھ لیں، پھر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا کر چھوٹی روٹی جتنا بیل کر گولڈن براؤن تل لیں۔

شیر خورمہ کے اجزاء:

سویاں 1 پاؤ
دودھ 2 سے ڈھائی کلو
کھویا: آدھا پاؤ
چینی: دو کپ
کشمش: آدھی پیالی
چھوٹی الائچی 6 عدد (ہلکا سا کوٹ لیں)
گھی: آدھی پیالی
بادام پستے 1 پیالی (دونوں کو ابال کر چھلکے اتار لیں)

ترکیب:

دودھ کو ایک بڑی دیگچی میں ڈال کر ہم آنچ پر رکھ دیں، جب ابال آجائے تو چینی ڈال دیں، ساتھ ہی کشمش بھی ڈال دیں، پھر دوسری دیگچی میں گھی گرم کریں پھر اس میں الائچی کڑکڑائیں، ساتھ ہی سویاں بھی ڈال کر ہلکا سا فرائی کریں، دودھ میں کھویا بھی شامل کر دیں ساتھ ہی پستے بادام کی ہوائیاں کاٹ کر ڈال دیں اور پھر آخر میں سویاں بھی دودھ میں شامل کر دیں، تھوڑا چمچ ہلائیں تاکہ سب مکس ہو جائے، کچھ دیر بعد چولہا بند کر دیں، لیجیے شیر خورما تیار۔ گرما گرم پوری کے ساتھ چاہیں تو ٹھنڈا کر کے کھائیں یا پھر گرما گرم۔

☆ کہنے کو تو اب بچی خوشیاں، سچا پیار اور خالص چیزیں معدوم ہو کر رہ گئی ہیں، مگر ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے کہ مصداق ہم غرباء، مساکین، یتیم لوگوں کو رمضان کے افضل و بابرکت مہینے میں عید کے پر رونق تہواروں میں اور اپنی خوشیوں کے پل میں یاد اور شریک رکھ کر ان کے چہرے پر بکھرنے والی قوس و قزح جیسی مسکراہٹ، آنکھوں سے جھلکتی اپنائیت اور ہونٹوں سے پھولوں کی مانند جھڑتی دعاؤں کی صورت بچی خوشیاں پا سکتے ہیں، زندگی کے اس سفر میں ہمارے ہم سفر صرف ہمارے اپنے، ہمارے پیارے ہی نہیں بلکہ اپنے اردگرد بسنے والے وہ لوگ بھی اس راہ گزر پر شریک سفر ہیں جن سے ہمارا اسلامی رشتہ بھی ہے، اس لیے ہمیں ان کو بھی اپنی خوشیوں میں شریک بنانا چاہیے تب ہی ہم اس نفسا نفسی کے دور میں پرسکون زندگی گزار سکیں گے۔

کون سی بات ہے تم میں ایسی
اتنے اچھے کیوں لگتے ہو
(اہم [illegible] ادا کے لیے یہ شعر)

☆ ردا کے توسط سے اخلاقی اور مذہبی اقدار سے آراستہ ایک صاف ستھرا ادب قارئین تک پہنچایا جا رہا ہے، ردا ایک ستارہ درخت کی مانند اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں ہر فرد، ہر گھر اور صنف کو سایہ فراہم کر رہا ہے، ردا کے عید نمبر میں اب تک جو کہانیاں مجھے پسند آئیں وہ یہ ہیں۔ مزاح سے بھرپور چہروں پر مسکراہٹیں بکھیرتا عائشہ ذوالفقار کا افسانہ "ہم چاہتوں کی دھن بجائیں گے" عید کے حوالے سے بھرپور خوبصورت تحریر، فریدہ فرید کا "یاراں نال بہاراں" اور ساتھ ہی انعم نذیر کا ناول "میری عید تم ہو" بھی بہت زبردست لگا۔

☆ میرا تعلق سندھ کے شہر ٹنڈو جام (حیدرآباد) سے ہے، ٹنڈو جام شہر حیدرآباد سے

Digest.pk

16 کلومیٹر کی دوری پر ہے۔ میرے فیملی ممبر میں امی، ابو کے علاوہ دو بھائی اور ایک اکلوتی بہن شامل ہے۔ جبکہ یہاں کراچی میں نانی ماں ہی میری فیملی ہیں، ہر عید پر دونوں بھائیوں کے شلوار قمیض، ان کے سینڈل/ جوتے وغیرہ عید سے پہلے ہی ابو کے ساتھ جا کر خرید لاتے ہیں کیونکہ میرے ابو ٹیلر بھی ہیں، اس لیے وہ اپنے اور بھائیوں کے کپڑے خود سیتے آئے ہیں، رمضان کی آمد سے پہلے ہی ہم دونوں بہنوں کی شاپنگ اسٹارٹ ہو جاتی ہے جو کہ چاند رات تک چلتی رہتی ہے، میری امی سیدھی سادی سی گھریلو عورت ہیں، وہ شاپنگ نہیں کرتیں، ابو انھیں بھی عید کی شاپنگ کے پیسے دیتے ہیں جو وہ گھر میں ہی خرچ کر دیتی ہیں۔ چھوٹا بھائی اکثر کہتا ہے "ہماری عید کی پوری شاپنگ جتنے پیسوں میں مکمل ہو جاتی ہے اتنے میں تو امی دونوں کے صرف سوٹ آتے ہیں، وہ بھی بغیر سلے... انصاف سے دونوں کتنا خرچا کرواتی ہیں۔" اب تو شام اور میری سسز آسیہ علی ہی امی کے میرے اپنے سب کے کپڑے سیتی ہے۔ عید کی شاپنگ میرے اور میری بہن کے same سوٹ، سلیپر، ہلکی پھلکی جیولری، کون مہندی، ابو کے عطر، نانی کے سلیپر، عطر، گھر کے لیے ڈیکوریشن پیس پر مشتمل ہوتی ہے اور ایک آخری اور ضروری چیز میچنگ چوڑیاں نہ ملیں تو میرا کوئی تہوار حتیٰ کہ کوئی دن بھی مکمل نہیں۔ سسز کیونکہ میرے ساتھ یہاں نہیں ہوتی اس لیے میں اپنے ہر پل، ہر دن، ہر وعاء ہر تہوار، ہر شاپنگ میں اسے یاد رکھتی ہوں۔

☆ شاپنگ کے معاملے میں میری امی کا کہنا ہے "میں بہت فضول خرچ ہوں" نانی ماں کہتی ہیں "جب جب باہر جاتی ہے کچھ نہ کچھ ضرور لانا ہے چاہے اپنے لیے، اپنوں کے لیے، یا گھر کے لیے" جبکہ میری ایک دوست کے بقول "افشاں کے پرس میں جب تک پیسے ختم نہ ہو جائیں تب تک اس کی خریداری رکتی نہیں" دو پیسے ایک اور مزے کی بات میں بارگیننگ بہت کرتی ہوں اور اس میں ماہر بھی ہوں، تو پس کی بات ہے جس شاپ پر فکس پرائس کا ٹیگ لگا ہو، اس شاپ پر میں جاتی ہی نہیں، کیونکہ وہاں بارگیننگ جو نہیں ہو پاتی (ہاہاہاہا!)

خیر عید سر دے اختتام کو پہنچا، اب کوچ کرنا چاہیے، پر جانے سے پہلے ردا کے تمام اسٹاف، صالحہ اپیا، نورین آپی سمیت ردا کی تمام رائٹرز اور قارئین کو عید الفطر کی سعادتیں مبارک ہوں، دعا گو ہوں کہ چاہتوں اور محبتوں کے سنگ طے عید کی خوشیاں مسرت بھری اور بھرپور طمانیت سے گزریں، اپنی دعاؤں میں مجھے بھی شامل رکھیے گا۔

سحر مبین..... ....عبدالمعاد

سب سے پہلے تو سحر مبین کی طرف سے ردا کی پوری ٹیم، قارئین اور تمام اہل اسلام کو بہت بہت عید الفطر مبارک ہو۔ جی! آپ نے بجا کہا کہ عید خوشیوں اور محبتوں کا تہوار ہے، اس عید کے موقع پر ہر شخص نے ردا کو مزید سنوارنے کے لیے آپنی اپنی رائے سے مالا مال کر ڈالا ہے۔

ویسے ہر خوشی عید کے لیے ہوتی ہے بلاشبہ اس کا بہت بڑا حصہ چاند رات کے لیے ہوتا ہے، اگر حضرت چاند کا دیدار کرنے چھت پر بھی تشریف لے جائیں، تو پھر بھی وہ ہم سے ایسے شرماتا ہے کہ خدا گواہ ہے میں نے کبھی زندگی میں چاند رات کو چاند نہیں دیکھا۔ اس لیے ٹی وی کی طرف سے ہی اس سلسلے میں خبر کے منتظر ہوتے ہیں۔ میری کوئی ٹی میل کزنز وغیرہ تو ہیں نہیں، ماموؤں کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، بس خود میں ہی مگن ہوتے ہیں۔ بازاروں میں رونقیں عروج پر ہوتی ہیں، مہندی وغیرہ کا زیادہ شوق نہیں، بہت کم عید پر بھی لگاتی ہوں، کپڑے پریس کرتے ہوئے، ٹی وی دیکھتے

ہوئے اور گپیں لگاتے ہوئے چاند رات گزر جاتی ہے، مما، خالائیں اور ممانیاں عید کے لیے پکوان بناتی رہتی ہیں۔

☆عید کا پہلا دن تو جانے کیسے جھٹ سے گزر جاتا ہے، رنگ برنگے ملبوسات، پررونق بازار، گھروں میں جوش وخروش، پہلا دن تو ایسے ہی گزر جاتا ہے۔ پکوان چکھتے، ملتے ملاتے، عیدی وصولتے، ٹی وی دیکھتے اور لطف اندوز ہوتے ہوئے اگلے دن کا انتظار شروع ہوجاتا ہے۔ دوسرے دن پہلے کی نسبت ذرا ہلکے ملبوسات زیب تن کیے جاتے ہیں۔ پھر وہی سلسلہ اور اسی طرح تیسرے دن بھی۔

☆میرے لیے تو گزری ہوئی ہر عید کا ہر ہر لمحہ یادگار ہے، مجھے کوئی لمحات نہیں بھولے۔ تاہم پچھلی عید پر زندگی میں پہلی رقعہ نماز عید ادا کی تھی، اور یہ عید پہلی عید سے کافی مختلف گزری تھی ناخوش کی۔ اس کے علاوہ تو سب ہی عیدیں ہی مزے لیتے آتی ہیں۔ جب چھوٹی تھی تو پھولے ہوئے فراک پہنے بھائیوں کے ساتھ بازاروں میں گھومتی، دوستوں کے گھروں میں جاتی۔ ایک بار ماموں نے ہم سب بچوں کی اتنی تصاویر بنائیں، اس کے علاوہ ایک عید پر تیسرے روز ہماری پوری فیملی پاکپتن گئی۔ خوب گھومے پھرے۔

☆کافی مشکل سوال کردالا۔ مجھے تو گھر کے ہر فرد سے محبت ہے۔ عید پر سوتے تو نہیں تاہم مما ہی زیادہ تر عید کی صبح سب سے پہلے نظر آتی ہیں، مما کو دیکھنے کو دل کرتا ہے اور اگر ماموں لوگ ابھی گھر نہ آئے ہوں تو انھیں۔

☆عید پر جو کچھ بھی ہے مگر بوائل سویاں لازمی بنتی ہیں۔ ہمارے ہاں تو عیدالفطر کی سوغات ہی یہ ہیں۔ خالہ صبح صبح اٹھ کر ڈھیر ساری سویاں بوائل کرتی ہیں، اس کے علاوہ کسٹرڈ وغیرہ۔

☆"اس دفعہ سے کیا خواہشوں نے اہتمام کیا"

عید کے لیے تو ہزاروں خواہشیں ہوتی ہیں، عید تو نام ہی خوشی کا ہے، چاہے کم نصیب ہو یا زیادہ۔ سچی خوشی تو ہر اس چیز سے حاصل ہوجاتی ہے جو ہمارے دل کو پسند ہو، بھلے سے وہ مہنگی نہ ہو۔ مگر یہ تو ہوتا ہے کہ مہنگائی کے اس دور میں، مہنگائی کا اژدھا، بڑا سا منہ کھولے ہماری خواہشوں کو نگلنے کے چکروں میں ہوتا ہے اور ایسا کر بھی لیتا ہے۔ کچھ لوگوں کو حاصل ہوجاتی ہیں اور اگر کوئی ناشکرا ہو تو شاید وہی حاصل نہ کرپائے۔

☆جی بالکل! مساکین اور غرباء کو یاد رکھنے میں ہی ہم حقیقی خوشیاں حاصل کرسکتے ہیں۔

☆ایک پڑھی تھی نام یاد نہیں، اینڈنگ بڑی پیاری تھی۔

☆میری شاپنگ تو ہوتی ہی نرالی ہے، بارہا بازاروں کے چکر لگالیں مگر پھر بھی ادھوری نامکمل۔ عید پر ماموں لوگ عیدی دیتے ہیں، بعض دفعہ شاپنگ ہی کروا دیتے ہیں بعض دفعہ نقدی۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں اور بابا میری عید شاپنگ کے لیے نکلے، مجھے ایک سوٹ لیا گھر والے کہنے لگے پرانی دوائی ہے، دل تو میرا بھی مطمئن نہیں تھا، بسم اللہ پڑھ کر لے ہی لیا۔ گھر آکر بھی دکھا دیا۔ بازاروں کی خاک چھاننے کے بعد ایک نایاب، گوہر نایاب فراک حاصل کر ہی لیا گیا تو وہ کسی اور کو پسند آگئی۔ ہمارا کیا گیا؟ نہ کوئی گئی نہ داؤ اس سے اگلے دن پھر گئے اور پھر گئی ہار گئے۔ ایسا ہر دفعہ ہوتا ہے، لاسٹ ٹائم پوری فیملی اکٹھی ہی شاپنگ کے لیے گئی۔ میری شاپنگ پھر رہ گئی۔

☆عید کی خوشیوں میں ہمیں دیگر مسلمانوں کو نہیں بھولنا چاہیے، جو اس مہنگائی جیسے طوفان اور دیگر مسائل کی بدولت خوشیوں سے محروم رہتے ہیں۔ عید تو ایسا تہوار ہے جس کی بدولت سال بھر کے روٹھے بھی ملتے ملاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس تحفے

کی قدر ہم پر فرض ہے۔ ایک دفعہ پھر عید مبارک Bright Star تم لوگوں کو میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ ماشاءاللہ عید مبارک!

فرح ناز محمد رفیق.....کراچی

شکریہ جناب! مجھ ناچیز کو یاد رکھنے کا، وقت کم ہے مقابلہ سخت، تو اسٹارٹ کرتے ہیں پہلے سوال سے۔

☆ چاند رات چھوٹے چھوٹے بہت سارے کام رات تک چلتے ہیں، شدید تھکن کے بعد آخری کام رات میں مہندی لگانا ہے، اس کے بناء میری عید نامکمل ہے۔

☆ عید کی صبح نماز کے بعد بھائیوں سے عیدی لے کر ٹی وی دیکھنا یہ میری عید ہوتی ہے۔ کام تو رات کو ہی نمٹ جاتے ہیں بھائی اور بھتیجی کے آنے سے قبل میں مکمل تیار ہوتی ہوں، پھر تیل دینا آنا جانا چلتا ہے۔ میرے لیے خاص یہ ہوتا ہے کہ سب بیٹھ کر کچھ وقت ساتھ گزارتے ہیں اور دوسرے دن عید کی صبح حلوہ پوری کا ناشتہ باقاعدہ ڈونیشن کر کے ہوتا ہے، اس کی بات ہی الگ ہے، مجھے کہیں جانے سے کوفت ہوتی ہے، مگر سب کے آنے کا انتظار رہتا ہے۔

☆ یادگار عید چار سال قبل دوستوں کے ساتھ گزری، وہ یادگار لمحے ماضی کی ڈائری میں تتلی کے رنگوں کی مانند مقید ہیں اب ان قہقہوں اور آنسوؤں کے مشترکہ ساتھیوں سے فقط فون کا سلسلہ ہے۔

☆ عام دنوں کی طرح امی پر نظر پڑتی ہے، انھیں ٹائم سے پہلے اٹھا دیتی ہوں کہ لیٹ نہ ہو جائیں، بچپن کی ایکسائٹمنٹ میں اور اب ذمے داری کے احساس سے نیند نہیں آتی تو امی کو ہی دیکھنا چاہتی ہوں اور چاہوں گی ہمیشہ۔

☆ ہم م م م... بریانی، شیر خورمہ عموماً سب کے بنتا ہے مگر میں آپ سے اپنے گھر کی اسپیشل رس ملائی شیئر کرتی ہوں جلدی سے 1 پاؤ پاؤڈر کے دودھ میں 2 الائچی کے دانے 2 عدد انڈے، ایک چٹکی کھانے کا سوڈا، 2 ٹیبل اسپون آئل ملا کر گوندھ لیں اور پہلے سے ابلتے ہوئے دودھ میں جس میں الائچی اور چینی شامل ہے حسب ذائقہ تقریباً آدھا کلو دودھ میں ایک سے ڈیڑھ کپ چینی شامل کر لیں، اب اس میں رس ملائی کی چھوٹی گولیاں بنا کر ڈالیں، چمچہ نہ چلائیں، خیال رہے گولیاں بنا کر رکھنی نہیں ہیں فوراً ڈالنی ہیں اب احتیاط سے بڑے باؤل میں اسپون کی مدد سے ایک ایک گولی جو دودھ میں ابل گئی ہے نکال لیں اور بعد میں بقیہ دودھ باؤل میں ڈال کر میوے کے ساتھ پیش کریں۔

☆ مہنگائی تو بہت ہے لیکن اگر کفایت اور سمجھداری سے کام لیا جائے تو سب ممکن ہے ویسے بھی دل کی خوشی درآسودگی سے مشروط ہوتی ہے کوشش کریں زیادہ سے زیادہ دوسروں کو خوش رکھیں، پوزیٹو رہیں یقین کریں خوشیاں آپ کی ہمسفر ہوں گی، سب چیزیں مہنگی ہو رہی ہے جانا ہے، بچت اور سستے میں بھی کام چل جاتا ہے۔

☆ عید کا اصل مزہ روزے اور نوافل کے بعد حقوق اللہ پورے کرنے کا ہے اور حقوق اللہ حقوق العباد کے بغیر نامکمل ہے زکوٰۃ، فطرہ کے علاوہ بھی حسب توفیق غرباء کی مدد ضروری ہے، فٹ پاتھ پہ سوتے اس بچے کی ہنسی ہزار خزانوں پر بھاری ہے جو آپ کی بے لوث مدد سے دیتی ہے۔

☆ کہانیاں بہت پڑھی ہیں میں نے اسے یاد ہیں مگر کسی ایک کا نام لینا ناانصافی ہوگی، پھر بھی ناکلہ طارق کا "اک تارا چاند کے پاس" اسعد یہ عابد کا "برگ گل" اسی طرح اور بھی بہت سے ناول اور افسانے مجھے یاد ہیں آج تک۔

☆ شاپنگ نہیں پسند مجھے، امی کی اور اپنی مختصر سی

شاپنگ کرتی ہوں عید کی تیاری میں چوڑیاں میری فیورٹ ہیں، مگر سادہ سی اور دوستوں کے لیے گفٹس جن کے بغیر میری عید ادھوری ہوتی ہے، اپنے سے زیادہ دوسروں پر خرچ کر کے مزہ آتا ہے، آخر میں سب کو پڑھنے لکھنے والوں کو میڈم صائمہ، میم نورین کو بہت بہت عید مبارک، خوش رہیں سب!

سباس گل ..... رحیم یار خان

سب سے پہلے تو ردا کے تمام محترم و معزز ایڈیٹرز و اسٹاف اراکین کو رائٹرز اور ریڈرز کو عید الفطر بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک آپ سب کو عید کی ڈھیروں خوشیاں نصیب کرے (آمین!) اور پاکستان کو امن و آشتی کا گہوارہ بنادے (ثمہ آمین)

اب آتے ہیں ہم "عید سروے" کے جوابات کی طرف۔

☆ صائمہ آپی! ہماری چاند رات تو بہت مصروف گزرتی ہے، ماشاء اللہ! چاند رات کو سب گھر والے گھر آجاتے ہیں، خوب ہلہ گلہ، گپ شپ، کھانا پینا چل رہا ہوتا ہے، ٹی وی بھی آن ہوتا ہے اور عید کے ساتھ ساتھ سب اپنی مصروفیات کی تفصیل ایک دوسرے کو بتا رہے ہوتے ہیں۔ ہم شیر خرمہ بھی رات کو بنا کر رکھتے ہیں اور چکن قورمہ بھی بھون کر رکھتے ہیں رات کو تاکہ صبح کام میں کچھ آسانی ہو۔ سب گھر والوں کے عید کے کپڑے بھی چاند رات کو ہی استری کر کے رکھتے ہیں اور جوتے وغیرہ بھی تاکہ صبح کسی کو اپنے کپڑوں، جوتوں کے لیے آواز نہ دینی پڑے۔ گھر کی صفائی دھلائی کا کام ہم شام تک نبٹا لیتے ہیں اور رات کو سب کاموں سے فارغ ہو کر ہم مہندی لگواتے ہیں اور گپ شپ کرتے تھک کر رات کے ڈیڑھ دو بجے تک ہم سو جاتے ہیں۔ یہ ہوتی ہے جناب ہماری چاند رات۔

☆ عید کا پہلا دن تو عید کی نماز کے بعد مصروف گزرتا ہے گھر میں مہمان آتے جاتے ہیں ان کی خاطر مدارت میں صبح سے شام ہوتی ہے آتے جاتے ٹی وی پر نشر ہونے والے عید کے پروگرامز پر بھی نظر پڑ جاتی ہے۔ زیادہ وقت کچن میں گزرتا ہے۔ رات کو سب کے ساتھ ٹی وی دیکھتے، گپ شپ کرتے عید کا پہلا دن تمام ہوتا ہے، عید کے دوسرے دن ہم صبح ناشتے سے فارغ ہوتے ہیں تو بھائی صاحبان آؤٹنگ کا پروگرام بناتے ہیں پھر سب مل کر لانگ ڈرائیو اور پکنک پر نکل جاتے ہیں اور خوب انجوائے کر کے شام کو گھر لوٹتے ہیں اور عید کا تیسرا دن دوست احباب سے ان کے گھر جا کر عید ملنے ملانے میں گزر جاتا ہے یوں ہمارے عید کے دن گزرتے ہیں الحمدللہ! اچھوں کے سنگ گزرتے ہیں، اس سے بڑی مسرت و نعمت اور بھلا کیا ہو سکتی ہے۔

الحمدللہ عیدیں تو سب ہی یادگار رہیں اب تک، یہ اللہ پاک نے ہم سب گھر والوں کو ہمیشہ ساتھ رکھا ہے ہاں ایک بھائی ملک سے باہر ہوتے ہیں اس لیے ان کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

☆ ہم سب سے پہلے اپنے دادی، ابو کو وش کرنا پسند کرتے ہیں اور پھر اپنے بہن بھائیوں کے بچوں کو، جو عید کے دن بہت ہی پرجوش، خوش و خرم اور شرارتی نظر آتے ہیں ایند آف کورس پیارے پیارے تو سب ہیں ہی، اللہ سب کو صحت کے ساتھ سلامت رکھے (آمین!)

☆ عید کے دن یوں تو کئی ڈشز بنتی ہیں مگر میٹھی عید کی اصل پہچان تو شیر خرمہ ہی ہوتا ہے۔ سو ہم سب آپ سب سے شیر خرمہ کی ترکیب ہی شیئر کرنا چاہیں گے۔

اجزاء:

دودھ خالص 8 کلو، میوے خشک، چھوہارے، پستہ، بادام اور کھوپرا یا ناریل باریک کٹا ہوا، چینی پسی ہوئی حسب ذائقہ، سبز الائچی پندرہ سے 18 باریک پسی ہوئی ہوں، چاول، ایک پیالی، سویاں۔

ترکیب: دودھ کو کسی بڑی سی دیگچی میں ایک ابال دے کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں اور وقفے وقفے سے دودھ میں چمچ چلاتی رہیں، جب دودھ کا رنگ ہلکا گلابی ہوجائے یعنی دودھ آدھا رہ جائے تو اس میں پہلے صاف کرکے بھگوئے ایک پیالی چاول شامل کردیں جب چاول گل کر گھل جائیں تو اس میں ایک پیالی باریک کٹی سویاں توڑ کر ڈال دیں اور چمچ چلاتی رہیں۔ جب گل جائیں تو چولہے سے اتار کر ٹھنڈا کریں ایک باؤل میں نکالیں اور شیر خرمے میں حسب ضرورت پسی ہوئی چینی شامل کریں، میوے تمام بادام، پستے وغیرہ سجائیں اور چھوہارے بھی نکال کر اوپر ہی میں کچھ دیر رکھنے کے بعد کاٹ کر شیر خرمے میں شامل کردیں، مزیدار شیر خرمہ کھانے کے لیے تیار ہے۔ کہیے کیسی لگی یہ ترکیب آپ کو؟ ٹرائی کیجیے یقیناً مزیدار لگے گا آپ کو ہمارا شیر خرمہ۔

☆ ہمارے خیال میں عید کی سچی خوشیاں مہنگائی کے بڑھنے یا گھٹنے سے نہیں بلکہ رشتوں میں محبتوں کے بڑھنے یا گھٹنے پر منحصر ہوتی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ مہنگائی کی وجہ سے غریب آدمی عید پر نئے کپڑے، جوتے نہیں خرید سکتا۔ بچوں کو عیدی نہیں دے سکتا، اس کے گھر میں انواع واقسام کے پکوان نہیں پک سکتے لیکن اگر ان کے بیچ محبت ہے ایک دوسرے کی مجبوریوں، ضرورتوں کا احساس باقی ہے تو وہ نئے کپڑے نہ ہونے کا غم بھلا کر ایک دوسرے کے ساتھ میں ہی خوش ہوسکتے ہیں۔ اگر رشتوں کا احساس ہی باقی نہ ہو تو زندگی کی ہر آسائش، روپیہ پیسہ بھی آپ کو عید کی سچی خوشیاں نہیں دے سکتا۔ مہنگائی کے جن کو تو ہم قابو کر نہیں سکتے تو کیا ہی اچھا ہو کہ ہم محبتوں اور رشتوں سے بھرے جذبوں کو اپنی مٹھی میں کرلیں اور عید کی سچی خوشیاں لوٹ لیں، کیا خیال ہے؟

☆ جی بالکل الحمدللہ! ہم حسب استطاعت غرباء و مساکین کو بھی عید کی خوشیاں دینے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو عید ہی نہیں ہر خوشی کے موقع پر اور عام دنوں میں بھی غرباء و مساکین کو یاد رکھنے، ان کے کام آنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین!)

☆ عید نمبرز شائع کرنے میں "ردا" کا کوئی ثانی نہیں ہے، ہر عید پر سب سے پہلے اور سب سے زیادہ عید سے متعلق کہانیاں شائع کرنے کا اعزاز ہر سال "ردا" کے حصے میں آتا ہے۔ "ردا" کے عید نمبر کی ہر کہانی ہی عید کے مختلف رنگ لیے ہوتی ہے۔ "ردا" کا "عید نمبر" آتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ [illegible] "عید نمبر" ہمیں تو اپنی کہانی "چوڑیاں" ہی [illegible] کہانیوں کے نام تو یاد نہیں ہیں مگر یہ خوشی ضرور ہے کہ ہم بھی ہر سال صالحہ آپی! کی [illegible] "عید نمبر" کا حصہ بن جاتے ہیں بہت شکریہ صالحہ آپی! جزاک اللہ!

☆ بھئی! ہمیں بائیک والے چکر لگانے سے بہت الجھن ہوتی ہے اس لیے ابو، بھائی، بہنیں سب مل کر عید کی شاپنگ کرتے ہیں اپنے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی۔

جویریہ بانو..... فیصل آباد

السلام علیکم! امید ہے خیریت سے ہوں گی، آپی! اتنا لمبا سوالنامہ؟ چلیں کوشش کرتی ہوں۔

☆ چاند رات مناتی ہوں مہندی لگوا کر اور ڈھیر سارا شور مچا کر۔

☆ہر روز نیا سوٹ پہن کر، عیدی خرچ کر کے اور ہاں اچھے اچھے کھانے کھا کے۔
☆ہر عید یادگار ہی ہوتی ہے۔
☆مہندی لگے ہاتھوں کو کتنا رنگ آیا ہے۔
☆فروٹ چاٹ (لازمی)
☆بالکل، ابھی بھی عید کی خوشیاں دوبالا ہوتی ہیں۔
☆بالکل رکھتی ہوں۔
☆ہر بار عید نمبر میں چھپنے والی ہر کہانی ہی یادگار ہوتی ہے۔
اب بتائیں! کیسی رہی کوشش؟ میری طرف سے سب کو ڈھیروں عید مبارک!
ایقان علی ..... کمالیہ
☆چاند رات ہمارے ہاں صاحبہ روایتی طریقوں سے ذرا ہٹ کر منائی جاتی ہے۔ عید کا چاند دیکھ کر مبارکباد دیتے اور لیتے ہیں۔ ایسی رات ایسی تبادلہ ہوتا ہے، پھر عشاء کی نماز ادا کر کے ماما صبح کے لیے کشمرڈ اور سویاں تیار کرتی ہیں، کپڑے استری کر کے لٹکائے جاتے ہیں۔
☆عید کا دن تو ویسے ہی مسرتوں کا پیغام لے کر آتا ہے، ہمارے ہاں بھی عید کے تینوں دن خوشیوں میں گزرتے ہیں، صبح سے شام تک مہمانوں کی آمد کا تانتا بندھا رہتا ہے، سب گھر والے اکٹھے مووی دیکھتے ہیں، عید کی شام میں ماموں کی طرف جاتے ہیں، شام وہاں گزار کر واپسی پر جھولے لے کر گھر آجاتے ہیں، دوسرے دن آؤٹنگ کا پلان بناتے ہیں کسی پارک یا چڑیا گھر کا چکر لگتا ہے، ایسے ہی تیسرا دن ہوتا ہے۔
☆عید کے دن یقیناً سب سے زیادہ مسرت اپنے والدین اور بہنوں کو دیکھ کر ہوتی ہے۔
☆ہمارے ہاں ہر عید پر فروٹ چاٹ ضرور بنائی جاتی ہے، اس کے علاوہ دہی بریانی اور شامی کباب بھی ضرور بناتی ہیں۔ مہمانوں کی تواضع زیادہ تر فروٹ چاٹ اور کولڈ ڈرنکس سے کی جاتی ہے۔
☆بچپن کی ہر عید یادگار ہوا کرتی تھی جب ہم نماز پڑھتے ہی عیدی کے لیے ابو جی اور ماما کا سر کھاتے تھے، سارا دن دکانوں کے چکر، اللہ اللہ کھانا، اب تو پچھلے کئی سالوں سے ہر عید ایک جیسی ہے۔
☆عید کی سچی خوشیاں تو ہر اس انسان کو ضرور ملتی ہیں جو صدق دل سے صرف خدا کی رضا کے لیے رمضان کے روزے رکھتا ہے، جب اخلاص سے صرف خدا کے لیے بھوکا پیاسا رہا جاتا ہے تو پھر خدا بھی غیب سے خوشیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔
☆بالکل! عید کی خوشیوں میں جتنا ہمارا حق ہے اتنا ہی ان لوگوں کا بھی ہے جو ان خوشیوں کو حاصل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ لہٰذا ان کو عید کی خوشیوں میں شامل کرنا ہم سب کا فرض بنتا ہے۔
☆عید کے حوالے سے پچھلی عید پر پڑھا ہوا ناولٹ ..... کا ناول یاد ہے جو کہ ردا میں پڑھا تھا۔ پچھلی عید ..... عائشہ کی تحریر بھی یاد ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی تحاریر ہیں۔
☆..... شاپنگ زیادہ تر رمضان سے پہلے کر لیتے ہیں تاکہ بعد میں رش کے وقت میں بازاروں میں پھرنا نہ پڑے۔ کپڑے اس لیے بھی جلدی لیے جاتے ہیں تاکہ جلدی سلائی ہو سکیں، بعد میں درزیوں کے نخرے کون سنے؟ جوتے اور دوسری اشیاء تو عید کے نزدیک ہی لی جاتی ہیں۔
آخر میں میری طرف سے صائمہ آپی، ردا ڈائجسٹ کی ساری ٹیم، تمام مصنفات اور قارئین بہنوں کو ایڈوانس عید مبارک!
مصباح مسکان رؤف ..... جہلم
☆چاند رات تو ایک ایسی خوبصورت رات ہے جس کا سارا سال خصوصاً ماہ رمضان میں شدت

Digest.pk

سے انتظار رہتا ہے، اکثر خواتین چاند رات کو شاپنگ کرنے جاتیں، چوڑیاں خریدتیں اور مہندی لگواتی ہیں مگر ہم چاند رات کو گھر پر ہی انجوائے کرتے ہیں، ہم کزنز (میں اور میری بہن اینہ) چاند نظر آتے ہی پہلے تو فوراً گھر میں سب کو وش کرکے پھر سب فرینڈز اور فیملی ممبرز کو چاند رات کے خوبصورت ایس ایم ایس کرتے ہیں، پھر صبح کے پکوان کی تیاری شروع ہوجاتی ہے، چاٹ کے لیے چنے گلنے کے لیے رکھتے ہیں کیونکہ چاٹ کے بغیر تو عید کا مزہ ہی ادھورا ہوتا ہے، آلو صبح ہی گلاتے ہیں کیونکہ وہ پانی چھوڑ دیتے ہیں لہٰذا احتیاط لازم ہے۔ پھر چکن دھو کے رکھ لیتے ہیں تاکہ صبح کم ٹائم میں سب تیار ہوسکے، ہم دونوں مل کے سموسے اور رول بھی بناتے ہیں اور فریز کرلیتی ہیں اس کے علاوہ دہی بھلے کی چٹنی اور پیاز کی چٹنی بھی رات کو ہی بنالیتے ہیں (وقت کی بچت)۔

☆عید کے لیے سب کے کپڑے تو دن میں ہی استری کرلیتے ہیں کیونکہ سب ہی جانتے ہیں کہ ایسے مواقعوں پر ایک تو لوڈشیڈنگ عروج پر ہوتی ہے (بھئی! اب آخر بجلی نے بھی تو چاند رات کی شاپنگ پہ جانا ہوتا ہے ناں) اور دوسرا، رات کو جلدی میں کپڑے جل جانے کا بھی خدشہ ہوتا ہے (اگر خدانخواستہ ایسا ہوجائے تو آگے کا سین تو سب بہنیں جانتی ہی ہیں) سارے کام جلدی جلدی اس لیے نمٹائے جاتے ہیں تاکہ جلدی فارغ ہوکر ابھی سی مہندی بھی تو لگانی ہوتی ہے ناں، میں ہمیشہ اینہ سے ہی مہندی لگواتی ہوں جو کہ میرے ہاتھوں پر ہی پریکٹس کرکے پرفیکٹ ہوگئی ہے، وہ خود اپنے ایک ہی ہاتھ پر لگاتی ہے، مجھے مہندی لگانی نہیں آتی مگر میں اسے آفر کرتی ہوں کہ لاؤ دوسرے ہاتھ پر میں لگادوں مگر وہ انکار کردیتی ہے۔

☆چاند رات کے تمام کاموں کے دوران ہم ساتھ ساتھ F-M Sunrise 95 Jhelum سنتے ہیں، چاند رات کے اسپیشل پروگرامز اس رات کے مزے کو دوبالا کردیتے ہیں۔ آخر ہاتھ تیز چلانے کے لیے امی جان کی ڈانٹ کے علاوہ بندے کا کچھ اور بھی تو دل کرتا ہے ناں سننے کو، سونے کا دل تو نہیں کرتا مگر پھر بھی سوجاتے ہیں تاکہ صبح چہرہ فریش فریش ہو، اب اگر عید کے دن آنکھیں سوجی ہوں تو نئے کپڑوں کی تو شوبھی خراب ہوجائے گی ناں۔

☆عید کا پہلا دن تو گھر پر ہی گزرتا ہے، صفائی وغیرہ سے فارغ ہوکر ابو جی اور بھائیوں کے نماز پڑھ کے آنے کے بعد عید ملتے اور پھر سب اکٹھے بیٹھ کر حلوہ پوری کا زبردست سا ناشتہ کرتے ہیں، ناشتے کے بعد نہا دھو کے نئے کپڑے پہن کر تیار ہوتے ہیں، سب مل کر عید کی پہچان، ہماری جان، سیوار چاٹ کھاتے ہیں، پھر کچن میں گھس جاتے ہیں تاکہ لذیذ سی بریانی بنائی جاسکے، کچن سے فارغ ہوکے محلے میں دو تین گھروں میں جاتے ہیں کھانے کے ساتھ عید کے ڈرامے دیکھتے ہیں، رات کو اسپیشل PTV عید کی اسپیشل نشریات سے سب کو محظوظ کرتا ہے، فرینڈز کو کال اور ایس ایم ایس کرکے عید وش کرتی ہوں۔ پچھلے پہر پھپھو جی کے گھر جاتے ہیں جو کہ واکنگ ڈسٹینس پر ہے، رات کو واپسی ہوتی ہے اور یوں عید کا پہلا دن تمام ہوجاتا ہے۔ سب فرینڈز عید کے دن بہت یاد آتی ہیں، نگین، عائشہ، صبا، صباحت، حدیقہ، حلیمہ، عائشہ طارق، شبینہ، حنا، مدیحہ، فاطمہ سب ہماری کالج کی پیاری فرینڈز ہیں (اللہ ان سب کو خوش رکھے اور ہماری دوستی ہمیشہ قائم رہے آمین!) عید کا سارا مزہ تو دوسرے دن آتا ہے جب ہم باغ محلہ اپنی نانی امی کے گھر

Digest.pk

جاتے ہیں، میرپور والی خالہ بھی دوسرے دن آتی ہیں، باقی دو خالائیں تو لندن ہوتی ہیں جو کہ بڑی شدت سے یاد آتی ہیں، نانی امی کے گھر جب سب کزنز اکٹھے ہوتے ہیں تو بہت مزہ آتا ہے، ہم چھ بڑے کزنز (عینہ، میں، دانیال، وقاص، نوال اور ماریہ) ہم سب اپنے سب بڑوں اور چھوٹے کزنز سے چھپ کر گول گپے منگواتے ہیں چھپ کے اس لیے کہ اگر بڑوں کو پتا چلا تو ڈانٹ پڑے گی اور اگر چھوٹوں کو پتا چلا تو انھیں بھی دینا پڑے گا اور گول گپے کھا کے ان کی طبیعت بگڑی تو ڈانٹ بھی مفت کی لہٰذا خفیہ طریقے سے کسی خفیہ جگہ بیٹھ کر باتیں کرتے ہوئے گول گپے انجوائے فرمائے جاتے ہیں۔

دونوں خالہ زاد بہنیں مزے مزے کی ڈشز بناتی ہیں، پھر سب ڈائننگ ٹیبل پر مل بیٹھ کے کھاتے ہیں، بعد میں چاٹ سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ تیسرا دن گھر پر ہی گزرتا ہے، کوئی نہ کوئی مہمان آجاتا ہے، پھر کھانے کے ساتھ PTV پر جو عیدی اسپیشل نشریات میں فلم لگائی جاتی ہے اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں، تیسرے دن کی رات تک تمام چاٹ کا صفایا کر دیتے ہیں، ہم تو چاٹ کو بالکل بھی انتظار نہیں کرواتے بری بات ہے ناں۔

☆ آہم م م... ابھی تک تو ایسا کوئی بھی نہیں ہے، میں اپنی فیملی، ابو جی، امی جی، بہنوں اور بھائیوں کو دیکھ کر ہی بہت خوش ہوتی ہوں، یہ سب رشتے میرے بہت پیارے رشتے ہیں ان ہی کے دم سے ساری خوشیاں اور رونقیں ہیں، اللہ ان سب کو ہمیشہ خوش اور ہم سب کو ہمیشہ ایک ساتھ رکھے (آمین!)

☆ غربا اور مساکین کو بھی پورا حق ہے کہ وہ زندگی کی لذتوں اور خوشیوں کو انجوائے کریں اور مسکرائیں، میں بھی حتی الامکان کوشش کرتی ہوں کہ عید کی خوشیوں میں مساکین اور غربا کو بھی یاد رکھوں تاکہ وہ بھی اچھی عید منا سکیں، بحیثیت مسلمان ہم سب مسلمانوں کو اپنی استطاعت کے مطابق غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کی مدد کرنی چاہیے وہ بھی اس طرح کہ دائیں ہاتھ سے دیں اور بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلے۔

☆ یادگار عیدیں تو بچپن کی ہوتی تھیں، جب ہم چھوٹے تھے، دنیا کی مشکلات، الجھنوں و پریشانیوں سے بے خبر اپنے کھلونوں اور اپنے آپ میں مگن ہوتے تھے، نہ کسی چیز کی پریشانی نہ کوئی مسئلے مسائل۔ عید کے روز نئے کپڑے پہن کے تیار ہو کے عیدی کے منتظر رہتے تھے پھر عیدی ملتے ہی باہر دکان سے چیزیں کھانے کے لیے جاتے تھے، اس وقت محلے کے بچے سب باہر دکان پر آتے تھے، باہر دکان والے ماما جی سب انھیں ماما جی ہی کہتے ہیں، پتا نہیں یہ نام ان کا کیسے پڑا، ان کی دکان پر لائٹنگ ہوتی تھی اور اونچی آواز میں گانے لگتے تھے، خوب مزہ آتا تھا۔ بچپن کا ایک فائدہ یہ ہوتا تھا کہ عیدی بڑی ملتی تھی، سب بڑے لازمی عیدی دیتے تھے چاہے 10 روپے ہی ہوں، وہ 10 بھی بڑے قیمتی ہوتے ہیں کیونکہ وہ ''عیدی'' جو ہوتے تھے۔ اب تو کم کم ہی عیدی ملتی ہے اور وہ بھی بڑے ہونے کی وجہ سے چھوٹوں کو دینے دلانے میں نکل جاتی ہے، وہ وقت یادگار اور اچھا تھا جب ہم عیدی لینے والے تھے اب تو دینے والے ہو گئے ہیں، ملتی تو کم ہی ہے مگر خیر اپنوں کی محبت، شفقت اور اپنائیت کا احساس کسی عیدی سے کم تو نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یادگار عید تین سال پہلے کی ہوئی تھی جب ہماری دو چھوٹی خالائیں خالہ نوشین اور خالہ سدرہ یہیں ہوتی تھیں، اب تو دو لندن ہوتی ہیں، اس وقت نانی امی کے گھر جانا اور رہنا بہت اچھا لگتا تھا، اگرچہ کہ خالہ نوشین کا اور ہمارا 7 سال کا اور خالہ سدرہ کے ساتھ ہمارا 6 سال

کا عمر کا فرق ہے مگر قد کی برابری کے باعث یہ فرق کبھی محسوس ہی نہیں ہوا۔ بچپن سے ان کا ہمارے ساتھ رویہ بڑی بہنوں اور سہیلیوں جیسا تھا، ہم دونوں جب بھی رہنے جاتے، ان ہی کے کپڑے پہنتے، وہ دور بہت اچھا اور عیدیں یادگار ہوتی تھیں، پھر ان کی شادیاں ہوگئیں اور دونوں انکھی لندن چلی گئیں، اب تو ماشا اللہ دونوں کے دو بچے ہیں، ان کے ساتھ گزاری ہماری سب ہی عیدیں یادگار اور کبھی نہ بھولنے والی ہیں، ہم انھیں ہر موقع پر بہت یاد کرتے ہیں۔

☆ کیونکہ مجھے رواڈائجسٹ پڑھتے زیادہ ٹائم نہیں ہوا، اس لیے ابھی تک تو بارے ہی پچھلے رسالے پڑھے ہیں، لیکن ایک بات ہے رواڈائجسٹ میں اب تک میں نے جتنی رائٹرز کو پڑھا ہے سب ہی ماشاء اللہ بہت اچھا لکھتی ہیں، اور میں بچپن سے کہتی آئی ہوں کہ عید کے حوالے سے شامل ہونے والی کہانیاں سب ہی عمدہ اور قابل تعریف ہوں گی اور کسی ایک کی تعریف کرنا زیادتی شمار ہوگی، کیونکہ سب ہی رائٹرز محنت، لگن اور شوق سے لکھتی ہیں، انشاء اللہ موقع ملا تو جلد از جلد پچھلے شماروں سے بھی مستفید ہوں گی۔

☆ عید پر تو لازمی ڈش چاٹ ہوتی ہے مزیدار اور چٹ پٹی چنا چاٹ، جس کے بغیر عید عید نہیں لگتی، لیکن ہمارے گھر اکثر عید پر بریانی بنائی جاتی ہے اور وہ بھی اہل خانہ کی پرزور فرمائش پر، عام دنوں میں چاٹ کھانا اور بریانی کھانا تو الگ بات ہے مگر روزوں میں افطاری پر چاٹ اور عید والے روز بریانی کا تو اپنا ہی مزہ ہے۔ ہم بھی بڑے شوق سے بریانی کھاتے ہیں اور اپنی بریانی کو آپ سب سے بھی شیئر کرنا چاہتے ہیں۔

چکن بریانی

اشیاء:

چکن 2 کلو (لیگ اینڈ تھائی)
پیاز 1 کلو
آلو 1 کلو
دہی ڈیڑھ کلو
ہلدی 1 چمچ
نمک حسب ذائقہ
سوکھا دھنیا 2 چمچ
ٹماٹر چار عدد
ہری مرچیں 6 عدد
ادرک لہسن پیسٹ 2 چمچ
سرخ مرچ 3 چمچ
زیرہ ایک چمچ
تیل حسب ضرورت

ترکیب:

پیاز کو گلا کر میش کرلیں، ایک دیگچی میں تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر لائٹ براؤن کرلیں، پھر اس میں چکن، ادرک لہسن پیسٹ، زیرہ ڈال کر چکن گلنے تک اچھی طرح بھونیں، اس کے بعد ٹماٹر، ہری مرچیں، سرخ مرچ، سوکھا دھنیا اور ہلدی ڈال کر مسالہ بھونیں اور آخر میں دہی شامل کرکے چکن گلنے تک پکائیں، جب دہی کا پانی سوکھ جائے تو مسالہ تیار ہوگا، آلوؤں کو لمبائی کی شکل میں کاٹ کر فرائی کرلیں، پھر تلے ہوئے چاولوں کے ساتھ چکن کے مسالے اور فرائی آلوؤں کی تہہ لگائیں۔ آخر میں دھنیا اور براؤن کیا ہوا پیاز چھڑک کر گرما گرم چکن بریانی تیار ہے، خود بھی کھائیں اور عید کے مہمانوں کو بھی کھلائیں۔

☆ مہنگائی کا تو پوچھیں ہی مت، بندہ کچھ بھی لینے سے پہلے دس بار سوچتا ہے، ہر چیز کی قیمت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ چیزوں کی قیمتیں دن بہ دن گرمی کی طرح بڑھتی ہی جارہی ہیں، ایسے میں عید کی سچی خوشیاں حاصل کرنا بے

حد مشکل محسوس ہوتا ہے، کم آمدنی والے لوگ تو پھر عید اچھی گزار ہی لیتے ہیں لیکن غریب اور ضرورت مندوں کے لیے یہ مہنگائی تو عید کی خوشیوں کی راہ میں حائل بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ ہاں مگر عید کے دن دوست، رشتے داروں اور مخلص اپنوں کا ساتھ بھی خوشیوں کے حصول کی چھوٹی سی کاوش ثابت ہوسکتا ہے۔

☆ میری پیاری فیملی میں میرے پیارے سے ابو جی، امی جی، میری 2 بہنیں اور دو بھائی ہیں، ایک بہن امینہ مجھ سے سال بڑی ہے، میں دوسرے نمبر پر ہوں پھر دونوں بھائی دانیال اور محسن اور سب سے آخر میں چھوٹی، سب کی لاڈلی 6 سال کی عمیرہ۔ ہم سب کی جان ہے ہمارے خوبصورت سے آشیانے میں رونق ہے، میں ایم اے اردو کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ شاپنگ کی یہاں کچھ بات ہے تو بچپن میں تو ریڈی میڈ کپڑے لیتے ہی رہتے تھے، لیکن امی بھی خود سیتی تھیں اور سب ایسی بھی ریڈی میڈ ہی سمجھتے تھے، اب ہم اپنے کپڑے خود ڈیزائن کرتے ہیں، ایک جیسے کپڑے لیتے ہیں میں، امی اور امینہ اور جب ہم دونوں کپڑوں کے ڈیزائن سوچتے بیٹھتے ہیں تو امی کہتی ہیں ''بس بیٹھ گئی ہیں سر جوڑ کر دونوں، اب کچھ سیا پا ہی ڈالیں گی۔'' (ہاہاہا!)

چوڑیاں پہننے کا شوق ہے اور ہم دونوں Hand Made کڑے بھی بناتے ہیں، اپنے ڈریسز سے میچنگ کر کے کڑے اور چوڑیاں ڈیزائن کرتے ہیں، مجھے بالیاں اور رنگز پہننے کا بھی بہت شوق ہے البتہ ہار وغیرہ کچھ پسند نہیں۔ جوتوں کی کیا سناؤں کہ بڑی دکھ بھری داستان ہے، مابدولت کا پاؤں کا سائز کچھ بڑا ہے جوتوں کا سائز 11 ہے جو کہ بازار میں شاذ و نادر ہی اچھے ڈیزائن میں دستیاب ہوتا ہے اور یہ کتنا غم بات ہے کہ جو جوتا پسند آئے اس میں تو بالکل بھی بڑا سائز ملتا ہی نہیں، ایسے میں دکانداروں کے جملے کہ ''اس سے بڑا سائز تو آتا ہی نہیں۔'' دل میں آگ لگا دیتے ہیں، (بڑی بے عزتی فیل ہوتی ہے کہ میرا پاؤں اتنا بڑا ہے؟) پہلے اسکول کالج کے بوٹوں میں بھی یہی مسئلہ پڑتا تھا، وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ سال ہونے والا ہے بوٹوں سے جان چھٹے۔ مگر جوتوں کے لیے تو ابھی بھی خوار ہونا پڑتا ہے۔ دکانوں میں اچھے اچھے مگر چھوٹے سائز کے جوتے دیکھ دیکھ کر غصے کا پارہ آسمان کو چھونے لگتا ہے، مایوس و ناامید ہو جاتی ہوں تب بمشکل کہیں اپنے سائز میں قابل قبول اور کبھی خوش قسمتی سے اچھا ڈیزائن مل جاتا ہے (ایسے موقع پر دل سے دعا نکلتی ہے کہ کسی کا پاؤں اتنا بڑا نہ ہو) کیونکہ جس پر بیتتی ہے وہی جانتا ہے بڑے پاؤں کا حال۔

☆---☆---☆

عائشہ حمد

دوستوں کے نام پیغام

ردا فرینڈز کے نام

آداب! سب سے پہلے تمام قارئین ردا کو سلام۔ عائشہ نیازی، صبا عبدالغنی، نوشین مدثر، صبا سحر میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں، آپ سب کے انتخاب اور پیغام پڑھ کر مجھے بہت اچھا لگتا ہے اور میرا پیغام پڑھتے ہی جواب ضرور دیجیے گا۔

امبر حیدر۔۔۔۔ اسلام آباد

خصوصاً کچھ دعائیں اور ہدایات اپنی ماں کے لیے

جنت کی تلاش میں نکلے تھے اس کے قدموں تلے، بہت کچھ پالینے کی تمنا پھر بہت کچھ حاصل بھی کرلوں تب بھی ان چند لفظوں سے اس اذیت کا ازالہ نہیں جسے سہہ کر اس ہستی نے دنیا سے متعارف کروایا، آج بے شک اپنے پیروں پر چل کر دنیا سے لڑسکتی ہوں مگر ان پیروں کے چھالوں کا قرض نہیں چکاسکتی جو میری زندگی کو پروان چڑھانے کو بے درد دنیا کے تپتے صحرا میں مجھے، گود میں بھر کر ننگے پاؤں چلی میری ماں۔

(آئی لو یو امی! ہم سب بہن بھائیوں کی طرف سے)

فرح ناز محمد رفیق۔۔۔۔ کراچی

پیاری سکینل کے نام

پیاری دوست سکینل! آپ کو روزوں کی مبارکباد اور ساتھ ہی عید کی ڈھیروں خوشیاں بھی مبارک ہوں، عید کی خوشیوں میں ہم دوستوں کو نہ بھول جانا، آپ کی یہ دوست بھی آپ کو کبھی فراموش نہیں کرے گی اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔ آپ کے نام اور پوری ردا فیملی کے نام:

زندگی کی بہار دیکھیں آپ عیش لیل و نہار دیکھیں آپ

ایک ہی عید پر ہے کیا موقوف ایسی عیدیں ہزار دیکھیں آپ

عاصمہ رشید ... فیصل آباد

صالحہ آپی کے نام

جو سب سے اونچا ستارہ ہو میں تجھ کو وہی رتبہ دے دوں

میں پھول عقیدت کے چن کر اس بار تجھے تحفے دے دوں

میری سویٹ اینڈ کیوٹ صالحہ آپی! میری طرف سے آپ کو عیدالفطر کی خوشیاں مبارک ہوں، آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو دلی عید مبارک قبول ہو۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایسی ہزار عیدیں دیکھنا نصیب فرمائے اور میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو صحت و خوشحالی عطا کرے اور آپ سدا یوں ہی مسکراتی رہیں اور زمانے کی خوشیاں کشید کرتی رہیں (آمین!)

عائشہ نیازی۔۔۔ ربوہ

نوشین مدثر کے نام

دے رہے ہیں تجھ کو مبارک پھر وقت عید آیا

ہیں مبارکیں بھی لائی روز سعید آیا

سمیرا الفضل۔۔۔ سرگودھا

خوبیات کے نام

یوں برسے آج آپ پہ لطف و کرم کی بارش

کہ بارگاہِ الٰہی سے آج آپ کی کوئی دعا رد نہ ہو

میری طرف سے تمہیں اور تمہاری پوری فیملی کو عید کی خوشیاں مبارک ہوں، خدا کرے کہ تم یوں ہی ہنستی مسکراتی رہو، اور سدا خوش آباد رہو (آمین!)

دھنک ناز۔۔۔ کراچی

صالحہ آپی کے نام

ڈیئر صالحہ آپی!

Digest.pk

میں نے چاہا کہ تجھے عید پر کچھ پیش کروں
جس میں تابندہ ستاروں کی چمک شامل ہو
جس میں گزرے ہوئے لمحات کی تصویریں ہوں
جس میں انجان جذبوں کی مہک شامل ہو

سیدہ عباب سمیع ۔ کراچی

میری پیاری اکلوتی بہن کے نام

ہائے میری پیاری سی سوہنی سوہنی بہن! کیسی ہے؟ ارے کیا ہوا؟ اتنی حیران و پریشان سی آنکھیں، مسکراہٹیں۔ Don't Worry، اگر میں اپنے قلم سے بہت کچھ لکھ سکتی ہوں تو اس کا رخ تمہاری جانب بھی موڑ سکتی ہوں۔

یار! کراچی کب آ رہی ہو I miss u alot چاہے موبائل پر گھنٹوں بات ہوتے رہے، بہنوں کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوسکتیں، جو وہ سامنے بیٹھ کر مستیاں کرنے، تفریح کرنے، مزے سے چیزیں کھاتے باتیں کرنے میں ہے وہ موبائل سے بات کرنے میں کہاں؟ اس لیے جلدی سے کراچی آجاؤ کیونکہ تمہارے بغیر سب سونا سونا سا ہے اور سب ادھورا بھی جیسے فرنچ فرائز کیچپ کے بغیر، برگر کولڈ ڈرنک کے بغیر، گول گپے کھٹائی کے بغیر، دال اچار کے بغیر اور.... (ارے کیا ہوا؟ منہ میں پانی آگیا، چلو کوئی نہیں کراچی آجاؤ میں نے سب بنانا کے منہ میں ٹھونسنا ہے) ویسے یہ زیادہ ہوگیا، چلو پھر تھوڑا کم ہی سے کام چلاؤ (چٹوری! ہاہاہا) سب کچھ یوں ہی ادھورا ہے جیسے آپ کے بغیر افشاں اور افشاں کے بغیر آپ کھانے پینے کی شوقین (وہ بھی صرف میرے ہاتھ کے بنے کھانے) مستی کی دکان، ہنسی کا طوفان کب سے بیٹھی حیران I lov you & i miss u میں بہت بے صبری سے انتظار کر رہی ہوں سو پلیز جلدی آنے کا کرو، تمہارے بی۔اے کے پیپرز ہونے والے ہیں، اس کے لیے بہت ساری دعائیں اور Best Wishes۔ کوئی بات بری لگی ہو تو سوری! کان نہیں پکڑ سکتی، ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں تمہاری تصویر جو نہار رہی ہوں اس لیے کچھ برا لگا تو سوری نہیں کیونکہ بہنوں میں سوری جو نہیں ہوتا۔ پگلو! ہاہاہا! اب ایک پیاری سی دعا سے اجازت!

یہ دعا تمہارے نام

دعا ہے...!
اس پل سے اس پل تک
صبح سے شام تک
دن سے رات تک
کل سے آج تک
پیر سے اتوار تک
جنوری سے لے کر دسمبر تک
نیند سے خواب تک
زمین سے آسمان تک
اس کنارے سے اس کنارے تک
یہاں سے وہاں تک
چاند سے سورج تک
غم سے خوشی تک
مشرق سے مغرب تک
دل سے دل تک
کلی سے گلاب تک
زندگی کے پہلے دن سے زندگی کے آخری دن تک
تم ہمیشہ خوش رہو
غم کا کوئی لمحہ تمہارے قریب نہ ہو
اور تمہاری آنکھ بھی نم نہ ہو
اور یوں ہی ہر پل ساتھ ہم تم ہوں (آمین!)

افشاں علی ۔ کراچی

فضا ڈولی کے نام

میری پیاری، جان سے بڑھ کر، میری راجکماری، راج دلاری بٹیا رانی، میری فضا شہزادی، رب العزت تمہیں صحت، تندرستی، زندگی دے، تم ماشاء اللہ 2 سال

کی عمر میں مکمل بولنے لگی ہو۔ باتیں کرتی ہو، مما کو تنگ بھی بہت کرتی ہو، بس تم میری زندگی، میری جان ہو۔

ریما نور رضوان کراچی

حیا بخاری اور اقصیٰ آفریدی کے نام

کچھ لوگوں کی ہماری زندگی میں اچانک انٹری ہوتی ہے، مگر جب ہم ان سے بات کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ان سے صدیوں کی رفاقت ہے، ان سے ہمارے دل کا رشتہ ایسا جڑ جاتا ہے جیسے ہم انھیں روز اول سے جانتے ہوں، دل ان پر خود بخود بھروسہ کرنے لگتا ہے، آہستہ آہستہ ہمارا ان سے ایسا مضبوط رشتہ جڑ جاتا ہے جو ہماری زندگی میں کئی [illegible] سے موجود لوگوں سے نہیں جڑ پاتا، حیا آپی اور [illegible] میرے لیے وہ ہیرا ہیں جنھوں نے میری بے [illegible] کو اپنی چمک سے روشن کردیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے اور ہمارا ساتھ اسی طرح قائم و دائم رہے۔ آمین!

دانیہ آفرین [illegible]

اے بادِ صبا گر تیرا گزر ہو

بادِ صبا گر تیرا گزر ہو اس شہر کی اس گلی سے جہاں میرے پیاروں کا بسیرا ہے فضائے کراچی میں سانس لیتی میری ماں کی آغوشِ فردوس کو میرا اسلام عید کہنا، شہرِ خموشاں میں آرام فرما میرے پیارے ابو جی، ان کے ساتھ منوائی عیدوں کی میٹھی یادیں دل میں جگائے کوئی عید گزارتا ہے، مناتا نہیں انھیں کہنا۔

میرے دل عزیز بھائیوں، میری دلکش بہنوں، مشفق ماں بھابیوں کو میرا پیام عید دینا کہ عید ان کا خیال لائی ہے، میرے چاند عزل، اسد، محمد عمر، حسیب احمد، میری چاندنی مادنور، فضہ، ایمن، اریبہ، وجیہہ، منیبہ کو میری دعائیں بطور عیدی دینا۔ اے بادِ صبا گر تیرا گزر ہو میرے پیاروں کی بستی سدا سلامت رہے۔

فرید و فرید، سعیدہ علی - پاکپتن

دوست کے نام

اے اللہ تجھ سے ہے اک دعا
رینا مجھ کو ہدایت
کردینا میرے دل کو ایماں سے روشن
چلا دینا مجھ کو سیدھی راہ پر
کروں اپنے بڑوں کی عزت
رکھوں چھوٹوں سے پیار اور رحم
اے اللہ یہ دعا مانگی میں نے تجھ سے
کردینا ان کو قبول میرے حق میں
اور جو پڑھے اس دعا کو
مانگ لے وہ بھی اس دعا کو اپنے رب سے (آمین!)

عائشہ آفریدی ..کراچی

میرے ہمسفر زرخان کے نام

اگر تم زندگی میں کسی کو اتنا چاہو اور وہ تمہیں نہ چاہیں تو یہ زندگی، زندگی نہیں رہتی ہے بلکہ ایک ویران قبرستان بن جاتی ہے، اس لیے کہتے ہیں کہ جو لوگ تم کو اتنا چاہتے ہیں ان کی چاہت ہو، اور ان کی قدر کرو کہ ان کو آزمائشوں میں ڈالو، کیا پتا کل کلاں کو آپ کسی کی آزمائش بن جاؤ، اس لیے ہمیشہ سے [illegible] کی قدر کرنا سیکھو۔

[illegible] آفریدی۔ کراچی

دو جوڑی یہ نگاہیں ہیں ان کے نام

میری روح کے ہمسفر اور میرے دل کے مکین سارے جہاں کی تمام تر خوشیاں، کامیابیاں آپ کے نام اور میری دعا ہے کہ آپ یوں ہی ہنستے مسکراتے رہیں اور گرم ہوا بھی آپ کو کبھی نہ چھو پائے، مجھے پتہ ہے آپ کو حیرت ہوگی کہ میں اپنے نام یہ پیغام دیکھ کر مائی ڈارلنگ ہسبینڈ! مگر یہ سچ ہے کہ آپ کے سنگ زندگی کا یہ سفر حسین تر اور آسان تر ہوگیا ہے اور میرا دل آپ کی محبت کو پا کر خوشی سے بھر گیا ہے۔

نور العین کراچی

☆ .....☆..... ☆

مہندی کے ڈیزائن

ثریا اقبال

چکن سموسہ

اجزاء۔

چکن کا قیمہ	200 گرام
پیاز	ایک عدد (باریک چوپ کرلیں)
ہری مرچ	حسب ذائقہ (باریک کترلیں)
جائفل پاؤڈر	ایک چٹکی
پسی ہوئی چینی	ایک چٹکی
ہرا دھنیا	آدھی گڈی (باریک کترلیں)
آئل	تلنے کے لیے
سموسہ پٹیاں	12 سے 15 عدد
لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
سرخ مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچہ
کالی مرچ	حسب ذائقہ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

ایک کڑاہی میں ایک کھانے کا چمچ آئل ڈال کر اس میں لہسن کا پیسٹ شامل کریں اور چلائیں۔ آنچ درمیانی رکھیں، پھر چکن کا قیمہ بھی شامل کریں اور چمچہ چلاتی رہیں۔ اب باقی تمام مسالہ جات یعنی نمک، کالی مرچ، سرخ مرچ پاؤڈر، جائفل اور پسی ہوئی چینی ڈال کر مکس کریں اور چکن گل جانے تک پکائیں۔ پھر اتار کر ٹھنڈا کرلیں۔ اب اس آمیزے میں باریک کتری ہوئی پیاز، ہری مرچیں اور ہرا دھنیا ملالیں۔ سموسوں میں بھرنے کا آمیزہ تیار ہے۔ سموسے کی ایک پٹی لے کر اس پر بقدر ضرورت آمیزہ رکھیں اور اسے سموسے کی شکل میں لپیٹ لیں۔ اسی طرح ایک ایک کر کے تمام سموسے بھرلیں۔ پھر کڑاہی میں تیل گرم کر کے سموسوں کو ڈیپ فرائی کرلیں۔ افطار پر دہی کی چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

کٹی مینٹی چاٹ

اجزاء:۔

چنے (ابلے ہوئے)	آدھا کلو
آلو (ابلے ہوئے)	آدھا کلو
پیاز	2 عدد
پودینہ	آدھی گڈی

دہی کی چٹنی کے لیے اجزاء:

دہی	ایک پاؤ
ہری مرچ	6 عدد
پانی	2 کپ
ہرا دھنیا	آدھی گڈی
نمک	آدھا چائے کا چمچ
پودینہ	2 کھانے کے چمچے

املی کی چٹنی کے لیے اجزاء:

املی کا رس	ایک کپ
زیرہ	ایک چائے کا چمچ
گڑ	ایک کھانے کا چمچ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	2 چائے کے چمچے
نمک	آدھا چائے کا چمچ

Digest.pk

ترکیب:۔

سب سے پہلے دہی کی چٹنی بنانے کے لیے بلینڈر میں دہی، ہری مرچ، ہرا دھنیا، پودینہ، نمک اور پانی ڈال کر اچھی طرح پیس لیں۔ اب چٹنی کو ایک پیالے میں نکال کر رکھ لیں۔ املی کی چٹنی بنانے کے لیے ایک سوس پین میں املی کا رس، زیرہ، لال مرچ، نمک، ایک کپ پانی ڈال کر پکالیں۔ قدرے گاڑھی ہونے پر اتار لیں اور پیالے میں نکال لیں۔ چاٹ پر ڈالنے کا مسالہ تیار کرنے کے لیے توے پر گول مرچیں، اجوائن، زیرہ، سونف اور ثابت دھنیا بھون لیں۔ پھر نمک اور ٹاٹری شامل کر کے موٹا موٹا کوٹ لیں۔ ابلے ہوئے آلوؤں کو کیوب کی شکل میں کاٹ لیں۔ ایک سرونگ پیٹ میں ابلے چنے اور آلو کیس کر کے رکھیں۔ اوپر سے املی کی چٹنی اور دہی کی چٹنی ڈالیں، پھر اس میں پیاز اور پودینہ ڈال کر تیار کیا ہوا چاٹ مسالہ اوپر سے چھڑک دیں۔ افطار کے لیے مزیدار کھٹی میٹھی چنا چاٹ تیار ہے۔

میٹھی پوریاں

اجزاء:۔

میدہ	ایک پیالی (چھان لیں)
بادام	50 گرام (چھیل لیں)
پستے	50 گرام (چھیل لیں)
کوکونٹ پاؤڈر	ایک پیالی
چینی	آدھی پیالی (باریک پیس لیں)
کوکونٹ ملک پاؤڈر	آدھی پیالی
کشمش	50 گرام
بیکنگ سوڈا	ایک چوتھائی چائے کا چمچہ
نمک	ایک چٹکی
تیل	4 کھانے کے چمچے
پانی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک پیالے میں نمک، سوڈا، دو کھانے کے چمچے تیل اور پانی ڈال کر آٹا گوندھیں پھر ڈھانک کر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ ایک سوس پین میں دو کھانے کے چمچے تیل، کوکونٹ پاؤڈر، چینی، کوکونٹ ملک پاؤڈر، کشمش، بادام، پستے اور پسی ہوئی چینی ملا کر چند منٹ پکائیں اور پھر چولہا بند کر دیں۔ گوندھے ہوئے آٹے کے چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا کر بیلیں۔ ان کے درمیان ایک کھانے کا چمچہ تیار شدہ آمیزہ رکھ کر چاروں طرف سے بند کر کے پوٹلی بنالیں۔ تیل گرم کر کے یہ پوٹلی نما میٹھی پوریاں سنہری ہونے تک تل لیں۔

اسپیشل شربت

اجزاء:۔

دودھ	250 ملی لیٹر
تخم ملنگا	آدھا کپ
ڈرائی فروٹس	آدھا کپ
لال شربت	حسب پسند
برف	حسب پسند

ترکیب:۔

تخم ملنگا کئی گھنٹوں کے لیے پانی میں بھگو دیں، یہاں تک کہ اچھی طرح پھول جائے۔ شربت تیار کرنے کے لیے بلینڈر میں دودھ اور ڈرائی فروٹس کو اچھی طرح پیس لیں۔ اس کے بعد تخم ملنگا شامل کر دیں اور گلاسوں میں نکال کر سرو کریں۔ اسی ترکیب سے اجزاء کی مقدار بڑھاتے ہوئے جتنا چاہے شربت تیار کر سکتی ہیں۔ چاہیں تو اس میں حسب منشا پانی بھی ملایا جا سکتا ہے اور مٹھاس بڑھانے کے لیے چینی یا شہد بھی ملا سکتی ہیں۔ افطار کے لیے یہ شربت بہترین ہے کیونکہ اس کی تاثیر انتہائی فرحت بخش ہوتی ہے۔

مزیدار کچوریاں

اجزاء:۔

قیمہ	آدھا کلو
آلو	ایک پیالی (ابلے ہوئے)
پیاز	ایک عدد (چوپ کی ہوئی)
سیاہ مرچ پاؤڈر	کھانے کا آدھا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
چکن کیوب	ایک عدد
ہرا دھنیا	کھانے کے دو چمچے (چوپ کیا ہوا)
انڈا	ایک عدد (پھینٹ لیں)
تیل	کھانے کے دو چمچے
میدہ	چار پیالی
مکھن	ایک چوتھائی پیالی
دودھ	ایک پیالی
خمیر	چائے کے دو چمچے
نمک	چائے کا ایک چمچہ
انڈے	2 عدد

ترکیب:۔

ایک پیالے میں میدہ، مکھن، دودھ، خمیر، نمک اور دو عدد انڈے ڈال کر اسے خوب اچھی طرح گوندھیں۔ اس آمیزے کو دو گھنٹے تک خمیر اٹھنے کے لیے رکھ دیں۔

فلنگ کے لیے:

ایک نان اسٹک فرائنگ پین میں درمیانی آنچ پر تیل گرم کریں۔ پیاز اور قیمہ ڈال کر فرائی کریں۔ سیاہ مرچ پاؤڈر، نمک، چکن کیوب اور ہرا دھنیا ڈال کر چمچہ چلائیں۔ قیمے کے گل جانے تک پکائیں پھر اس میں ابلے ہوئے آلو اور دودھ ڈال کر مکس کریں۔

کچوریوں کے لیے:

تیار کیے ہوئے آمیزے کے چھوٹے پیڑے کو ہتھیلی پر رکھ کر اسے چپٹا کریں اور اس میں قیمے اور آلو کی فلنگ بھر کر کچوریاں بنالیں۔ بیکنگ ٹرے میں تیل لگا کر اسے چکنا کریں اور تیار کی ہوئی کچوریوں کو اس میں رکھ کر اس کے اوپر پھینٹے ہوئے انڈے کی برش کی مدد سے ٹاپنگ کریں۔ بیکنگ ٹرے کو پہلے سے گرم اوون میں 180 ڈگری پر رکھ کر 35 منٹ بیک کریں۔ لذیذ قیمہ اور آلو کی کچوریاں تیار ہیں۔ افطار میں گرما گرم نوش کریں۔

ڈبل روٹی اور قیمے کے کباب

اجزاء:۔

قیمہ (باریک)	ایک کلو
ڈبل روٹی کے سلائس	4 عدد
سویا سوس	4 کھانے کے چمچے
سرکہ	ایک کھانے کا چمچہ
کالی مرچ (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچہ
ہرا دھنیا (باریک کترا ہوا)	حسب ضرورت
ہری مرچ (باریک کتری ہوئی)	4 عدد
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچہ
انڈا	ایک عدد
نمک	حسب ضرورت
تیل	تلنے کے لیے

ترکیب:۔

ایک پیالے میں قیمہ، سویا ساس، کارن فلور، انڈا، سرکہ اور سلائس چورا کر کے ملائیں۔ ان تمام اجزاء کو اچھی طرح سے گوندھ کر باقی مسالے بھی شامل کردیں اور پندرہ منٹ کے لیے رکھ دیں۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں اور پھر ہاتھ کو گیلا کر کے چھوٹے چھوٹے کباب بنا کر ہلکی آنچ پر فرائی

Digest.pk

کرلیں۔ جب گولڈن براؤن ہو جائیں تو نکال کر پیپر پر رکھ دیں۔ مزیدار کباب تیار ہیں۔ حسب پسند سوس یا چٹنی کے ہمراہ نوش فرمائیں۔

شاہی شیر خورمہ

اجزاء۔

سویاں	ایک پاؤ
دودھ	ایک کلو
گھی	آدھا پاؤ
چینی	حسب ذائقہ
کھویا	ایک کپ
فریش کریم یا بالائی	ایک کپ
چاندی کے ورق	تھوڑے سے
بادام	کٹے ہوئے آدھا کپ
پستہ	کٹے ہوئے آدھا کپ
اخروٹ	کٹے ہوئے آدھا کپ
کشمش اور ناریل	پسا ہوا آدھا کپ
سبز الائچی	6 عدد
لونگ	3 عدد
کیوڑہ	چند قطرے
شہد	ڈیڑھ بڑا چمچ

ترکیب۔

دیگچی میں گھی گرم کریں اس میں سبز الائچی اور لونگ ڈال کر کڑکڑائیں۔ اس میں سویاں چوڑا کر کے ڈالیں اور ہلکا سا رنگ ہونے تک بھونیں۔ دودھ کو الگ دیگچی میں ڈال کر ابالیں اور پھر آنچ ہلکی کر دیں اور پکائیں پھر اس میں گھی سمیت سویاں ڈال دیں، ہلکی آنچ پر پکائیں اور چمچہ چلاتی رہیں۔ چینی اور شہد کو ایک گلاس پانی میں الگ دیگچی میں اچھی طرح پکائیں، 10 منٹ تیز آنچ پر پکانے کے بعد اس شیرے کو سویوں میں ڈال دیں اور مکس کریں۔ آنچ بہت ہلکی رکھیں، اب کریم یا بالائی کو ایک باؤل میں ڈال کر اچھی طرح پھینٹ لیں اب اس میں کھویا بھی ڈال دیں اور اس کو پھینٹ لیں۔ (سویوں میں چمچ ہلاتے رہیں) اور اس کو سویوں میں ڈال کر ملا لیں۔ اس کے ساتھ اخروٹ، پستہ، ناریل پسا ہوا ڈال کر 5 منٹ دم پر پکائیں۔ آخر میں کیوڑہ ڈال کر چولہا بند کر دیں۔ ڈش میں نکال کر ان پر چاندی کا ورق لگائیے، بادام اور پستے کی ہوائیاں چھڑک دیں۔ جی تو جناب عید کے دن مزیدار شاہی شیر خرمہ تیار کریں۔

انڈے کا حلوہ

اجزاء۔

انڈے	12 عدد
پکا کھویا	3 پاؤ
چھوٹی الائچی	8 عدد
چینی	2 پیالی
تیل	2 پیالی
چینی	ایک چائے کا چمچہ
پسے بادام پستے	حسب ضرورت

ترکیب۔

پہلے 8 عدد چھوٹی الائچیوں کو 1 چائے کا چمچ چینی کے ساتھ ملا کر پیس لیں۔ اب 12 عدد انڈے، 3 پاؤ پکا کھویا، 2 پیالی چینی، 2 پیالی تیل اور الائچی کڑھائی میں پکائیں جب ذرا خشک ہونے لگے تو جلدی جلدی چمچہ چلاتے ہوئے بھوننا شروع کر دیں۔ جب تیل الگ ہونے لگے اور حلوہ رانے رار ہونے لگے تو وہ تیار ہے۔ اس کے بعد ایک تھالی میں ذرا سی چکنائی لگا کر حلوہ پھیلائیں اور اوپر سے حسب ضرورت ابلے بادام پستے ڈال کر سرو کریں۔

☆ ☆ ☆

Digest.pk

شہلا مشائق

سنگھار

چہرے پر لازمی ایسے اثرات نمودار ہوتے ہیں جو آپ کو ناپسند ہوتے ہیں۔ آپ سوچتے ہیں کہ آپ کی ناک چوڑی ہے یا آپ کی آنکھیں اندر کی جانب ہیں ساتھ ساتھ گالوں کی ہڈیاں کافی بڑی ہیں اور یہ رس گلے سے مشابہت رکھتے ہیں۔

میک اپ سے اصلاح کریں

یہ خرابیاں اس وقت واضح ہو کر سامنے آتی ہیں جب پریکٹیشن آپ کا مقصد ہوتا ہے اور آپ ان خرابیوں کو میک اپ کے ذریعے چھپا سکتی ہیں۔ آپ میک اپ کے ذریعے چیزوں کو بہتر یا چہرے کی خامیوں کو چھپا سکتے ہیں۔

میک اپ آرٹسٹ کے مطابق میک اپ کا اہم فائدہ یہ ہے کہ آپ اپنے بہترین فیچرز کو مدنظر رکھیں۔ بہت سی عورتوں کے بڑے گال ہوتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ہمارے پاس بڑی خوبصورت آنکھیں اور بھویں ہیں۔ وہ مشورہ دیتی ہیں کہ ہم انھیں کاجل کے ذریعہ سنوارتے ہیں۔

آپ کی بھویں گالوں اور جبڑے کو متوازن رکھتی ہیں اگر آپ کی بھویں پتلی ہیں فوراً توجہ آپ کے گالوں کی جانب جاتی ہے، بالوں کا انداز آپ کے چہرے کو نمایاں کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

پیشانی سے بالوں کو اس طرح کاٹنا کہ وہ ماتھے پر لٹکیں، آپ کو چوکر لک دیتا ہے۔ یہ انداز ان لوگوں کے لیے بہترین ہے جن کا چہرہ اینگولر ہے اور خصوصاً گول چہرے والوں کے لیے یہ زیادہ اچھا نہیں رہتا ہے۔

میک اپ کی دو جزئیات ہیں ہائی لائٹنگ اور کنٹورنگ ہائی لائٹنگ میں ہلکے رنگوں کے ذریعے آپ کے اچھے خدوخال کو نمایاں کیا جاتا ہے (ہلکے رنگ روشنی کو منعکس کرتے ہیں اس طرح خدوخال زیادہ واضح ہوتے ہیں) ہلکے رنگ کے پاؤڈر کو ماتھے پر لگائیں پھر ناک اس کے بعد گالوں اور ٹھوڑی پر۔

کنٹورنگ میں گہرے رنگ استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ خدوخال چھوٹے لگیں اور ایسے رنگ ہوں جو روشنی کو جذب نہ کریں۔ اس سلسلے میں جو پاؤڈر کے گہرے رنگ استعمال کیے جاتے ہیں وہ جلد کی رنگت کے لحاظ سے منتخب کیے جاتے ہیں پاؤڈر کو چہرے گال اور ٹھوڑی کے نیچے کی جانب لگائیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے چہرے کا کوئی حصہ واضح نہ ہو تو اس حصے کو گہرے رنگ سے شیڈ دیں اور اگر کسی خدوخال کو واضح کرنا چاہتے ہیں تو ہلکے رنگوں کو استعمال کریں۔

ان دونوں مرحلوں میں بلینڈنگ سب سے اہم کردار ادا کرتی ہے۔ چاہے آپ ہائی لائٹ کریں یا کنٹورنگ اس کا نتیجہ حیرت انگیز نکلتا ہے۔ ماہرین ہر دفعہ چہرے کو کنٹورنگ کرنے کا مشورہ نہیں دیتے یہ عملی طور پر ممکن نہیں کیونکہ لوگ عام طور پر جانتے ہیں کہ آپ کون سا میک اپ استعمال کر رہی ہیں۔ اس طرح کا میک اپ خاص طور پر شام کی تقریبات کے لیے بہترین رہتا ہے۔

میک اپ کرنے کا طریقہ

ایسا فاؤنڈیشن لیں جو آپ کے چہرے کی رنگت کی

مناسبت سے ہو اور ایک ہموار سطح بنائیں جب ایک قدرتی بیس بن جائے تو آپ کا چہرہ اب میک اپ کے لیے تیار ہے۔

دوسرے مرحلے میں اپنے چہرے کو جانچنے اور اس کے مطابق چیزوں کو ہائی لائٹ یا کنٹور کریں۔

تیسرا مرحلہ بلشر کا آتا ہے جس کا انتخاب بھی اپنے چہرے کی رنگت کے حساب سے کریں اور اسے اپنے کپڑوں سے ملانے کی کوشش نہ کریں۔

ہونٹوں کے لیے رنگوں کا انتخاب کپڑوں کے لحاظ سے کرسکتے ہیں مگر اس میں بھی جلدی رنگت کا خیال رکھیں۔ رنگوں کے انتخاب کے ساتھ ایسی مصنوعات کا بھی انتخاب کریں جو رنگوں کی مناسبت سے ہوں۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ کے ہونٹوں کا رنگ آپ کے بالوں کے رنگ سے مناسبت رکھتا ہے۔

اپنے چہرے کی ساخت کو سمجھیں

سب سے پہلے آپ اپنے چہرے کی ساخت کا جائزہ لیں اس بات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے چہرے پر سے بالوں کو دور رکھیں اور اپنے چہرے کے نمایاں حصوں کو شیشے میں دیکھیں۔

سات بنیادی چہرے کی ساخت پائی جاتی ہیں۔

(۱) بیضوی (۲) گول (۳) لمبا (۴) چوکور (۵) دل کی شکل کا (۶) ناشپاتی کی شکل (۷) مستطیل

(۱) بیضوی چہرہ: یہ سب سے آئیڈیل ساخت مانی جاتی ہے۔

(۲) گول چہرہ: اس کو پتلا بنانے کی ضرورت ہے۔ چہروں کی سائیڈوں پر شیڈ استعمال کریں۔ ترچھے انداز میں کانوں کے درمیان سے گالوں تک شیڈ لگائیں۔ یہ لمبائی کا تاثر دیتا ہے۔ گالوں کے اوپر شیڈ نہ لگائیں اور ایسے بال بنائیں جو کہ چہرے کے سائیڈ پر ہوں۔

(۳) لمبا چہرہ: ٹھوڑی کو شیڈ کیا جاتا ہے جس سے چہرے کی لمبائی کم ہوجاتی ہے۔ آپ بلشر کو گالوں پر لگائیں کہ چہرہ گول لگے۔ سائیڈوں سے چہرے پر گرائیں اس طرح چہرے کی چوڑائی میں اضافہ ہوگا۔

(۴) چوکور چہرہ: جبڑے کو شیڈ کریں اس طرح ہلکا گولائی کا تاثر ملتا ہے۔

(۵) دل کی شکل کا چہرہ: اس قسم کے چہرے پر گالوں پر بلشر لگائیں۔ اس قسم کے چہرے پر زیادہ شیڈ رنگ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے ماسوائے ماتھے کے کناروں سے مانگ تک۔

(۶) ناشپاتی کی شکل کا چہرہ: یہ دل کی شکل کے چہرے کی ضد ہے یہ نیچے سے چوڑا اور اوپر سے پتلا ہوتا ہے، ایسے طریقے استعمال کریں جو اس کی چوڑائی میں اضافہ کریں۔

(۷) مستطیل چہرہ: اس کو چہرے کے کناروں سے شیڈ کریں اور جبڑے تک لائیں تاکہ چہرے میں بیضوی تاثر شامل ہوجائے۔

آپ کی ناک کیسی ہے

بعض اوقات ناک آپ کے لیے سب سے زیادہ پریشانی کھڑی کرتی ہے ناک کی کنٹور رنگ کے ذریعے چہرے کو متوازن کیا جاسکتا ہے۔

اگر آپ کی ناک [illegible] تو ناک کے درمیان سے نیچے کی جانب ہائی لائٹ کریں اور اسے پتلا کرنے کے لیے اپنی جلد کی رنگت کی مناسبت سے گہرے رنگ لیں، ناک کے کنارے کو شیڈ کریں اور پھر ہلکے رنگ کی مدد سے ناک کے درمیانی حصے کو شیڈ کریں اور بلینڈ کریں۔ اگر آپ کی ناک چھوٹی ہے تو اسے بڑا دکھانے کے لیے گہرے رنگ سے ناک کے درمیانی حصے کو شیڈ کریں اور ناک کے کناروں کو ہلکے رنگوں سے شیڈ کریں۔ اگر آپ کی ناک لمبی ہے تو گہرے رنگ کو ناک کی نوک پر لگائیں جو کہ دونوں نتھنوں کے درمیان کا حصہ ہوتا ہے۔

☆ ☆ ☆

Digest.pk